ಕರ್ನಾಟಕ ರಾಜ್ಯ ಮುಕ್ತ ವಿಶ್ವವಿದ್ಯಾನಿಲಯ
ಮುಕ್ತಗಂಗೋತ್ರಿ, ಮೈಸೂರು – ೫೭೦ ೦೦೬

KARNATAKA STATE OPEN UNIVERSITY
Mukthagangothri, Mysore - 570 006

MA (Previous) Urdu

Course - V - Persian Language & Literature

Block 1-3 (Units : 1-4, 5-8, 9-12)

ایم اے: سال اوّل: اُردو

کورس-5: فارسی زبان وادب

حصہ 1-3: اکائیاں: 1-4, 5-8, 9-12

Course : V **Block : 1-3**

Karnataka State Open University

Mukthagangotri, Mysore - 570 006

The Open University system has been initiated in order to augment opportunities for higher education and as an instrument of democratizing education.

National Education Policy 1986

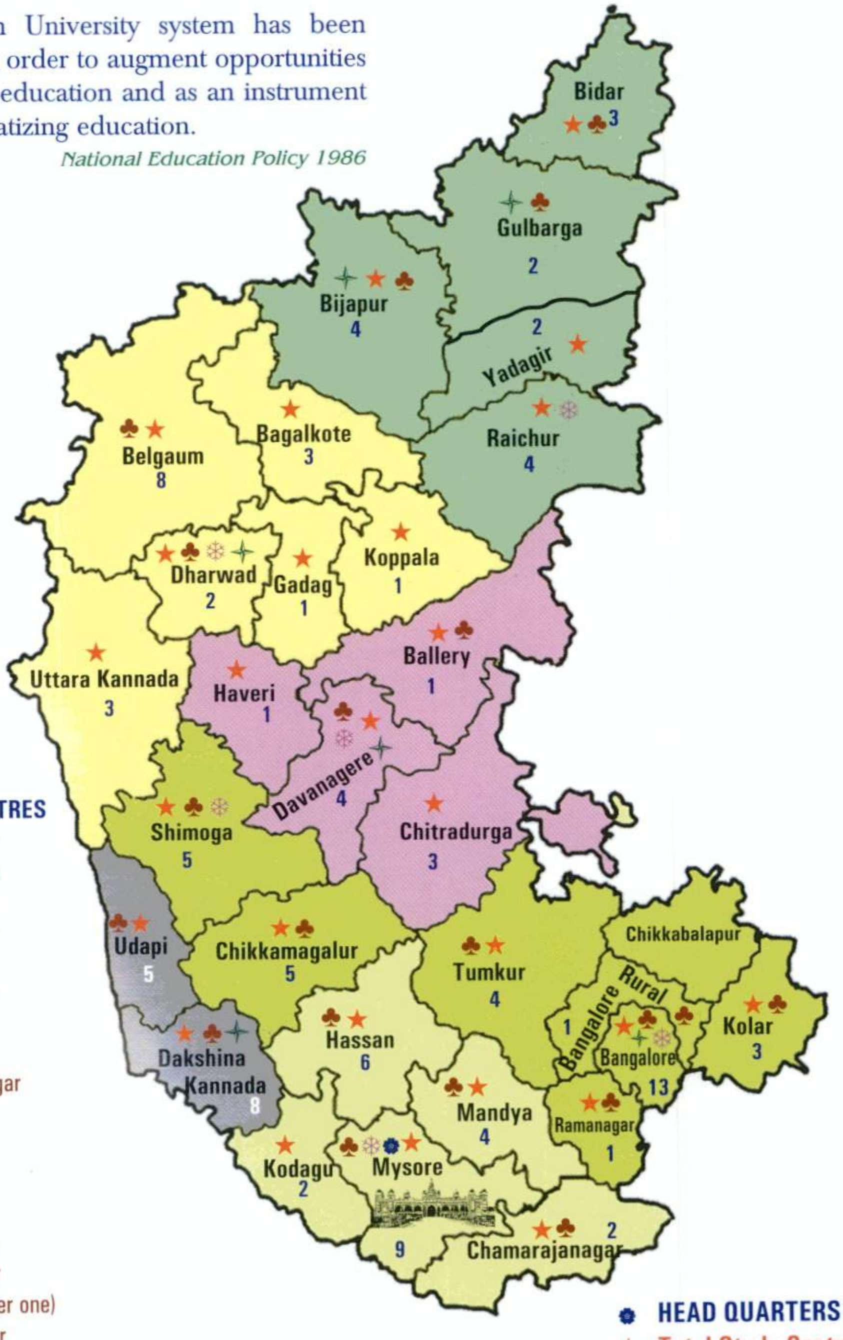

♣ **REGIONAL CENTRES**

Bangalore
Davanagere
Gulbarga
Dharwad
Shimoga
Mangalore
Tumkur
Hassan
Chamarajanagar
Bellary
Mandya
Kolar
Bijapur
Belagaum
Ramanagar
Bangalore (another one)
Chikmagalur
Udupi
Karwar
Bidar
Mysore

HEAD QUARTERS

★	Total Study Centres :	123
♣	Regional Centres :	21
❄	B.Ed Study Centres :	10
✦	M.Ed Study Centres :	06

Karnataka State Open University

Muktha Gangothri, Mysore - 570 006

کرناٹک اسٹیٹ اوپن یونیورسٹی

مکتا گنگوتری، میسور

MA (Previous) Urdu

Course - V - Persian Language & Literature

Block 1-3 (Units : 1-4, 5-8, 9-12)

ایم اے: سال اوّل: اُردو

کورس۔5: فارسی زبان وادب

حصہ 1-3: اکائیاں: 12-9 ,8-5 ,4-1

MA (Previous) Urdu

Course - V - Persian Language & Literature

Block 1-3 (Units : 1-4, 5-8, 9-12)

ایم اے: سال اوّل: اُردو

کورس۔5: فارسی زبان و ادب

حصہ 3-1: اکائیاں: 12-9 ,8-5 ,4-1

۱۔وائس چانسلر:

پروفیسر ایم جی کرشنن

۲۔ڈین اکادمک:

پروفیسر یس ۔ین۔ وکرم راجے ارس

۳۔رجسٹرار:

پروفیسر پی یس نائک

۴۔فیکلٹی ممبر:

ایم ۔بلقیس بانو، صدر شعبہ اردو، کے ایس او یو، میسور

۵۔مصنفہ:

مرحومہ برجیس سلطانہ،

سینیر لیکچرر، شعبہ اردو، جامعہ میسور، میسور اکائیاں:4-1، 8-5، 12-9

۶۔مدیر:

ڈاکٹر یس مسعود سراج، پروفیسر وصدر، شعبہ اردو، جامعہ میسور اکائیاں:12-1

نصاب کا مقصد

فارسی زبان وہ زبان ہے جس نے نہ صرف ایران بلکہ دنیا کے کونے کونے میں اپنی چھاپ بٹھائی ہے، اردو زبان وادب پر اس کا گہرا اثر رہا ہے اردو کی بین الاقوامی شہرت اور مقبولیت میں فارسی زبان نے بڑا اہم اور نمایاں رول ادا کیا ہے، گویا دودھ میں مصری گھلی ہوئی ہو۔ فارسی نہایت میٹھی رسیلی اور اثر انگیز زبان ہے۔ اس زبان کے اشعار میں بھی بڑی دلنشینی پائی جاتی ہے۔ اس زبان میں ادب کا بہت بڑا خزانہ موجود ہے،

ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے اردو ادب کو اپنا اختیاری مضمون چنا ہے، ایم اے سال اول کے پچھلے کورسس میں آپ پر اردو زبان وادب کے مختلف نقوش واضح ہوئے، فارسی زبان وادب سال اول ایم اے اردو کا کورس پنجم ہے اور یہ فارسی کے لئے ہی مخصوص ہے۔ یہاں نظم ونثر کے سب اسباق اکائیوں کی صورت میں مختلف عنوانات پر مکمل نصاب مل جائے گا۔ یہاں گلستان سعدی، سعدی شیرازی کی کتاب سے دو اسباق (منتخب) دیئے جائیں گے، پھر سعدی کی حیات اور ادبی خدمات پر تفصیل ہوگی۔ حافظ شیرازی کے دیوان کا منتخب کلام اور دیگر تفصیلات ہوں گے، مولانا آزاد کی کتاب جامع القواعد سے قواعد کے بنیادی اور ضروری اصول بھی آپ کو بتا دیئے جائیں گے، اور آخر میں تاریخ ادبیات ایران مترجم رضا زادہ شفق کی کتاب سے فارسی تاریخ وادبی ذخیرہ پر مختلف اکائیوں میں جائزہ لیا جائے گا، فارسی زبان وادب کے ساتھ گرامر کا سیکھنا بھی طالب علم کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔

عام طور پر لوگ گرامر یا قواعد کو خشک اور بیزار کن موضوع سمجھتے ہیں۔ بعض ذوق اور شوق کے لئے پڑھتے ہیں اور اس میں کمال حاصل کر لیتے ہیں۔ اردو بہ حیثیت اختیاری مضمون کے چننے والے طالب علم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اردو تاریخ زبان وادب کے ساتھ قواعد پر بھی جانکاری حاصل کریں۔ ہاں اتنی بات ضروری ہے کہ قواعد صرف ذریعہ زبان سیکھنے اور صحت زبان کو سمجھنے کا۔

لہٰذا اردو زبان وادب کی تشکیل وتعمیر میں فارسی زبان وادب نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے، اسے

بہ خوبی سمجھنے میں فارسی دانی بہت کام آتی ہے، اور فارسی کی بنیادی قابلیت بڑی حد تک مددگار ثابت ہوتی ہے، یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ فارسی کے بغیر اردو کا وجود نہیں ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو زبان و ادب کو گہرائی سے جاننے کے لئے فارسی سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے ہماری یہ کوشش ہے کہ اردو کے ساتھ ساتھ طلبہ کو فارسی زبان و ادب سے بھی واقف کرائیں۔

یہ کتاب فارسی زبان اور ادب کے لئے مخصوص ہے، یہ نصاب کا ایک جزو ہے، جو سال اول ایم اے اردو کے کورس ۵ میں شامل ہے یہ کورس کا پہلا باب یعنی بلاک ہے، یہ باب 4-1 اکائیوں پر مشتمل ہے۔ مذکورہ باب میں نثری کتاب " گلستانِ سعدی " مصنف سعدی شیزای کی تخلیق پر روشنی ڈالی گئی۔ اس کتاب سے دو ابواب کا انتخاب کیا گیا ہے، اس باب میں صرف باب تین کے متعلق ہے، مختلف موضوعات کے تحت سعدی کی حیات اور کارناموں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسرا حصہ پہلے حصے کا مسلسل ہے، اس باب میں پہلی دو اکائیاں گلستان کے باب ے کے لئے مخصوص ہیں اور بقیہ دو اکائیاں، حافظ شیرازی اور ان کی کتاب دیوان حافظ کے متعلق جانکاری دی گئی ہے، یہ باب یا حصہ اکائیاں 8-5 پر مشتمل ہے۔

تیسرا حصہ پچھلے حصہ کا مسلسل ہے، اس باب میں پہلی دو اکائیاں حافظ کی غزلیں اور ان کی تشریح کے لئے مخصوص ہیں، بقیہ دو اکائیاں عمر خیام کے متعلق ان کی حیات، ادبی خدمات اور شاعری کی خصوصیات کے لئے مخصوص ہیں، یہ باب 12-9 اکائیوں پر مشتمل ہے۔

مذکورہ ابواب فارسی زبان و ادب کے لئے مختص ہیں، جو سال اول ایم اے اردو کے کورس ۵ میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ ان ابواب میں طلبہ کی سہولت کے لئے اکائی کے منتخب سوالات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ طلبہ اس سے مزید مستفید ہوسکیں، ہر اکائی میں مشکل الفاظ آتے ہیں، ان کے معنی بھی دیئے گئے ہیں، اور اکائی کے آخر میں سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے، امید ہے کہ طلبہ انہیں حاصل کر کے پڑھیں گے اور مزید اپنی معلومات میں اضافہ کریں گے۔

باب ۱ـہ :

بلاک ایک فارسی زبان و ادب کے کورس کے لئے مخصوص ہے، اس حصہ میں گلستانِ سعدی مصنف سعدی شیرازی کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کیئے گئے ہیں، یہ اس حصے کا ایک جزو ہے، یہ باب اکائیاں 4-1 پر مشتمل ہے۔

اکائی ا کے تحت سعدی شیرازی کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اکائی ۲ کے تحت سعدی شیرازی کے طرزِ تحریر کا جائزہ لیا گیا ہے، اور انکی تحریر کی سادگی کو نمایاں طور پر پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

اکائی ۳: کے تحت گلستانِ سعدی کے منتخب باب، باب تین "قناعت کی فضیلت" کی حکایات کا متن اور حکایات کی تشریح دی گئی ہے۔

اکائی ۴ کے تحت گذشتہ اکائی کا سلسلہ ہے، یہاں بھی بقیہ حکایات کا متن اور تشریح دی گئی ہے۔

باب ۲ـہ :

فاسی زبان اور ادب کا ایک جزو ہے، جو سال اول ایم اے اردو کے کورس میں شامل ہے، یہ باب 8-5 اکائیوں پر مشتمل ہے۔

اکائی ۵ کے تحت گلستانِ سعدی کے منتخب باب ہفتم یعنی "در تعبیر و تربیت کی حکایات" کا متن اور تشریح دی گئی ہے۔

اکائی ٦ کے تحت پچھلی اکائی کا سلسلہ ہے، یہاں بھی بقیہ حکایات کا متن اور متن کی تشریح دی گئی ہے۔

اکائی ۷ کے تحت حافظ شیرازی کی حیات و ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اکائی ۸ کے تحت حافظ کی غزل گوئی اور اسلوب نگارش پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب ۳ ۔ :

فارسی زبان اور ادب کا ایک جزو ہے، جو سال اول ایم اردو کے کورس میں شامل ہے، یہ باب 12-9 اکائیوں پر مشتمل ہے۔

اکائی ۹ کے تحت دیوان حافظ کی ردیف التاء سے غزلوں کے اشعار اور تشریح دی گئی ہے۔

اکائی ۱۰: کے تحت پچھلی اکائی کا سلسلہ ہے، اس اکائی میں بھی دیوان حافظ کی غزلیات اور تشریح دی گئی ہے۔

اکائی ۱۱: کے تحت عمر خیاؔم کی حیات وادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اکائی ۱۲: کے تحت عمر خیاؔم بہ حیثیت ایک رباعی گوشاعر طرز تحریر اور شاعری کی خصوصیات کا اجمالاً جائزہ لیا گیا ہے۔

مذکورہ ابواب میں جتنی بھی اکائیاں ہیں ان میں تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، ہر اس اکائی سے متعلق دیگر تفصیلات پر بھی معلومات فراہم کئے گئے ہیں، تا کہ طلبہ کو اکائی کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

مشمولات :

باب ۱: (اکائیاں: 1-4) (Block 1 - (Units - 1-4) Pgs : 1-111)

کتاب: گلستانِ سعدی: مصنف: سعدی شیرازی

اکائی ۱: سعدی شیرازی: حیات وخدمات

اکائی ۲: سعدی شیرازی: طرز تحریر یا اسلوب

اکائی ۳: منتخب ۳: قناعت کی فضیلت ۔ حکایات وتشریح

اکائی ۴: منتخب باب ۳: قناعت کی فضیلت ۔ حکایات وتشریح (مسلسل)

(Block 2 - (Units - 5-8) Pgs : 112-199)

باب۲:(اکائیاں 8-5)

کتاب: گلستانِ سعدی: مصنف: سعدی شیرازی

اکائی ۵: منتخب باب: ہفتم: در تعبیر و تربیت : حکایات و تشریح

اکائی ٦: منتخب باب: ہفتم: در تعبیر و تربیت: حکایات و تشریح (مسلسل)

کتاب: دیوانِ حافظ: مصنف/شاعر: حافظ شیرازی

(دیوان کی پہلی دس غزلیں ردیف؛ التاء)

اکائی ۷: حافظ شیرازی حیات و خدمات

اکائی ۸: حافظ کی غزل گوئی

(Block 3 - (Units - 9-12) Pgs : 200-308)

باب۳(اکائیاں 12-9)

کتاب: (۱) دیوان حافظ: ردیف التاء: حافظ شیرازی

(۲) رباعیات خیام: (انتخاب) عمر خیام

اکائی ۹: دیوان حافظ کی غزلیں اور تشریح

اکائی ۱۰: دیوانِ حافظ کی غزلیں اور تشریح

اکائی ۱۱: عمر خیام: حیات و خدمات

اکائی ۱۲: عمر خیام: ایک رباعی گو شاعر

Block - 1

ایم۔اے سالِ اول

کورس V۔ فارسی زبان وادب

یونٹ : ۱

بلاک : ۱

اکائی (۱) حیاتِ سعدی شیرازی

ساخت

1.0 :۔ اغراض ومقاصد

1.1 :۔ تمہید

1.2 :۔ سعدی شیرازی کی زندگی کے حالات

1.2.1 تعلیمی سرگرمیاں

1.2.2 سیروسیاحت

1.2.3 صبروقناعت

1.2.4 وطن کوواپسی

1.2.5 تخلیقات

1.3 :۔ نمونۂ امتحانی سوالات

1.4 :۔ خلاصہ

1.5 :۔ فرہنگ

1.6 :۔ سفارشی کتب

1.0 :۔ اغراض ومقاصد

اس اکائی کومکمل کرلینے کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

☆ سعدی شیرازی کی زندگی کے حالات یعنی

☆ تعلیم

☆ سیر وسیاحت

☆ وطن کو واپسی

☆ ادبی خدمات سے واقف ہوسکیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کرسکیں

1.1 تمہید

اس اکائی میں ہم آپ کو سعدؔی کی زندگی کے بارے میں تفصیلی طور پر واقف کرائیں گے۔ سعدؔی نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے بغداد روانہ ہوئے۔ مدرسہ نظامیہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ شیراز نہیں گئے۔ انہوں نے سیر و سیاحت کو ترجیح دی۔ مختلف ممالک کی سیر کی۔ کئی مرتبہ مصیبتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ شیراز میں جب امن و امان قائم ہوا تو سعدؔی بھی شیراز چلے آئے۔ گلستان اور بوستان لکھی۔ کہتے ہیں کہ سفر وسیلۂ ظفر ہے۔ یہ بات ان پر صادق آتی ہے۔ گلستان اور بوستان اس کا ثبوت ہیں۔ سعدی نے سیر و سیاحت کا نچوڑ گلستان و بوستان کی شکل میں شیراز والوں کو بطور تحفہ دیا۔

1.2 سعدی شیرازی کی زندگی کے حالات

سعدی کا نام شیخ شرف الدین ہے۔ ان کا لقب مصلح ہے اور تخلص سعدؔی ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بیشتر مورخین کا خیال ہے کہ آپ ۵۸۵ھ م 1189ء میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ شیراز ایران کا ایک مشہور شہر ہے اور یہ ایران کا پایہ تخت بھی رہا ہے۔

آپ کے والد کا نام شیخ عبداللہ تھا۔ وہ اتا بک سعد زنگی کے ملازم تھے۔ آپ کے والد خدا ترس اور پرہیز گار آدمی تھے۔ ہمیشہ آپ سعدی کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے قول و فعل کی نگرانی کرتے تھے۔ بے موقع بولنے پر ڈانٹتے تھے۔ سعدی کی تربیت میں آپ کے والد کا اہم رول رہا ہے۔ چنانچہ حیات سعدی میں حالی لکھتے ہیں کہ ''شیخ نے اپنی تربیت کا بڑا سبب اسی باپ کی تادیب اور زجر و توبیخ کو قرار دیا ہے'' بوستاں کے بعض اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ کم سن ہی تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا۔

شیخ سعدیؔ کے آبا و اجداد اہل علم و دانش تھے۔ دینی علوم میں انہیں خاصی شہرت حا
صل تھی آپ کے والد نے صحیح عبادت در یاضت کا شوق پیدا کر دیا۔ والد کے انتقال کے
بعد آپ کی والدہ نے بڑی جانفشانی سے آپ کی تربیت کا بیڑا اٹھایا۔

سعدیؔ نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی۔ آپ نے شیراز کے علماء، مشائخ، فصحا
وغیرہ کی ایک بڑی جماعت دیکھی تھی اور اکثر علماء کے بارے میں بزرگوں سے سنا تھا۔
آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ شیراز میں سیاسی حالات بے حد خراب ہوتے جا
رہے تھے یہاں مدرسوں کی کمی نہیں تھی اور نہ اچھے اساتذہ کی۔ اگر کمی تھی تو صرف امن، وسکو
ن کی۔ ایسی حالت میں تعلیم حاصل کرنا مشکل تھا۔ اس وقت بغداد کی شہرت کا ڈنکا بج رہا
تھا، علم وفن، تہذیب وتمدن، معیشت ومعاشرت اہلِ علم وادب کو کشاں کشاں کھینچ رہی
تھی۔ بغداد کو علم کی منڈی کہا گیا ہے۔ وہ تمام علوم وفنون کا مرکز تھا۔ سعدی علم حاصل کر
نے کے لیے بے چین تھے۔ لہذا آپ نے بھی اپنے مستقبل کو روشن کرنے کے لیے بغداد کا
رخ کیا۔ شیراز سے تنگ آکر بغداد جانے کا ذکر آپ نے ان اشعار میں کیا ہے۔

دلم از صحبت شیراز بکلی گرفت ÷ وقت آنست کہ پرسی خبر از بغدادم
سعدیا حبِ وطن گرچہ حدیثیت صحیح ÷ نتواں مرد بسد بختی کہ من ایں جازادم

1.2.1 تعلیمی سرگرمیاں :- خواجہ نظام الملک طوسی نے مدرسہ نظامیہ ۴۵۹ھ م
1066ء میں بنوایا تھا۔ ہرات، نیشا پور، اصفہان، بصرہ، شام، عراق، مصر وغیرہ میں بے
شمار مدرسے تھے لیکن سب سے زیادہ شہرت مدرسہ نظامیہ بغداد نے حاصل کی تھی۔ شیخ ابو
اسحاق شیرازی اس مدرسے کے پہلے متولی تھے۔ اس لیے شیراز والوں کو اس مدرسہ سے
بہت لگاؤ تھا۔ اسی وجہ سے سعدیؔ بھی نظامیہ مدرسہ بغداد سے وابستہ ہوئے۔ آپ نے علا
مہ ابوالفرج ابن جوزی اور شیخ شہاب الدین سہروردی جیسے استادانِ فن سے خاص طور پر
اکتسابِ فیض کیا۔ علامہ ابوالفرج ابن جوزی حدیث اور تفسیر کے امام تھے انہوں نے بے
شمار کتابیں لکھیں۔

سعدیؔ نے شیراز میں اکابر علماء کی صحبتوں سے فیض اٹھایا۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ

کے علاوہ دیگر علمی محفلوں سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ آغازِ جوانی ہی سے سعدیؔ کی روح بے چین رہتی تھی۔ ایک جگہ سے ہی فیض حاصل کرنا ان کی فطرت کے خلاف تھا۔ کبھی تحقیق و تدقیق کے مردمیدان بنے رہتے تو کبھی تصوف اور درویشی کے اسرار کی گرہ کشائی میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کو بچپن ہی سے فقیروں اور درویشوں سے خاص تعلق تھا۔ اس لیے محفل سماع سے دلچسپی ہوگئی۔ وہ اکثر سماع کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ استادِ محترم علامہ جوزی نے انہیں سخت تنبیہ کی۔ مگر آپ پر استاد کی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ سماع کی مجلسوں میں باقاعدہ جاتے تھے۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ اتفاقاً ایک بدآواز قوال سے سابقہ ہوا۔ محفل میں ایسے پھنسے تھے کہ باہر نکلنے کی تمام راہیں بند تھیں۔ آپ کو رات بھر وہاں بیٹھنا پڑا۔ اختتامِ محفل پر آپ نے قوال کو صاحبِ کرامت بتایا اور تحفہ بھی دیا۔ دوستوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ اس قوال کی آواز دلنواز ہونے کی بجائے بے حد دلخراش تھی۔ استاد کی نصیحت مجھ پر بے اثر رہی مگر اس کریہہ الصوت قوال کے لحنِ داؤدی نے مجھے ہمیشہ کے لیے محفلِ سماع سے توبہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ واقعی یہ قوال صاحبِ کرامت ہے۔

سعدیؔ جس زمانہ میں مدرسہ نظامیہ میں پڑھتے تھے اس وقت خلافتِ عباسیہ ختم ہو گئی تھی لیکن آخری خلیفہ مستعصم باللہ نے بغداد کی خلافت کو سنبھالا دیا۔ مستعصم باللہ کی عظمت اور جلال سے بڑے بڑے سلاطین لرزتے تھے۔ آپ نے مستعصم باللہ کا جاہ و جلال بھی دیکھا تھا اور خلافتِ عباسیہ کا زوال بھی۔ ہلاکو خاں کے لشکر نے جو تباہی مچائی تھی اس کا بھی مشاہدہ کیا تھا۔ یہ تمام واقعات آپ کے لیے ایک عمدہ سبق تھے۔ آپ کو بادشاہوں کی اصلاح، رعایا کی ہمدردی اور ہر طبقہ کے لوگوں کی بھلائی کا خیال آیا۔ سعدی نے مستعصم باللہ کا مرثیہ لکھا۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا۔ مگر یہ مرثیہ خلیفۂ وقت کا نہیں بلکہ اسلام کا مرثیہ ہے۔ جس میں اسلامی دورِ حکومت کا زوال اور وحشی منگولوں کی بربریت پر اتنا تڑپ کر اظہارِ غم کیا ہے کہ وہ مرثیہ اپنی مثال آپ بن گیا ہے۔

1.2.2 سیر و سیاحت :- جب ہلاکو خاں کی بربریت اور ظلم نے بغداد کی پر

سکون فضا کو مکدر کر دیا تو سعدی نے سیر و سیاحت کی ٹھانی ۔ گویا صحیفۂ کتب کے بعد صحیفۂ کائنات کی سیاحت کا شغف دامن گیر ہوا۔ آپ کی عمر کا جس قدر حصہ حصولِ علم میں صرف ہوا تھا اسی قدر بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ حصہ کائنات کے مطالعہ میں صرف ہوا۔ آپ نے ایشیا اور افریقہ کے مختلف ملکوں کی سیر کی سر گور اوسلی لکھتے ہیں کہ ''مشرقی سیاحوں میں ابن بطوطہ کے سوا شیخ سعدی سے بڑا اور کوئی سیاح ہم نے نہیں سنا۔ یعنی ابن بطوطہ کے علاوہ اور کوئی مشرقی سیاح ایسا نہیں ملتا جو شیخ سعدیؔ سے سیر و سیاحت میں آگے ہو۔ گلستان و بوستان کی کئی حکایتوں سے ہمیں سعدی کی سیر و سیاحت کا پتہ چلتا ہے۔

سعدی کی سیر و سیاحت کے تعلق سے سوانح نگاروں نے بڑی عجیب وغریب باتیں لکھی ہیں لیکن گلستان اور بوستاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مشرق میں خراساں، ترکستان اور تا تار تک کی سیاحت کی ۔ بلخ اور کاشغر میں اقامت بھی رہی ہے۔ جنوب میں سومنات تک سعدیؔ پہونچے ہیں۔ سومنات میں آپ نے قیام کیا۔ سومنات سے مغربی ہندوستان کی سیاحت کے بعد بحری راستہ سے عرب کے لیے روانہ ہو گئے۔ شمال ومغرب میں، عراق، آذر بائیجان ۔ عرب، شام فلسطین اور ایشیائے کوچک سے آپ بار ہا گذرے ہیں ۔ اصفہان، تبریز، بصرہ کوفہ بیت المقدس، طرابلس الشرق ۔ دمشق ۔ روم کے شہروں اور دیہاتوں میں ایک مدت تک سعدیؔ کا آنا جانا رہا ہے۔ عرب اور افریقہ کو آپ کئی مرتبہ تشریف لے گئے اور وہاں قیام بھی کیا۔ اسکندریہ، مصر اور حبش کے واقعات کا ذکر آپ کے کلام میں ملتا ہے۔

خلیج فارس، بحر عمان، بحر ہند، بحر عرب، بحر قلزم اور بحر روم سے آپ کئی مرتبہ گذرے ہیں ۔ حج کے لیے آپ نے متعدد سفر کئے ہیں۔ آپ نے چودہ حج پیادہ پا کئے ہیں۔ ایک مرتبہ شہاب الدین سہروردی کے ساتھ دریائی سفر بھی کیا ہے۔

اگر گلستان کی بعض حکایتیں صرف شاعرانہ تخیلات نہیں ہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ سعدی نے شام اور بیت المقدس کے جنگلوں میں سقائی کی ہے ۔ ایک مرتبہ آپ دمشق والوں سے ناراض ہو کر فلسطین کے صحرا میں چلے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ وہاں عیسائیوں

نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ یہودی قیدیوں کے ساتھ آپ بھی خندق کی کھدائی کا کام کرنے لگے۔ ایک مدت کے بعد رئیسِ حلب اس طرف سے گذرا اس نے آپ کو پہچان لیا۔ وہ آپ کے مرتبہ سے واقف تھا۔ چنانچہ رئیس حلب نے دس دینار دیکر آپ کو عیسائیوں کی قید سے چھڑایا۔ اور اپنی بیٹی سے آپ کا نکاح کر دیا۔

آپ کی بیوی بہت بدمزاج تھی۔ اس کی بدمزاجی اور زبان درازی سے آپ کا دم ناک میں آ گیا۔ ایک مرتبہ اس نے آپ کو یہ طعنہ دیا کہ آپ وہی نہیں جس کو میرے باپ نے دس دینار دیکر خریدا ہے۔ شیخ سعدی نے جواب دیا کہ ہاں دس دینار میں خریدا تھا اور سو دینار میں آپ کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔

1.2.3 :- صبر و قناعت :- سیاحت کے دوران سعدی کو سختیوں اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک سال اسکندریہ میں سخت قحط پڑا اور درویشوں پر اس کا اثر ہوا۔ اس دور میں ایک ہیجڑا نہایت دولتمند تھا۔ دہ غریبوں اور پردیسیوں کو کھانا کھلاتا تھا یا نقدی دیتا تھا۔ کچھ درویشوں نے آپ سے اس کے یہاں چلنے کے لیے کہا۔ آپ نے دعوت میں جانے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ یہ بھی کہا کہ شیر بھوکا تو مر سکتا ہے۔ لیکن کتے کا چھوٹا کھا کر ذلت کی زندگی نہیں گذار سکتا۔ گلستان میں لکھتے ہیں کہ میں نے زمانہ کی سختی اور آسمان کی گردش کا کبھی شکوہ نہیں کیا۔ لیکن ایک موقعہ پر صبر و استقلال کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میرے پیروں میں نہ جوتے تھے اور نہ جوتے خریدنے کی استطاعت۔ غمگین اور تنگدل ہو کر کوفہ کی جامع مسجد میں پہنچا۔ وہاں ایک ایسے شخص پر نظر پڑی جس کے پیر ہی سرے سے نہ تھے۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ننگے ہی سہی پیر تو ہیں۔

سعدی صبر و قناعت، تسلیم و رضا کے پیکر تھے۔ مصائب و آلام کو انعام خداوندی شمار فرماتے تھے۔ غیرت اور دینی حمیت کو کسی صورت قربان کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوتے تھے۔

1.2.4 :- وطن کو واپسی :- سعد زنگی کے زمانہ میں شیراز کی حالت نہایت ابتر تھی۔ آپ تحصیل علم کے لیے بغداد کے مدرسۂ نظامیہ گئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد

شیراز واپس نہیں آئے۔ طویل مدت تک سیر وسیاحت میں مشغول رہے جب سعد زنگی کا بیٹا قتلغ خاں ابوبکر تخت پر بیٹھا تو شیراز میں خوشحالی کا دورہ دورہ ہوا۔ اس نے مساجد اور مدارس پر توجہ دی۔ شیراز میں ایک شفاخانہ بنوایا۔ جب دور دور تک اس کے عدل وانصاف کی شہرت پہنچ گئی تو سعدی کو وطن کی واپسی کا خیال ہوا۔ آپ شام سے عراق ہوتے ہوئے اصفہان میں قیام کر کے شیراز پہنچے۔ اس بادشاہ میں ایک عیب یہ تھا کہ وہ درویشوں کا قدردان تھا۔ عالموں کا نہیں۔ وہ ہمیشہ علماء وفضلا سے بدگمان رہتا تھا۔ اسی بدگمانی کی وجہ سے اس نے کئی ائمہ وعلماء کو شیراز سے نکلوادیا تھا۔

بادشاہ کا یہ رویہ دیکھ کر سعدؔی نے علم وفضیلت کا لباس اتار دیا اور درویشانہ زندگی اختیار کی اور اس درویشانہ لباس میں اصلاحی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ آپ نے گلستان میں لکھا ہے کہ ''بادشاہوں کو نصیحت وہی شخص کر سکتا ہے جسے اپنے سر کا خوف ہو اور نہ جسے زر کی امید''

سعدی کو سعد بن ابوبکر سے عقیدت تھی۔ اسی عقیدت وارادات کی بناء پر آپ نے اپنا تخلص سعدؔی رکھا۔ اور گلستان بھی اُسی کے نام پر لکھی گئی۔ سعد بن ابوبکر کا دردناک مرثیہ آپ کی کلیات میں ہے۔

1.2.5 :۔ تخلیقات :۔ سعدی کی تمام نظم ونثر، فارسی وعربی کی تالیفات جو زندگی میں اور وفات کے بعد مرتب کی گئی ہیں۔ تقریباً بارہ ہیں۔

ا۔ نثر میں چند مختصر رسالے

۲۔ گلستان (نثر)

۳۔ بوستان (نظم)

۴۔ پندنامہ (کریما)

۵۔ قصائد فارسی جن میں مرثیے، ملمعات، مثلثات اور ترجیعات بھی شامل ہیں

۶۔ قصائد عربیہ

۷۔ طیبات (پہلا دیوان)

۸۔ بدائع (دوسرا دیوان)

۹۔ خواتیم (تیسرا دیوان)

۱۰ ۔ غزلیاتِ قدیم

۱۱۔ صاحبیہ (مجموعہ)

۱۲۔ مطائبات وہزلیات

گلستان اور بوستان کو عالمگیر شہرت حاصل ہے۔ گلستان بوستان سے کئی اعتبار سے فوقیت رکھتی ہے کیونکہ فارسی نظم میں اور بھی کئی کتابیں ایسی ملیں گی جو حسنِ ادا اور شہرت میں بوستان کا مقابلہ کرسکتی ہیں۔ لیکن نثر میں پندوموعظت جیسے خشک موضوع پر کوئی کتاب ایسی نظر نہیں آتی جو گلستان کے پایہ کی ہو، گلستان و بوستان، ہندوستان، پاکستان ایران، افغانستان وغیرہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ گلستان کو جس قدر دوسری زبانوں میں منتقل کیا گیا ہے۔ اتنا فارسی کی اور کتاب کو نہیں کیا گیا۔ سعدی کی وفات ۶۹۱ھ م 1291ء میں شیراز میں ہوئی اور وہ اسی شہر میں دفن ہوئے۔

اپنی معلومات کی جانچ : نمونہ جوابات

سوال ۱۔ سعدی کی حیات پر روشنی ڈالیے

سوال ۲۔ سعدی کی سیر وسیاحت کا جائزہ لیجئے

جواب ۱ اور ۲ ان سوالوں کے جواب 1-2.1 سے 1.2.5 میں دیکھئے

1.3 : نمونہ امتحانی سوالات

۱۔ سعدی کی ابتدائی تعلیم کا حال بیان کیجئے۔

۲۔ سعدی نے نظامیہ مدرسہ میں کن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

۳۔ سعدی کو سیاحت کے دوران کن مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا

۴۔ سعدی کی زندگی کے چند اہم واقعات پر روشنی ڈالیے

۵۔ سعدی کی جملہ تصنیفات کے بارے میں اظہار خیال کیجئے

۶. نظامیہ مدرسہ کی اہمیت کے اسباب قلم بند کیجئے۔

1.4 : خلاصہ

اس اکائی میں، ہم نے آپ کو سعدی کی زندگی کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اغراض ومقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ کے علم میں آ چکا ہے کہ سعدی نے بغداد میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیر وسیاحت کو کیوں فوقیت دی اور ان کو وطن واپس لوٹنے کا خیال کب آیا۔ سیاحت کے دوران کن مصیبتوں سے سابقہ پڑا۔ اکثر فنکاروں کو شہرت مرنے کے بعد ملتی ہے۔ کسی کو شہرت وراثت میں ملتی ہے تو کسی کو زندگی میں ہی شہرت نصیب ہو جاتی ہے۔ سعدی کا شمار بھی ایسے خوش نصیب شاعروں میں ہوتا ہے۔ جنھیں اپنی زندگی میں ہی قابل رشک شہرت حاصل ہوگئی۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ، خواجہ مجدالدین ہمگر، حافظؔ امیر خسروؔ وغیرہ نے آپ کی ستائش کی۔ سعدی نے جن افکار کو نثر اور نظم میں پیش کیا ہے وہ کائنات کا مطالعہ، تاریخی واقعات کا مشاہدہ، سیر وسفر اور مختلف قوموں اور ملتوں سے ملنے کے بعد حاصل ہوئے۔ سعدیؔ کے افکار کے سرچشموں کا ذکر اگلی اکائی میں آئے گا۔ اپنی معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی۔ آخر میں نمونۂ امتحانی سوالات بھی دیئے گئے اور فرہنگ کے تحت نئے لفاظ کے معنی بھی سفارشی کتب کے نام درج کئے ہیں۔ یقین ہے کہ ان سب سے آپ استفادہ کریں گے

1.5 فرہنگ

اکتساب = حاصل کرنا

اکابر = اکبر کی جمع (بہت بڑے)

ائمہ = امام کی جمع

بربریت = وحشت

پرسی = پوچھ

حمیت = غیرت

دلم = میرا دل

زادم = میں پیدا ہوا

سعدیا = اے سعدی

مصائب = مصیبت کی جمع

ملمعات = ایک صنف جس میں ایک مصرع یا بیت فارسی کا ایک عربی کا ہوتا ہے

نتواں مرد بسخنی = سخن سے مرا نہیں جاتا۔ بات کرنے سے کوئی مر نہیں جاتا

1.6 : سفارتی کتب

ا۔ حیات سعدی ۔ الطاف حسین حالی

تاریخ ادبیات ایران ۔ ڈاکٹر رضازادہ شفق

مترجم ۔سید مبارز الدین رفعت

برجیس سلطانہ

سینیر لکچرر شعبۂ اردو میسور یونیورسٹی میسور

Course V

Unit-2 Block -1

اکائی (۲) سعدی شیرازی کا اسلوب

ساخت

2.0 :- اغراض ومقاصد

2.1 :- تمہید

2.2 :- سعدی شیرازی کا اسلوب

2.2.1 قصیدہ نگاری

2.2.2 غزل گوئی

2.2.3 مثنوی نگاری

2.2.4 گلستان کی اہمیت

2.3 :- نمونہ امتحانی سوالات

2.4 :- خلاصہ

2.5 :- فرہنگ

2.6 :- سفارشی کتب

2.0 :- اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- ☆ سعدؔی کا اسلوب
- ☆ سعدؔی کے قصائد
- ☆ سعدؔی کی غزل
- ☆ بوستان
- ☆ سعدؔی کے دور سے پہلے فارسی نثر کی خصوصیات
- ☆ سعدؔی کا نثری شاہ کار گلستان

☆ گلستان کی ادبی اہمیت سے واقف ہوسکیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کرسکیں

2.1 :- تمہید

گزشتہ اکائی میں آپ نے سعدؔی شیرازی کی زندگی کے حالات کا خصوصی مطالعہ کیا آپ سعدی کی ابتدائی تعلیم ۔ نظامیہ مدرسہ بغداد میں قیام، سیر و سیاحت وطن کو واپسی اور تصانیف سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے ۔ اب اس اکائی میں ہم آپ کو سعدؔی شیرازی کے اسلوب کے بارے میں تفصیلی طور پر واقف کرائیں گے ۔ سعدؔی نے مختلف اضاف سخن میں طبع آزمائی کی ۔ انہوں نے غزلیں بھی کہیں اور قصیدے بھی لکھے ۔ گلستاں اور بوستان کو سب سے زیادہ شہرت ملی ۔ گلستان نثری اسلوب کا شاہ کار ہے ۔ سعدؔی اس اسلوب کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی یعنی سعدؔی نے جس اسلوب کی بنیاد ڈالی اس کی تقلید کسی سے بھی نہ ہوسکی ۔ گلستان کی عظمت اور ادبی اہمیت کا آپ کو بھی اندازہ ہو جائے گا ۔ غزل ۔ قصیدہ، مثنوی کے اسلوب پر عموماً اور نثری اسلوب یعنی گلستان پر خصوصاً روشنی ڈالی جائے گی ۔ آخر میں اس اکائی کا خلاصہ بھی پیش کیا جائے گا ۔

2.2 :- سعدی شیرازی کا اسلوب

مغلوں کے دور کا روشن پہلو یہ ہے کہ فارسی زبان ایران سے باہر پھیلی ۔ اس دور میں ایران میں علوم وفنون کی ایسی نشاۃ الثانیہ ہوئی جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے ۔ سعدی، حافظ، رومی، جامی وغیرہ اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اس عہد میں ہندوستان میں بھی فارسی ادب کا عظیم مرکز بن گیا امیر خسرؔو، ظہورؔی، عرفؔی، فیضؔی وغیرہ شعراء نے فارسی شاعری کا بازار گرم کیا ۔

اس دور کا تاریک پہلو یہ ہے کہ غیر فطری طرز نگارش نے فارسی زبان کو عموماً اور فارسی نثر کو خصوصاً مصنوعی بنا دیا ۔ نظم ونثر کی سادگی ختم ہوگئی ۔ یعنی فارسی زبان میں پہلے سیدھی سادی، شیریں نثر لکھی جاتی تھی ۔ اس دور میں یہ رواج کم ہوگیا ۔ اس کی جگہ مصنوعی اور غیر فطری طرز نگارش نے لے لی ۔ شاعر اور ادیب لفاظی پر اتر آئے ۔ طویل استعاروں اور کنایوں میں مطالب ادا کرنے لگے ۔ مغلق اور مشکل الفاظ اور عبارتیں لانے لگے بے جا مبا

لغہ تشبیہیں، حشو وزواید سے کام لینے لگے۔ یہاں تک کہ تاریخی مطالب کو بیان کرنے کے لیے ثقیل عبارتوں سے تاریخی کتابوں کو پر کرنے لگے۔ تاریخ اوصاف کی پر تکلف طرز کی تقلید ایک مدت تک کی گئی۔ اس دور کی فارسی زبان میں بے شمار عربی الفاظ کے ساتھ ساتھ ترکستانی الفاظ بھی داخل ہو گئے۔ چنانچہ فارسی نثر اور شاعری بڑی حد تک مصنوعی اور غیر فطری ہو گئی لیکن شاعروں اور ادیبوں کے ایک طبقے نے قدیم طرز کو برابر قائم رکھا مثلاً سعدیؔ نے گلستان اور غزلیات میں یہ تبدیلی آنے نہیں دی۔

سعدیؔ نے شاعری کی تمام صنعتوں میں طبع آزمائی کی ہے اور ہر صنف سے خوب عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ گلستان نثر میں ہے۔ نظم میں سعدی کی مثنوی بوستان اور غزلیات بہت اہم ہیں غزلیات کی بنا پر آپ کو ایران کا سب سے بڑا غزل گو شاعر قرار دیا جاتا ہے۔

2.2.1 :- قصیدہ نگاری

منصور بن مہدی کے زمانے سے شعراء کو نہایت قیمتی انعامات ملنے لگے تو عالموں اور فاضلوں نے قصیدہ گوئی کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ آپ کو فردوسی، اسدی، سنائی انوری، ظہیر فاریابی سے عقیدت تھی۔ آپ کو مبالغہ اور خوشامد سے نفرت۔ آپ کے قصیدوں میں متقدمین کی طرح تفصیل، اغراق اور مضمون آفرینی نہیں ملتی۔ آپ کے قصیدے متقدمین سے زیادہ روشن، سادہ اور بے تکلف ہیں۔ آپ نے ممدوح کی کہیں بے جا تعریف نہیں کی بلکہ ان کو پند و نصیحت سے نوازا ہے۔ سعدی نے قصیدے کو نہ صرف فصاحت بخشی بلکہ اس کو پند و وعظ میں تبدیل کر دیا اس لیے ان کے قصیدے کا موضوع خدا کی حمد وثنا، پند و نصیحت، مرثیہ وغیرہ ہے سعدی کے قصاید کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہایت شگفتہ انداز میں اپنے زمانے کے بادشاہوں اور امیروں کو عدل و انصاف کی طرف راغب کرتے ہیں۔ جاہ وجلال کے زوال اور زمانے کے انقلاب سے آگاہ کرتے ہیں۔ آپ نے قصیدے کو لوگوں کے خیالات کی اصلاح و راخلاق کی صفائی کا ذریعہ بنایا ساری دنیا جبکہ جہالت کی تاریکی میں غرق تھی آپ نے حکمرانوں کے راستے نہ صرف چراغِ ہدایت روشن کیا بلکہ حقیقت کو دلیری اور بے باکی کے ساتھ ان کے سامنے بیان کیا۔ ایسی نصیحت اس زمانے میں نہ

صرف ادبیات ایران میں بلکہ تمام دنیا کی ادبیات میں اپنی مثال آپ ہے۔

2.2.2 غزل گوئی :- فارسی زبان میں غزل کو مقبولیت سعدؔی کی وجہ سے ملی۔ آپ کے دور میں قصائد لکھنے کا رواج عام تھا اگر شعرا غزل بھی کہتے تو قصیدے کے رنگ میں کہتے۔ انورؔی، خاقاؔنی، ظہیؔر وغیرہ کے دیوان میں غزلیں بھی ملتی ہیں مگر غزل کی وہ خصوصیت جو صحیح معنوں میں غزل کو غزل بناتی ہے ان کے پاس نہیں ملتی۔ سعدی نے قصیدہ کو نظرانداز کیا اور غزل کو اہمیت دی۔ غزل میں ایسا کمال دکھایا کہ قصیدہ پیچھے رہ گیا۔ آپ کے چار دیوان ہیں۔ پہلا طیبات' دوسرا بدائع تیسرا خواتیم اور چوتھا صاحبیہ۔ آپ کو بعض شعراء نے غزل کا پیمبرؔ کہا ہے تذکرہ نویسوں نے آپ کے دیوان کو ''نمکدان شعرا'' لکھا ہے

سعدؔی نے غزل میں وسعت پیدا کی۔ آپ کی غزلوں کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سادگی' شیرینی اور روانی پائی جاتی ہے۔ آپ کی غزلوں میں سادگی' سنائی کے ساتھ نزاکت بھی پائی جاتی ہے۔ ایسی نزاکت سے قدما کا کلام خالی ہے غزل میں آپ لطیف احسا سات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ عشق وذوق، شوروشوق، تخیل کی بلند پروازی، باریک بینی اور مضمون آفرینی سے کام لے کر غزل کو منفرد حیثیت دیتے ہیں۔ عشق وعاشقی کے معاملا ت کو بڑی سادگی سے باندھتے ہیں۔ طرز بیان میں ترنم اور موسیقیت پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ نے عشق حقیقی کی واردات کو عشق مجازی کے پردے میں بیان کیا، جن اصول پر آپ نے غزل کی بنیاد رکھی ان کو تمام غزل گو شعراء نے اختیار کیا۔ غزل میں لذت اپنی جا دو بیانی سے پیدا کی۔ آپ کے جدت پسند دماغ نے غزل کے لیے ایک نئی شاہراہ نکالی جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک تھی یعنی مجاز اور حقیقت کی آمیزش کی اور ظاہری عشق میں تصوف اور درویشی کا نمک ملا دیا۔ آپ کا کلام تصنع وبناوٹ سے پا ک ہے۔ آپ کی کی غزل کا یہ اسلوب اتنا ہر دل عزیز اور مقبول ہوا کہ آپ غزل کی پہچان بن گئے۔

2.2.3 :- مثنوی نگاری :- یہ سعدی کی مثنوی ہے۔ اس میں آپ نے جو حکایتیں

بیان کی ہیں اور جو اخلاقی تعلیم دی ہے وہ گلستان ہی کی طرح آفاقی اور دوامی حیثیت رکھتی ہے بوستاں دس ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب :۔ عدل اور تدبیر ورائے

دوسرا باب :۔ احسان کی فضیلت

تیسرا باب :۔ عشق و مستی و شور

چوتھا باب :۔ تواضع

پانچواں باب :۔ رضا کی فضیلت

چھٹا باب :۔ قناعت

ساتواں باب :۔ تربیت

آٹھواں باب :۔ شکر برعافیت

نواں باب :۔ توبہ وصواب

دسواں باب :۔ مناجات

بوستان کی مقبولیت کا سبب یہ نہیں ہے کہ اخلاق اور تہذیب نفس کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔اس کی مقبولیت سعدی کے حسن بیان اور لطف ادا کی وجہ سے ہے۔مبالغہ بہت کم ہے اور جہاں کہیں مبالغہ پایا جاتا ہے لطافت سے خالی نہیں ہوتا آپ نے اپنے ہی واقعات لکھے ہیں اور ان سے نتیجے اخذ کیے ہیں۔معمولی باتوں سے نہایت لطیف نکتے پیدا کیے ہیں۔آپ کی جادو بیانی قارئین کو متاثر کرتی ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ نمونہ جواب

سوال ۱ سعدی کے اسلوب پر روشنی ڈالئے۔

سوال ۲ سعدی کی غزل گوئی کا جائزہ لیجیے۔

جواب اس سوال کا جواب 2.2.1 اور 2.2.2 کے تحت دیکھیے

2.2.4 :۔ وجہ تالیف :۔ سعدؔی جب شیراز لوٹے اور اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی عمر کا بیشتر حصہ تلف ہو گیا ہے۔ سیر و سیاحت سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ دوڑ دھوپ میں زندگی بے کار ہو گئی۔ آخرت کو سنوارنے کا خیال آیا اور گوشۂ تنہائی اختیار کر لی۔ دوستوں کو سعدی کا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ سب نے مل کر سعدی کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ

اگر چہ پیش خرد مند خاموشی ادب ست
بوقتِ مصلحت آں بہ کہ در سخن کوشی
دو چیز طیرۂ عقل ست دم فرو بستن
بوقتِ گفتن و گفتن بوقتِ خاموشی

یعنی عقلمند کے پاس خاموشی ادب میں شمار ہوتی ہے مگر مصلحت کے وقت خاموشی کے بجائے تکلم بہتر ہے۔ بات چیت کرنے کے موقع پر خاموشی اور خاموشی اختیار کرنے کے دوران بکواس خرابیٔ عقل کی دلیل ہے اس کے جواب میں سعدی نے کہا ۔

برائے نزہتِ ناظراں وفسحتِ حاضراں کتاب گلستاں توانم تصنیف کردن کہ با دِخزاں را بر ورق اودستِ تطاول نباشد وگردشِ زمانِ عیش ربیعش را بہ طیش خریف مبدل نکند یعنی اہلِ نظر کی خوشحالیاں اور ساتھیوں کی فرحت سامانی کے لیے ایک ایسے گلستان کی داغ بیل ڈالوں کہ اس گلشن کے کسی بھی پتے پر موسمِ خزاں کی وست درازی نہ ہو پائے اور اس کی بہار آفریں زندگی پر تند و تیز ہواؤں کے بادل نہ منڈلائیں۔

یہی وہ تہذیب و اخلاق کا گلستانِ سدا بہار ہے جس کو آراستہ کرنے کے لئے سعدی نے اپنی طویل علمی و عملی زندگی کا عطر استعمال کیا ہے۔

2.2.5 :۔ گلستان کی اہمیت :۔ ادبستانِ فارس میں گلستان ایک ایسا فلک بوس مینا رہے جو علم و ادب، اخلاق و فلسفہ کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ ہندوستان و ایران میں ہی نہیں، عالمی زبانوں کے مختلف ادیبوں نے بھی اس سے استفادہ کیا ہے اس طرز کو اپنانے کے لیے بہت سے ادیبوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر کسی کو وہ کامیابی نصیب نہیں ہوی جو گلستان کے

حصے میں آئی ہے۔گلستان کے اسلوب میں ایک انوکھی جدت پائی جاتی ہے۔ فارسی ادب میں اس طرز کے آپ ہی موجد معلوم ہوتے ہیں۔کئی ادیبوں اور شاعروں نے ان اس طرز سے استفادہ کیا ہے۔اس کے فکری انداز میں بے حد جاذبیت ہے۔گلستان کے اشعار اور حکمتیں آسانی سے از بر ہو جاتی ہیں اس کے بعض اشعار اور عبارتیں ضرب المثل بن گئی ہیں۔اس کتاب کا ترجمہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے گلستان دراصل پند و نصیحت اور تہذیب واخلاق کا خزینہ ہے اس کی حکایتوں اور حکمتوں کے پس پردہ ادب، تربیت اور تہذیب نفس ہے۔سعدیؔ کا کمال یہ ہے حقائق کو ازراہِ تمثیل بڑے دلکش انداز میں پیش کر دیتے ہیں۔طوالتِ کلام اور استدلال سے احتراز کرتے ہیں۔

گلستان آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب :۔ سیرتِ پادشاہاں

دوسرا باب :۔ اخلاقِ درویشاں

تیسرا باب :۔ فضیلتِ قناعت

چوتھا باب :۔ فوائدِ خاموشی

پانچواں باب :۔ عشق و جوانی

چھٹا باب :۔ ضعفِ پیری

ساتواں باب :۔ تاثیر تربیت

آٹھواں باب :۔ آدابِ صحبت

آپ جانتے ہیں کہ سعدی شیریں، سہل اور رواں نثر نگاری کے پیشوا ہیں بلکہ بے ہمتا نثر نگار ہیں۔ان کی نثر ان کی نظم کی ہم پلہ ہے۔آپ سے پہلے کسی نے ایسی نثر نہیں لکھی۔گلستان کے طرز تخیل سے متاثر ہو کر کسی نے بہت سچ کہا کہ ’’گلستان ایرانی ادبیات کا گل سرسبد ہے۔‘‘الفاظ کے حسن انتخاب سے آپ کی طرز تحریر ایک خاص وقار کی حامل ہوگئی ہے۔

ڈاکٹر رضا زادہ شفق لکھتے ہیں کہ’’سعدی نے پیش رو مسجع نگاروں میں شیخ عطار پر گویا خط بطلان کھینچ دیا ہے۔کئی مسجع نگار آپ کے آگے ماند پڑ گئے ہیں۔نثر مرسل کے پیش روصا

حب کلیلہ ودمنہ ابوالموانی نصراللہ کی عبارت گلستان کے روبرو سرنگوں ہو جاتی ہے۔ یہ تو اظہر من الشّمس ہے کہ مسجع نگاری میں تصنع لازم ہوتا ہے۔ آمد کی بجائے آورد نظر آتا ہے۔ اس کے باوجو دگلستان کی عبارت پر تصنع کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا' بلکہ آہنگِ جاناں کی طرح اس کی عبارت شیریں، گوش نواز اور دلفریب ہے، اور یہ سدابہار عبارت کا مرقع ہے

سعدی کا اسلوب جو گلستان میں بہار دکھا رہا ہے اس کی اہم خوبی یہ ہے کہ وہ عبارت میں موزوں اشعار کا استعمال کرتے ہیں جس سے ان کی بات میں ایک خاص اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ خصوصاً جب وہ عبارت میں قرآنِ حکیم سے اشتہاد کرتے ہیں اور آیاتِ ربانی کو شعر ی جامہ پہناتے ہیں۔ مثلاً **اَنَا اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ** کی تشریح یوں کی ہے

اور ہم اس بندے سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں

دوست نزدیک تر از من بمن است —ویں عجیب تر کہ من از وی دورم

چکنم با کہ تواں گفت کہ او — در کنارِ من و من مہجورم

ترجمہ :۔ میرا دوست مجھ سے میری ذات سے زیادہ قریب ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ میں اس سے دور ہوں کیا کروں اور کس سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ وہ میری بغل میں ہے اور میں اس سے جدا ہوں۔

گلستان کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں کہ اس میں حکمران اور امراء کے علاوہ خواص وعوام کو بھی اصلاح اور نیکوکاری کی طرف شگفتہ اور دلپذیر انداز میں متوجہ کیا گیا ہے۔ زمانہ انقلا ب ماحول کا تغیر، وقت کا تقاضا اور احوال پر تبصرہ کیا ہے نیز خواص وعوام کو تنبیہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں رکھی ہے۔ انسانی نفسیات کو تاریخی مشاہدات کے آئینہ میں دکھایا اور اس حرس دلیرانہ نصیحت دنیائے ادب میں بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ اصحابِ سیف وقلم کے سامنے حقائق کو بے نقاب کر کے چراغِ ہدایت روشن کرنا سعدی کا بے نظیر کارنامہ ہے۔ گویا آپ نے ایرانی ادبیات میں حق پرستی اور آزادی کی روح پھونک دی ہے۔ اپنی توجہ عبارت آرائی اور مبا لغہ آمیزی کے بجائے معاشرتی اصلاح' اخلاق کی صفائی' حق پروری اور دادگستری پر مرکوز کی

گلستان کے لطیف ترین حصے وہ ہیں جہاں سعدی اپنی عرفانی نکات کے ساتھ ساتھ فطرت کی کی نغمہ سنجی، نسیم کی سرسراہٹ اور مرغانِ نواسنج کی دلکش صدا سناتے ہیں کہ سب کے سب نہایت ذوق وشوق کے عالم میں وحدت کا نغمہ اور آہنگ تخلیق کا مترنم ترانہ الاپ رہے ہیں۔ایسے میں خود مصنف پر بھی جذب مستی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔اور وہ بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں۔

دوش مرغے بصبح می نالید ۔ عقل وصبرم ببرد وطاقت وہوش
یکے از دوستانِ مخلص را ۔ مگر آواز من رسید بگوش
گفت باور نداشتم کہ ترا ۔ بانگِ مرغی چنیں کند مدہوش
گفتم ایں شرط آدمیت نیست ۔ مرغ تسبیح خواں ومن خاموش

ترجمہ :۔ گذشتہ رات صبح صادق کے وقت ایک مرغ نالہ وفریاد کر رہا تھا اس کی فریاد سے میری عقل، صبر طاقت اور ہوش جاتے رہے۔میرے مخلص دوستوں میں سے ایک کے کان میں شاید میری آواز (گریہ وزاری) پہنچ گئی اس نے کہا (سعدی) مجھے یقین نہیں آتا کہ ایک مرغ کی آواز تجھکو ایسا مست کر سکتی ہے۔میں نے کہا یہ انسانیت نہیں ہے کہ پرندے اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں لگے ہوئے ہوں اور میں خاموش رہوں۔

اس طرح آپ کی جامع نظر اور رائے محیط حقائق کی روح کو پالیتی ہے اور وہی وحدت کی بلندی سے انسانیت کی تفرقہ بندی کو یگانگت، اتحاد اور اتفاق کی صدا دیتے ہیں۔گلستان اصلاحی امور، اجتماعی نکات، اخلاقی اسرار اور تربیتی حقائق سے آراستہ ہے۔اس کتاب کو عالمی ادب میں بلند ترین مقام حاصل ہے کیونکہ اس کتاب کی ہر بات میں فائدہ منداور عمیق مطالب چھپے ہوئے ہیں۔جن سے ہر آدمی اپنی زندگی میں دوچار ہوتا ہے۔خلفائے عثمانیہ اور سلاطین ہند کے درس میں یہ کتاب داخل رہی۔

گلستان میں عاشقانہ مضامین بھی ہیں عارفانہ اقوال عشرت کی بزم آرائی بھی ہے خیالات کی رزم آرائی بھی اخلاق، تربیت اور پند ونصیحت کے دفاتر بھی معاصر علماء فضلا اور ادبا سے بھی سعدی کے ادبی روابط تھے۔آپ کی عظمت کا اعتراف نہ صرف آپ کے معاصرین

نے کیا ہے بلکہ بعد آنے والے ادیبوں اور شعرا نے کیا خوب سراہا ہے اور آپ کی بزرگی کا اعترا ف کرتے ہوئے عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔ خواجہ تبریزؔ، حافظؔ شیرازی، امیر خسروؔ اور غالبؔ جیسے مشاہرین علم وادب سعدیؔ کی مدح میں رطب اللسان ہیں۔

اپنی معلومات کی جانچ :۔ نمونہ جوابات

سوال ا : گلستان کی اہمیت پر روشنی ڈالئے

جواب 2.2.4 کے تحت دیکھئے

2.3 :۔ نمونہ امتحانی سوالات

ا۔ سعدیؔ کے قصائد کی امتیازی خصوصیات رقم کیجئے

۲۔ سعدیؔ کی غزل گوئی پر اظہارِ خیال کیجئے

۳۔ گلستان کے پیش نظر سعدیؔ کے اسلوب پر روشنی ڈالیے

۴۔ گلستان کی امتیازی خصوصیات بیان کیجئے۔

2.4 :۔ خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے آپ کو سعدی کے اسلوب کے بارے میں تفصیل سے بتایا اغراض ومقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ کے علم میں آچکا ہے کہ سعدی نے قصیدے میں کس طرح تبدیلی کی اور اس کو پند وموعظمت کا ذریعہ بنایا۔ آپ کے عہد میں قصائد کا رواج عام تھا۔ شعراء اگر غزل بھی کہتے تو قصیدے کے رنگ میں کہتے۔ آپ نے قصیدے کو نظر انداز کیا اور غزل کو اہمیت دی۔ اپنے تجربات اور مشاہدات کو گلستان اور بوستان کے روپ میں پیش کیا۔ گلستان اور بوستان در حقیقت فارسی ادبیات کے چاند وسورج ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نے ایسی نثر نہیں لکھی جو گلستا ن میں اپنی بہار دکھا رہی ہے۔ اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی۔ آخر میں نمونہ امتحانی سوالات بھی دیئے گئے اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی بھی۔ یہاں بھی سفارشی کتب

کا حوالہ بھی۔ یقین ہے کہ ان سب سے آپ استفادہ کریں گے۔

2.5 : فرہنگ

الفاظ معنی

احتراز = بچنا۔ پرہیز کرنا

ازبر = حفظ کرنا۔ یاد کرنا

گل سرسبد = ممتاز۔ اچھا

سیف = تلوار

آہنگ = انداز

استدلال = دلیل لانا

مدح = تعریف

نگوں = اوندھا

بطلان = ضائع ہونا

کنار = بغل

مہجور = جدا

تصنع = بناوٹ

تلف = ضائع ہونا

دوام = ہمیشگی

حشو = بھرتی کا لفظ

پند = نصیحت

مرکوز = گڑا ہوا، مرکز

شواہد = شاہد کی جمع گواہ

نزہت = بے عیب پاکیزگی

فسحت = کشادگی، وسعت

تطاول= ظلم

خریف = خزاں کا موسم

طیرہ= عیب

دم فرو بستن= چپ رہنا

بانگ= آواز

مدہوش= مست

2.6 : سفارشی کتب

۱۔ حیات سعدی الطاف حسین حالی

۲۔ تاریخ ادبیات ایران ۔ ڈاکٹر رضا زادہ شفق مترجم سید مبارز الدین رفعت

۳۔ نگارستان فارس ۔ محمد حسین آزاد

برجیس سلطانہ

سینئر، لکچرر شعبہ اردو۔ مانسا گنگوتری

میسور

Unit : 3

Block : 1

اکائی (۳) گلستان سعدی۔

تیسرا باب: قناعت کی فضیلت میں

ساخت

3-0 :۔ اغراض ومقاصد

3-1 :۔ تمہید

3-2 :۔ متن (تیسرے باب کی بیس حکایتیں)

3-3 :۔ متن کا ترجمہ

3-4 :۔ نمونہ امتحانی سوالات

3-5 :۔ خلاصہ

3-6 :۔ فرہنگ

3-7 :۔ سفارشی کتب

3.0 :۔ اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ تیسرا باب "درفضیلت قناعت" کی بیس حکایتوں کے متن سے واقف ہوسکیں

☆ ان حکایتوں کا ترجمہ کرسکیں

☆ قناعت پیغمبرانہ شیوہ ہے

☆ قناعت، انسان کی بہترین عادت ہے

☆ فقر وفاقہ کو برداشت کرنا امرا کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے ہزار درجہ بہتر ہے

☆ قناعت کی فضیلت کے بارے میں معلومات حاصل کرسلیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کرسکیں۔

3-1 :۔ تمہید

گزشتہ دو اکائیوں میں آپ نے شیخ سعدی کی حیات وخدمات اور ان کے طرز تحریر کا خصوصی مطالعہ کیا۔ آپ سعدی کے طرز تحریر سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ اب اس اکائی میں ہم آپ کو باب سوم ''درفضیلت قناعت'' کی بیس حکایتوں کے متن سے تفصیلی طور پر واقف کرائیں گے۔ ان حکایتوں کا ترجمہ بھی کیا جائے گا۔

ترجمہ لفظی بھی ہوتا ہے۔ بامحاورہ بھی اور آزاد بھی۔ لفظی ترجمہ بے فائدہ ہوتا ہے آزاد ترجمہ درس میں کام نہیں آتا۔ بامحاورہ ترجمہ ہی صحیح، مفید اور کارآمد ہوتا ہے۔ فارسی کا اردو میں پورا پورا ترجمہ نہیں ہوتا کیوں کہ اردو میں اکثر وہی فارسی الفاظ آتے ہیں۔ البتہ روزہ مرہ اور محاورہ کو اردو کے قالب میں ڈھالنا پڑتا ہے۔ ہم نے ترجمہ بڑی حد تک بامحاورہ کیا ہے۔

3.2 :۔ متن گلستان سعدی۔۔۔باب سوم۔درفضیلت قناعت

3-2 حکایت نمبرا

خواہندۂ مغربی درصفِ بزازانِ حلب می گفت اے خداوندانِ نعمت اگر شمارا انصاف بودے و مارا قناعت رسم سوال از جہاں برخاستے

قطعہ :۔ اے قناعت توانگرم گرداں ۔ کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست

کنجِ صبر اختیار القمان ؑست ۔ ہر کہ راصبر نیست حکمت نیست

3-2-1 :۔ حکایت نمبر۲ :۔

دو امیر زادہ درمصر بودند یکے علم آموخت ودیگر مال اندوخت۔ عاقِبَۃُ الْاَمْرُ یکے علاّمہ گشت وآں دیگر عزیز مصر شد۔ پس آں توانگر بچشم حقارت درفقیہ نظر کردے وگفتے من بہ سلطنت رسیدم وتو ہمچناں درمسکنت بماند۔ گفت اے برادر شکر باری نعمت عزَّ اِسْمُہٗ ہمچناں برمن افزوں ترست کہ میراثِ پیغمبراں یافتم یعنی علم وترا میراثِ فرعون وہامان رسیدہ یعنی

مُلک مصر

مثنوی :۔ من آں مورم کہ در پایم بمالند ۔ نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند

کجا خود شکر ایں نعمت گذارم ۔ کہ زور مردم آزاری ندارم

3.2.2 حکایت نمبر۳ :۔ درویشے راشنیدم کہ در آتشِ فاقہ می سوخت وخرقہ بخرقہ می دوخت وتسکین خاطر خود را می گفت

شعر بنانِ خشک قناعت کنیم وجامۂ دلق ۔ کہ رنج محنت خود بہ کہ بارِ منتِ خلق

کسے گفتش چہ نشینی کہ فلاں دریں شہر طبعے کریم دارد وکرمے عمیم میان بخدمتِ آزادگان بستہ وبر دردلہا نشستہ ۔ اگر بر صورت چنانکہ ہست وقوف یابد پاسِ خاطرِ عزیزاں داشتن منّت دارد وغنیمت شمارد وگفت خاموش کہ در پستی مردن بہ کہ حاجت پیشِ کسے بردن

قطعہ :۔ ہم رقعہ دوختن بہ والزام کنج صبر : کز بہر جامہ رقعہ بر خواجگاں نبشت

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است رفتن بہ پایمردی ہمسایہ در بہشت

3.2-3 :۔ حکایت نمبر۴

یکے از ملوکِ عجم **طبیبے** حاذق را بخدمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد۔ سالے چند در دیار عرب بود کسے تجربتے پیش وے نیامد ومعالجتے از وے درنخواست ۔ پیش پیغمبر آمد وگلہ کرد کہ مرا ایں بندہ را برائے معالجتِ اصحاب بخدمت فرستادہ اند دریں مدت کسے التفاتے نہ کرد تا خدمتے کہ بر بندہ معیّن ست بجا آرد رسول صلی اللہ علیہ وسلم گفت ایں طائفہ را طریقے ہست کہ تا اشتہا غالب نہ شود نخورند وہنوز اشتہا باقی بود کہ دست از طعام بدارند حکیم گفت ہمیں ست موجبِ تندرستی زمینِ خدمت ببوسید ورفت

مثنوی:۔ سخن آنگہ کند حکیم آغاز : یا سرِ انگشت سوئے لقمہ دراز

کہ زنا گفتنش خلل زائد : یا زنا خوردنش بجاں آید

لاجرم حکمتش بود گفتار : خوردنش تندرستی آرد بار

3-2.4 :۔ حکایت نمبر۵

در سیرتِ اردشیر بابکاں آمدہ است کہ حکیم عرب را پرسیدند کہ روزے چہ مایہ

طعام باید خوردن چہ گفت صد درم سنگ کفایت کند گفت ایں قدر چہ قوّت دہد گفت

هٰذَا الْمِقْدَارُ ایَحْمِلُکَ وَمَا زَادَ عَلیٰ ذَالِکَ فَاَنْتَ حَامِلَہٗ یعنی ایں

قدر ترا بر پا میدارد و ہرچہ بریں زیادت کنی حمالِ آنی

شعر :۔ خوردن برائے زیستن و ذکر کردن ست تو معتقد کہ زیستن از بہرِ خوردن ست

3-2-5 :۔ حکایت نمبر ۶

دو درویش خراسانی ملازمِ صحبت یکدگر سفر کردندے ۔ یکے ضعیف بود کہ بعد دو شب افطار کردے دیگرے قوی کہ روزے سہ بار خوردے اتّفاقاً بردرِ شہرے بہ تہمتِ جاسوسی گرفتار آمدند ہر دو را بخانہ درکردند و بہ گلِ برآوردند بعد از دو ہفتہ کہ معلوم شد کہ بے گناہانند در بکشادند قوی را دیدند مردہ و ضعیف جاں بسلامت بُردہ مردم دریں عجب بماندند حکیمے گفت خلافِ ایں عجب بودے کہ ایں یکے بسیار خوار بودہ است طاقتِ بے نوائی نیاورد و ہلاک شد و آں دگر خویشتن دار بود لا جرم بر عادتِ خود صبر کرد و بسلامت خلاص یافت

قطعہ :۔ چو کم خوردن طبیعت شد کسے را : چو سختی پیشش آید سہل گیرد

وگر تن پروری ست اندر فراخی : چو تنگی بیند از سختی بمیرد

3.2.6 :۔ حکایت نمبر ۷

یکے از حکما پسر را نہی ہمی کرد از بسیار خوردن کہ سیری مردم را رنجور کند گفت اے پدر گرسنگی خلق را بکشد نشنیدہٴ کہ ظریفاں گویند بہ سیری مردن بہ کہ گرسنگی بردن گفت اندازہ نگہدار **کُلُوْا واشربوا وَلَا تُسْرِفُوْا**

شعر :۔ نہ چنداں بخور کز دہانت برآید : نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید

باآنکہ در وجودِ طعامست عیشِ نفس رنج آورد طعام کہ بیش از قدر بود

قطعہ :۔ گر گلشکر خوری بہ تکلّف زیاں کند : ور نانِ خشک دیر خوری گلشکر بود

3.2-7 :۔ حکایت نمبر ۸

رنجورے را گفتند دلت چہ می خواہد گفت آں کہ دلم چیزے نخواہد

شعر: معدہ چوں پر گشت و شکم دردخاست سود ندارد ہمہ اسباب راحت

3.2.8 حکایت نمبر۹

بقالے رادر مے چند بر صوفیاں گرآمدہ بود درواسط ہر روز مطالبت کردے وسخنہا ئے باخشونت گفتے اصحاب از تعنت او خستہ خاطر ہمی بودند واز تحمل چارہ نبود صاحبدلے دراں میاں گفت نفس را وعدہ داون بطعام آسان ترست کہ بقال را بدرم

قطعہ :۔ ترکِ احسانِ خواجہ اولیٰ تر : کاحتمال جفائے بوّابان

بہ تمنائے گوشت مردن بہ : کہ تقاضائے زشتِ قصّاباں

3-2-9 :۔ حکایت نمبر۱۰

جواں مردے رادر جنگِ تاتار جراحتے رسید کسے گفت فلاں بازارگاں نوشدارو دارد اگر بخواہی باشد کہ دریغ ندارد گویند کہ بازارگاں بہ بخل معروف بود

شعر :۔ گر بجائے نانش اندرسفرہ بودے آفتاب

تا قیامت روزِ روشن کس ندیدے در جہاں

جوانمرد گفت اگر دارو خواہم از و دہد یا ندہد واگر دہد نفع کند یا نہ کند بارے خواستن از وزہر کشندہ است۔

شعر :۔ ہر چہ از دوناں بہ منت خواستی : درتن افزودی واز جاں کاستی

حکیماں گفتہ اند اگر آب حیات فروشند فی المثل بآبروی دانا نخرد کہ مردن بعزّت بہ از زندگانی بمذلّت

شعر :۔ اگر حنظل خوری از دستِ خوشروی : بہ از شیرینی از دست ترش روی

3-2-10 :۔ حکایت نمبر۱۱

یکے از علماء خورندہ بسیار داشت وکفاف اندک یکے را از بزرگاں کہ معتقد او بود گفت روی از توقع او درہم کشیدہ تعریض سوال از اہل ادب درنظرش قبیح آمد

قطعہ :۔ بخت روی ترش کردہ پیش یار عزیز : مرد کہ عیش برو نیز تلخ گردانی

بحاجتے کہ روی تازہ روی وخنداں رو : فرو نہ بندد کارِ کشادہ پیشانی

ردہ اند کہ اندکے در وظیفہَ او زیادت کردو بسیارے از ارادت کم دانشمند چوں پس از چند

روز مودت معہود برقرار ندید گفت

شعر :۔ بِئسَ المَطَا عِمُ حِینَ الذُّ لَ تکسِبُھَا
اَلقِدْ رُ مَنْتَصَبَ وَالقَدْرُ مَخْفُوْ ضَ

فرد نانم افزود و آبرویم کاست : بے نوائی بہ از مذلّت خواست

3.2-11 :۔ حکایت نمبر ۱۲

درویشے را ضرورتے پیش آمد کسے گفت فلاں نعمتے دارد کامل و کرم نفسی شامل اگر برحاجتِ تو واقف گردد ہمانا کہ درقضائے آں توقف رواندازد گفت من اورا ندانم گفت منت رہبری کنم دستش گرفت تا بہ منزل آں شخص درآورد یکے را دید لب فروہشتہ وتند نشستہ بر گشت و سخن نگفت کسے گفتش چہ کردی گفت عطائے اورا بہ لقائے او بخشیدم

قطعہ :۔ مبر حاجتِ بنزدیک ترش روی : کہ از خوئی بدش فرسودہ گردی
اگر حاجت بری نزد کسے بر : کہ از رویش بنقد آسودہ گردی

3.2-12 :۔ حکایت نمبر ۱۳

خشک سالی در اسکندریہ پدید آمد چنانکہ عنانِ طاقتِ درویشاں از دست رفتہ بود و در ہائے آسماں برزمیں بستہ و فریاد اہل زمیں بہ آسماں پیوستہ

قطعہ :۔ نماند جانور از وحش و طیر و ماہی و مور : کہ بر فلک نشد از بیمرادی افغانش
عجب کہ دود دلِ خلق جمع می نشود : کہ ابر گردد و سیلاب دیدہ بارانش

درچنیں سالے **مخنثے** دور از دوستاں کہ سخن در وصفِ او ترکِ ادب ست خاصۃً در حضرت بزرگاں و بطریق اہمال ازاں درگزشتن ہم نشاید کہ طائفہ بر عجز گوئندہ حمل کنند بریں دو بیت اختصار کنیم کہ اندک دلیل بسیارے باشد و مشتے نمونۂ خروارے

قطعہ :۔ تتری گر کشد مخنّث را : تتری را دگر نباید کشت
چند باشد چو جسرِ بغدادش : آب در زیر و آدمی بر پشت

چنیں شخصے کہ ایک طرف از نعتِ او شنیدی دریں سال نعمتِ بیکراں داشت تنگدستاں را سیم و زر دادے و مسافراں را سفرہ نہادے گروہے درویشان از جورِ فاقہ بطا

قت رسیدہ بودند آہنگِ دعوتِ اوکروندو مشورت بمن آوار دند سر از موافقت باز زدم و گفتم

قطعہ :۔ نخورد شیر نیم خوردہ سگ : گر بہ سختی بمیر داند رغار

تن بہ بے چارگی و گرسنگی : بنہ ودست پیش سفلہ مدار

گر فریدوں شود بہ نعمت و ملک : بے ہنر را ہیچ کس مشمار

پرنیاں و نسیج برنا اہل : لاجورد و طلاست بر دیوار

3.2.13 :۔ حکایت نمبر ۱۴

حاتم طائی را گفتند از خود بزرگ ہمّت تر در جہاں دیدۂ یا شنیدۂ گفت بلے روزے چہل شتر قربان کردہ بودم امرائے عرب را پس بگوشۂ صحرائے بحاجتے بروں رفتہ بودم خار کشے را دیدم پشتۂ خار فراہم آوردہ گفتمش بمہمان حاتم چرا نروی کہ خلقے بر سماطِ او گرد آمدہ اند گفت

فرد :۔ ہر کہ نان از عملِ خویش خورد : منّتِ حاتم طائی نبرد

انصاف دادم کہ من او را بہ ہمّت و جوانمردی بیش از خود دیدم

3-2-14 :۔ حکایت نمبر ۱۵

موسیٰ علیہ السلام درویشے را دید از برہنگی بریگ اندر شدہ و گفت اے موسیٰؑ دعا کن تا خدائے عزّ و جل مرا کفافے دہد کہ از بیطاقتی بجاں آمدم ۔ موسیٰؑ دعا کرد و برفت پس از چندروزے کہ باز آمد از مناجات اور را دید گرفتار و خلقے انبوہ بروے گرد آمدہ گفت ایں چہ حالت ست گفتند خمر خوردہ و عربدہ کردہ و کسے را کشتہ اکنوں بقصاص فرمودہ اند

قطعہ :۔ گربۂ مسکین اگر پر داشتے : تخم کنجشک از جہاں برداشتے

ہیچ کس را گر دِ خود نگذاشتے : ایں دو شاخِ گاؤ گر خر داشتے

فرد :۔ عاجز باشد کہ دستِ قوّت یابد : برخیزد و دستِ عاجزاں برتابد

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ

شعر :۔ مَا ذَا اَخَا ضَکَ یَا مَغْرُ وْ فِی الخَطَرِ
حتٰ هُلِکَت فَلَیتَ النّمْلَ لَمْ تَطِرِ

نظم :۔ سفلہ چو جاہ آمد وسیم وزرش : سیلی خواہد بضرورت سرش
آں نشنیدی کہ فلاطوں چہ گفت : مور ہماں بہ کہ نباشد پَرش

پدررا عسل بسیارست ولیکن پسر گرمی دارست

فرد :۔ آں کس کہ توانگرت نمیگر داند : او مصلحتِ تواز تو بہتر داند

3-2.15 :۔ حکایت نمبر ۱۶

اعرابئے را دیدم در حلقۂ جوہریان بصرہ کہ حکایت میکرد کہ وقتے در بیابان راہ گم کردہ بودم واز زادمعینے چیزے بامن نماندہ دل بر ہلاک نہادہ کہ ناگاہ کیسۂ یافتم پرازمر وارید ہرگز آں ذوق وشادی فراموش نکنم کہ پنداشتم کہ گندم بریاں ست باز آں تلخی ونو میدی کہ معلوم کردم مروار یدست

قطعہ :۔ دربیابانِ خشک وریگ رواں : تشنہ رادر دہاں چہ دُر چہ صدف
مردِ بےتوشہ کاوفتادز پائے : بر کمر بندِ او چہ زر چہ خزف

3-2.16 :۔ حکایت نمبر ۱۷

یکے ازعرب دربیابانے ازغایت تشنگی میگفت

نظم :۔ یَالَیتَ قَبْلَ مَنِیَّتِیْ : یَوْ مَا اَفُوْ زُ بِمُنِیَّتِیْ
نَهرِ تَلَا طَمَ رُکْبَتِیْ : وَاَظَلُّ اَمْلَأُ قِرْبَتِیْ

3-2.17 :۔ حکایت نمبر ۱۸

ہمچناں درویشے درقاعِ بسیط گم شدہ وقوّت وقوتش نماندہ درمے چند داشت بسیار بگردیدرہ بجائے نبرد پس بہ سختی ہلاک شد طائفہ برسیدند درمہا دیدندش پیش روئے نہادہ وبرخاک بشتہ

قطعہ :۔ گرہمہ زرِ جعفری دارد : مردِ بےتوشہ برنگیرد گام

در بیاباں فقیرِ سوختہ را : شلغمِ پختہ بہ کہ نقرۂ خام

3-2-18 :۔ حکایت نمبر۱۹

ہرگز از دورِ زماں ننالیدہ بودم وروی از گردشِ ایّام درہم نہ کشیدہ مگر وقتے کہ پایم برہنہ بود واستطاعتِ پای پوشی نداشتم بجامعِ کوفہ درآمدم دل تنگ یکے را دیدم کہ پای نداشت سپاسِ نعمت حق بجاے آوردم وبر بے کفشی صبر کردم

قطعہ :۔ مرغِ بریاں بچشم مردم سیر : کمتر از برگ ترہ برخوان ست

وانکہ را دستگاہ وقدرت نیست : شلغمِ پختہ مرغ بریاں ست

3-2.19 :۔ حکایت نمبر۲۰

یکے از ملوک باتنے چند خاصاں در شکارگاہے بزمستاں از عمارت دور افتادند تا شب در آمد خانۂ دہقانے را دیدند مَلِک گفت شب آنجا رویم تا زحمتِ سرما نباشد یکے از وزرا گفت لائقِ قدرِ بلند پادشاہاں نباشد بخانۂ دہقانے رکیک التجا کردن ہم ایں جا خیمہ بزنیم وآتش افروزیم دہقاں را خبر شد ما حضرے کہ داشت ترتیب کرد وپیش آورد وزمین ببوسید وگفت قدرِ بلندِ سلطاں بدیں قدر نازل نشدے ولیکن نخواستند کہ قدر دہقاں بلند شود سلطاں را سخن گفتن او مطبوع آمد شبانگہ بمنزل او نقل کروند بامدادش خلعت ونعمت فرمود شنیدندش کہ قدمے چند در رکابِ سلطاں بود ومی گفت

قطعہ :۔ زقدر وشوکتِ سلطاں نگشت چیزے کم : از التفات بمہماں سرائے دہقانے

کلاہِ گوشۂ دہقاں بآفتاب رسید : کہ سایہ بر سرش انداخت چوں تو سُلطانے

3.3 متن کا ترجمہ

3-3- :۔ متن کی تشریح (خواہندۂ مغربی......) حکایت نمبر ۱

ملک مغرب کا ایک فقیر حلب شہر کے پارچہ فروشوں سے کہتا تھا یعنی حلب شہر کے پارچہ فروشوں کی صف میں کہہ رہا تھا۔اے مالدارو! اگر آپ کے پاس انصاف ہوتا اور ہمیں قناعت کی عادت ہوتی تو بھیک مانگنے کی رسم دنیا سے ختم ہوجاتی

قطعہ :۔ اے قناعت مجھے مالدار بنادے کیونکہ تجھ سے بڑھکر اور کوئی بہتر نعمت نہیں ہے

حضرت لقمانؑ نے گوشۂ صبر اختیار کیا۔ جیسے صبر نصیب نہیں وہ حکمت ودانائی سے محروم ہے۔

حاصل مقصود: انسان کو قناعت کے زیور سے آراستہ رہنا چاہئے۔ سوال کرنا بدترین عیب ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا اس کو غرباء کی حاجتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا اس کو غریبوں کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے مالدار کے لئے بخل کرنا اور غریب کے لئے بغیر ضرورت بھیک مانگنا بدترین عیب ہیں۔ قناعت سے دین ودنیا میں بھلا ہوتا ہے۔

3-3-1 ۔ دو امیر زادہ ۔۔ حکایت نمبر ۲

مصر میں دو امیر زادے تھے ایک نے علم حاصل کیا اور دوسرے نے مال جمع کیا آخر کار ایک بہت بڑا عالم بن گیا اور دوسرا مصر کا وزیر ہو گیا۔ اس کے بعد مال دار اس عالم کو ذلت کی نظر سے دیکھتا تھا اور کہتا تھا کہ میں سلطنت تک پہنچ گیا اور تو ویسے ہی عا جزی اور غربت میں رہا۔ تو ویسا ہی فقیر کا فقیر رہا۔ عالم نے کہا۔ اے بھائی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر مجھ پر تجھ سے اس قدر زیادہ ہے کہ میں نے پیغمبروں کی میراث یعنی علم پا لیا اور تجھے فرعون اور ہامان کی میراث پہنچی یعنی مُلکِ مصر

مثنوی :۔ میں وہ چیونٹی ہوں کہ مجھ کو پیروں سے روندتے ہیں یا پاؤں سے پامال کر تے ہیں نہ میں بھڑ ہوں کہ لوگ میری ایک ڈنک سے فریاد کرتے ہیں۔ میں اپنی اس نعمت کا کس طرح شکر ادا کروں کہ مجھ میں مردم آزاری کی طاقت نہیں ہے

حاصلِ مقصود :۔ علم بڑی دولت ہے۔ جس سے قناعت نصیب ہوتی ہے۔ علم والے دولتمندوں کی طرح مردم آزار نہیں ہوتے۔ قناعت بڑی نعمت ہے کہ اسی کے ذریعہ سے غریب بھائی نے پیغمبروں کی میراث یعنی دولتِ علم حاصل کر لی تھی۔

3-3-2 ۔ درویشے راشنیدم ۔ حکایت ۔ ۱

میں نے ایک درویش کے متعلق سنا کہ وہ فاقہ کی آگ میں جلتا تھا اور جسم ڈھا نپنے کے لئے پیوند پر پیوند لگاتا تھا اور اپنے دل کی تسلّی کے لئے یہ شعر پڑھتا تھا

شعر :۔ ہم سوکھی روٹی اور پرانے کپڑوں پر قناعت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اپنی

محنت کا بوجھ مخلوق کے احسان کا بوجھ اٹھانے سے بہتر ہے۔ ایک آدمی نے اس فقیر سے کہا کہ تو یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ فلاں آدمی اس شہر میں سخی طبیعت رکھتا ہے۔ اور اس کی سخاوتیں عام ہیں۔ فقراء کی خدمت کے لئے کمر بستہ کھڑا ہے یعنی ہر وقت اپنی کمر درویشوں کی خدمت کے لئے باندھے رہتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں گھر کئے ہوئے ہے۔ اگر وہ تیری صورتِ حال پر جیسا کہ ہے واقف ہو جائے تو تیری دلداری کو غنیمت شمار کرے گا اور الٹا احسان مانے گا۔ یعنی آپ کی خاطر داری کرنا بہت بڑا احسان سمجھے گا اور آپ کی خدمت کرنا غنیمت جانے گا۔ فقیر نے کہا، چپ رہ! کسی کے سامنے حاجت لے جانے سے سختی اور غربت میں مر جانا بہتر ہے

قطعہ :۔ بڑے آدمیوں کی خدمت میں کپڑوں کے حصول کے لئے خط لکھ کر التجا کرنے سے پیوند لگا ہوا لباس زیب تن کیے ہوئے صبر کرنا بہت اچھا ہے۔ خدا کی قسم دوزخ کے عذاب کے برابر ہے۔ ہمسایہ کی مدد سے جنت میں جانا

مثلِ عذابِ نار ہے ہمسایہ کے سبب

جانا ترا جو گلشنِ فردوس میں ہوا

حاصلِ مقصود :۔

فقر و فاقہ پر صبر کرنا بہترین عادت ہے، غربت قابلِ برداشت ہے، مگر ذلت برداشت کے قابل ہو نہیں سکتی، یعنی فقر و فاقہ کو برداشت کرنا امراء کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے ہزار درجہ بہتر ہے فقر و فاقہ پر صبر کرنا چاہئے۔ اور سوال کی ذلّت کو جو جہنم کی سزا کے برابر ہے۔ کبھی برداشت نہ کرنا چاہئے۔

3-3-3 :۔ یکے از ملوکِ عجم حکایت نمبر ۴

عجم کے بادشاہوں میں سے کسی ایک بادشاہ نے ایک ماہر معالج کو محمد مصطفےٰ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ معالج کئی برس تک عرب کے شہروں میں رہا۔ مگر اس کے پاس نہ کوئی شخص علاج کے لیے آیا اور نہ ہی کوئی تشخیص مرض کے لیے وہ معالج حضرت پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ خاص کر بندے کو صحابہ کرامؓ

کی خدمت کے لیے بھیجا گیا ہے۔اس مدّت میں کسی نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی تا کہ بندہ اپنا فرض بجالائے اور علاج کرے حضورﷺ نے فرمایا کہ "اس جماعت کا یہ قاعدہ ہے کہ جب تک خوب بھوک نہیں لگتی نہیں کھاتا اور ابھی بھوک باقی ہی رہتی ہے کہ کھانے سے اپنا ہاتھا روک لیتے ہیں۔طبیب نے کہا کہ یہی تندرستی کا اصل سبب ہے۔تعظیم بجالایا اور چلا گیا

مثنوی :۔ عقل منداسی وقت بات کرنے کے لیے منہ کھولتا ہے یا کھانے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے جب خاموشی سے بہت زیادہ نقصان ہویا بھوکا رہنے سے جان جاتی ہو۔ یقیناً اس کا بولنا حکمت ہے اور کھانا صحت ہے

حاصلِ مقصود :۔کم کھانا جسم اور روح کی تندرستی کے یے ضروری ہے۔صحت قائم رکھنے کے یے کم کھانا بہت ضروری ہے صحابہ کا یہی طریقہ تھا۔کم کھانے سے باطن بھی درست رہتا ہے۔

3-3-4 :۔ در سیرت اردشیر بابکاں......حکایت نمبر۵

سیرتِ اردشیر بابکاں میں مذکور ہے کہ اس نے عرب کے ایک حکیم سے پوچھا کہ روزانہ کس قدر کھانا چاہیے۔حکیم نے کہا کہ سو درہم (وزن کھانا) کافی ہے۔بادشاہ نے کہا کہ اس قدر (غذا) کیا قوت دے گی۔حکیم نے کہا کہ اتنی مقدار کھانا آپ کو اٹھالیگا یعنی طاقت قائم رکھے گا اور اس سے زیادہ جو آپ کھائیں گے آپ اس کا بوجھ اٹھا نیوالے ہونگے یعنی وہ آپ کی طبیعت پر بوجھ بن جائیگا

شعر :۔ کھانا تو صرف زندہ رہنے اور ذکر کرنے کے لیے ہے مگر تیرا اعتقاد ہے کہ صرف کھانے کے لیے جینا ہے

حاصل مقصود :۔ جینے کے لیے کھانا ہے' کھانے کے لیے جینا نہیں ہے۔

3-3.5 :۔ دو درویش خراسانی......حکایت نمبر۶

خراسان کے دو فقیر ساتھ ساتھ سفر کرتے تھے اور دونوں میں ایک کمزور تھا کہ ہمیشہ دورا

تیں چھوڑ کر تیسری رات کو کھانا کھاتا اور دوسرا فقیر طاقتور تھا کہ ایک دن میں تین مرتبہ کھاتا تھا اتفاق سے ایک شہر کے دروازہ پر جاسوسی کی تہمت پر دونوں گرفتار ہو گئے۔اور انہیں ایک گھر میں قید کرادیا گیا اور دروازہ کو بند کر دیا گیا۔دو ہفتہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بے گناہ ہیں۔دروازہ کھولا گیا۔یعنی مکان کو کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ قوی آدمی مرا ہوا ہے اور کمزور زندہ ہے۔لوگوں کو تعجب ہوا۔ایک عقل مند نے کہا' اگر اس کے خلاف واقعہ ہوتا تو تعجب خیز بات ہوتی۔ایک زیادہ کھانے والا تھا' فاقہ کشی کی قوت نہ تھی اس لیے وہ ہلاک ہو گیا اور دوسرا جو صبر کرنے کا عادی تھا لامحالہ اپنی عادت کے موافق صبر کیا (حسبِ عادت بھوک پر صابر تھا زندہ رہا) اور سلامتی سے رہائی پائی۔

قطعہ :۔ جب کوئی کم کھانے کی عادت ڈال لیتا ہے سخت فاقہ کشی بھی اس پر آسان ہو جاتی ہے اور اگر کوئی آرام و فراغت کے دوران آرام پسند ہو جائے تو تکلیف سہہ نہیں سکتا' بلکہ مصیبت سے مر جاتا ہے.

حاصلِ مقصود :۔

کم خوری کی عادت ڈالنی چاہئے۔آخرت کے ثواب کے علاوہ دنیا میں مصیبت کے موقع پر یہ عادت کام آتی ہے۔

3-3-6 :۔ یکے از حکما پسر را نہی ہمی کرد...... حکایت نمبر ۷

ایک حکیم اپنے فرزند کو زیادہ تر کھاتے رہنے سے منع کرتا تھا یعنی زیادہ کھانے سے منع کرتا تھا۔کیونکہ پیٹ بھر کر کھانا آدمی کو بیمار بنا دیتا ہے۔فرزند نے کہا'' بھوک تو آدمی کی جان لے لیتی ہے کیا آپ نے نہیں سنا کہ خوش طبع لوگوں نے کہا ہے کہ بھوکے رہ کر جینے سے سیر ہو کر مرنا بہتر ہے''۔حکیم نے کہا'' مقدار معین کر لو یعنی خوراک کی مقدار معین کر لو''۔

کھاؤ اور پیئو اور اسراف مت کرو یعنی حد سے نہ تجاوز کرو۔(قرآن مجید)

شعر :۔ اس قدر مت کھاؤ کہ منہ سے نکل پڑے اور نہ اتنا کم کھاؤ کہ کمزوری سے جان نکلنے لگے۔

قطعہ ''یہ سچ ہے کہ غذا میں نفس کی لذت ہے اگر مقدار سے زیادہ ہوتو وہی غذا بیماری لاتی ہے'' اگر تکلف سے یا بے ضرورت گلقند بھی کھائیں تو مضر ہے۔ اور حسبِ ضرورت ٹھہر ٹھہر کر سوکھی روٹی بھی کھائیں تو گلقند کی طرح مفید ہوتی ہے

حاصلِ مقصود :۔ دنیاداروں کو اعتدال سے کھانا چاہئے۔ اور درویشوں کو اُس سے بھی کم ۔بسیار خوری بیماری کا باعث ہوتی ہے۔ یعنی کھانے میں اعتدال چاہئے۔ نہ اتنا کم کھاؤ کہ کمزوری سے فرائض میں خلل واقع ہو جائے اور نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ اس سے بندگی میں سستی اور بیماری پیدا ہو جائے۔

3-3-7 :۔ رنجورے را گفتند دلت ...... حکایت نمبر ۸

ایک بیمار سے لوگوں نے پوچھا' کہ تیرا دل کیا چاہتا ہے۔ اس بیمار نے کہا میرا دل کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا

شعر :۔ معدہ جب بھر جاتا ہے اور پیٹ میں درد ہوتا ہے تمام مناسب تدبیریں ہمیشہ مفید نہیں ہوتیں.

حاصلِ مقصود :۔ بسیار خوری سے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ بہت زیادہ کھانا نقصان دہ ہے اور صحت کو خراب کر دیتا.

3-3-8 :۔ بقالے را درمے چند بر صوفیاں ...... حکایت نمبر ۹

شہر واسط کے صوفیوں پر ایک غلّہ فروش کے چند درہم واجب الادا تھے وہ ہر روز ان سے تقاضا کرتا اور سخت سست باتیں کرتا تھا۔ وہ صوفی اس کی زبان درازی اور سرکشی سے رنجیدہ دل رہتے تھے یعنی رنجیدہ ہو جاتے تھے اور صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک صاحبدل نے ان میں سے کہا ''غلّہ فروش کو درہم دینے کا وعدہ کرنے سے زیادہ اپنے نفس کو کھانے کا وعدہ کرنا آسان اور بہتر ہے۔

قطعہ :۔ دربانوں کی جفا کاریوں پر صبر کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ مالکوں کا احسان لینا ترک کر دیں۔ قصّابوں کے سخت تقاضے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ گوشت کی تمنا میں مرجا

ئیں۔

حاصلِ مقصود :۔ ادھار لینے سے پرہیز کرنا چاہئے کہ اس کی وجہ سے بعض اوقات بڑی رسوائی ہوتی ہے ادھار سے کام چلانا بدترین خصلت ہے۔قرض خواہ کے تقاضوں کی بے عزّتی سے بھوکے مرجانا بہت بہتر اور باعثِ عزّت ہے۔

3-3-9 :۔ جواں مردے راد در جنگ...... حکایت نمبر ۱۰

جنگِ تاتار میں ایک سپاہی گھائل ہوگیا۔ایک شخص نے یہ کہا کہ فلاں تاجر کے پاس نوشدارو ہے یعنی اس زخم کو چنگا کرنے والی دوا ہے۔اگر تو مانگے تو ممکن ہے کہ انکار نہ کرے اور لوگ کہتے ہیں کہ وہ تاجر بخالت و کنجوسی میں مشہور ہے۔

شعر :۔ اگر اس بخیل کے سفرہ یا دسترخوان پر روٹی کے بجائے سورج ہوتا تو قیامت تک کسی کو روشن دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا یعنی دنیا تاریک رہتی''

سپاہی نے کہا''اگر اس سے میں دوا طلب کروں تو کیا خبر دے گا یا نہ دے گا اور اگر وہ دوا دے بھی دے گا، تو وہ دوا نفع بخش ہوگی یا نہ ہوگی، بہرحال ایسے بخیل سے ایک مرتبہ مانگنا یا طلب کرنا میرے لئے زہر قاتل ہے

شعر :۔ جو کوئی کمینوں کا احسان لیتا ہے اس کا جسم بڑھتا ہے مگر اس کی زندگی کم ہوجاتی ہے یعنی روحانیت کم ہوجاتی ہے۔عقلمندوں نے کہا ہے مثلاً اگر کوئی بے عزت آبِ حیات بھی فروخت کرے عقل مند ہرگز نہیں خریدتا' کیونکہ ذلت کی زندگی سے عزّت کی موت بہتر ہے۔

شعر :۔ ''بدمزاج کے ہاتھ سے شیرینی لینے سے بہت زیادہ بہتر ہوگا کہ خوش مزاج کے ہاتھ سے تلخ اندرائن کا پھل لے۔

حاصلِ مقصود :۔ بخیل سے کوئی چیز نہ مانگنی چاہئے۔غذا تو غذا دوا مانگنے سے بھی بچنا چاہئے۔بد اخلاق بخیل سے مانگنے سے عزّت و وقار میں کمی آجاتی ہے۔یعنی بخیل سے غذا مانگنا تو درکنار مرض کی حالت میں دوا بھی نہیں مانگنا چاہئے۔

3-3-10 :۔ یکے از علماء خورندۂ بسیار داشت...... حکایت نمبر ۱۱

ایک عالم کے پاس کھانے والے زیادہ تھے اور آمدنی کم تھی ۔ ایک بڑے آدمی سے کہا جو اس کا معتقد تھا مگر اس نے توقع کے خلاف منہ پھیر لیا' کیونکہ اہل علم وادب سے ایسا سوال اس کی نظر میں بہت برا معلوم ہوا۔

قطعہ :۔ مقدر کی خرابی سے متنفر ہو کر اپنے عزیز دوست کے پاس مت جا۔ اس کا عیش بھی تو تلخ کر دے گا۔ جب بھی کسی حاجت کے سلسلے میں جاتا ہے تو مسکراتے ہوئے یا ہنستے ہوے جا۔ خوش مزاج کا کام بند نہیں ہوتا، یعنی خوش مزاج کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس بڑے آدمی نے اس علامہ کا روزینہ بڑھا دیا' اور آمدنی زیادہ کر دیا' مگر حسنِ عقیدت میں کمی آ گئی۔ چند دن بعد عالم نے دیکھا کہ پرانی دوستی باقی نہیں ہے تو کہا.

عربی شعر :۔ وہ غذا بہت بری ہے جو ذلّت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہانڈی چولھے پر چڑھ جاتی ہے۔ لیکن عزّت گھٹ جاتی ہے

فرد :۔ میری روٹی تو زیادہ کر دیا' مگر میری عزت گھٹا دیا۔ سوال کی ذلّت سے مفلسی بہتر ہے.

حاصلِ مقصود :۔ سوال سے عزّت گھٹ جاتی ہے، مانگنا اور بے عزّتی مترادف ہیں یا اہل علم کو تنگی و پریشانی کی حالت میں خوش رہنا چاہئے۔ اور تھوڑی روزی پر قناعت کرنی چاہئے۔ اس لیے کہ امیروں سے سوال کرنا اپنی عزّت و آبرو کھونا ہے۔

3-3-11 :۔ درویشے را ضرورتے پیش آمد ..... حکایت نمبر ۱۲

کسی فقیر کو ایک ضرورت پیش آئی۔ کسی نے کہا کہ فلاں شخص نعمتِ بے قیاس رکھتا ہے اور عام طور پر سخی بھی ہے۔ اگر تیری حالت سے واقف ہو جائے تو یقیناً اس کو پورا کرنے میں مطلق دیر نہ کرے گا۔ فقیر نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا تو اس نے کہا کہ میں تجھے لے چلتا ہوں۔ اس کا ہاتھ پکڑا اور اس شخص کے گھر لایا۔ فقیر نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص ہونٹ لٹکائے غصے میں بیٹھا ہے۔ فقیر کچھ کہے بغیر واپس آ گیا، اس شخص نے دریافت کیا کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا اس کی بخشش کو اسکی صورت پر قربان کر دیا۔

قطعہ :۔ اپنی حاجت کسی بدمزاج کے پاس مت لے جا۔اس کی بداخلاقی سے تو دل شکستہ ہو جائے گا اگر حاجت پیش کرنا ہی ہے تو ایسے شخص کے پاس لے جا کہ اس کی دیدار سے ہی تجھے آرام مل جائے۔

حاصلِ مقصود :۔ بدخلق بخیل سے اپنی حاجت مت کہو۔یعنی درویش کو چاہئے کہ بخیل اور بدمزاج آدمی سے کبھی اپنی ضرورت کا اظہار نہ کرے ورنہ روحانی تکلیف اٹھانی پڑے گی

3-3-12 :۔ خشک سالی در اسکندریہ پدید آمد..... حکایت ۱۲ :۔

شہر اسکندریہ میں ایک سال ایسا قحط پڑا کہ فقیروں کے ہاتھ سے بھی صبر کا دامن چھوٹ گیا۔آسمانی دروازے زمین پر بند ہو گئے، یعنی بارش نہ ہوتی تھی، اہلِ زمین کی فریاد کا تانتا آسماں سے لگا رہا یعنی لوگ مصیبتوں کی وجہ سے مسلسل گریہ وزاری کر رہے تھے۔

قطعہ :۔ جنگل کے وحشی جانور، پرندے، مچھلیاں اور چیونٹیاں، کوئی جاندار ایسا باقی نہ رہا تھا کہ جس کہ مایوسی کی فریاد آسمان تک نہ پہنچی ہو اور عجب نہیں کہ مخلوق کے دل کا دھواں جمع ہو اور گھٹا کی شکل اختیار کرے اور آنسوؤں کا سیلاب بارش بن جائے۔

اِسی سال ایک نامرد' اپنے دوستوں سے دور رہنے' بزرگوں کے سامنے جس کے اوصاف پر لب کشائی ادب کے خلاف ہے اور یوں چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں۔ اس لیے کہ ایک جماعت کہنے والے کی عاجزی کا خیال کرے گی یعنی بندہ اس کی صراحت سے عاجز ہے۔اس سلسلے میں مختصراً دو بیت عرض خدمت ہیں۔تھوڑا' بہت کی دلیل ہے' اور ایک میٹھی پوری مٹھی کا نمونہ ہوتی ہے

قطعہ :۔ شیر' کتے کا جھوٹا نہیں کھاتا، اگرچہ فاقہ کشی کی وجہ سے غار کے اندر مرجائے۔بھوک اور عاجزی برداشت کر مگر کمینوں کے سامنے ہاتھ مت پھیلا۔بے ہنر آدمی فریدوں جیسا ملک و مال والا ہی کیوں نہ ہو' اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔زربفت' ریشمی کپڑا نا اہل کے جسم پر اس طرح نازیبا ہوتا ہے، جس طرح خام دیوار پر ہیرے جوا

ہرات کا طِلا۔

حاصلِ مقصود :۔ عزّت نفس کا تقاضا یہ ہے کہ مکرر تقاضے کے بغیر کسی کی دعوت پر نہ جائے۔ نااہل بدنامِ زمانہ کی دعوت شرافت کے خلاف مقام ہے۔ یعنی بلند حوصلہ لوگ فقر و فاقہ برداشت کر سکتے ہیں لیکن کمینوں کے احسان کا بوجھ سر پر نہیں لے سکتے اور عزّتِ نفس کے خلاف کوئی چیز برداشت نہیں کر سکتے۔

3-3-13 : حاتم طائی را گفتند از خود بزرگ ہمت تر در جہاں ..... حکایت نمبر ۱۴

لوگوں نے حاتم طائی سے پوچھا کہ کیا آپ نے خود سے بڑھ کر کوئی ہمّت والا' دنیا میں دیکھا ہے یا سنا ہے اس نے کہا' ہاں! امرائے عرب کے لیے میں نے ایک دن چالیس اونٹ قربان کیئے پھر کسی ضرورت (حاجت) سے میں نے جنگل کی راہ لی۔ ایک لکڑ ہارے کو دیکھا کہ لکڑیوں کی گٹھڑی باندھ رکھا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ حاتم کی مہمانی میں کیوں نہیں جاتا، ایک جم غفیر اس کے دستر خوان پر جمع ہے۔ اس نے جواب دیا

فرد :۔ ''جو شخص اپنی محنت کی روٹی کھاتا ہے وہ حاتم طائی کا احسان نہیں لیتا''۔

میں نے خود پر انصاف کی نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے زیادہ ہمّت والا اور جواں مرد ہے

حاصلِ مقصود :۔ محنت کی کمائی' شریف ترین چیز ہے یعنی شرافت' جواں مردی اور ہمّت اپنے دست و بازو کی کمائی کھانا ہے۔

3-3-14 :۔ موسیٰ علیہ السلام درویشے را دید ۔ حکایت نمبر ۱۵

حضرت موسیٰؑ نے ایک درویش کو دیکھا کہ عریانی کی وجہ سے اپنا جسم ریت میں چھپایا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ اے موسیٰؑ دعا کیجئے کہ خدائے تعالیٰ میرا روزینہ مقرر فرمادئے کمزوری سے میں جاں بلب ہو گیا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی اور اپنی راہ پکڑی۔ پس چند دن بعد واپس آئے تو آپؑ نے دیکھا کہ وہ گرفتار ہے اور لوگ اس کے اطراف جمع ہو گئے ہیں۔ آپؑ نے دریافت کیا کہ یہ کیا حالت ہو گئی ہے۔

لوگوں نے کہا کہ شراب پی کر جھگڑا کیا اور ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ اب خون کا بدلہ یعنی قصاص کا حکم ہوا ہے

قطعہ :۔ عاجز بلّی کے اگر پر ہوتے تو چڑیا کا نام ونشان تک رہنے نہ دیتی' اور اگر گدھے کو گائے کے دو سینگ مل جاتے تو اپنے سامنے کسی کو آنے تک نہ دیتا

فرد :۔ اگر کسی عاجز و مسکین آدمی کو اچانک قوت حاصل ہو جائے تو فوراً اٹھتا ہے، اور عاجزوں کے ہاتھ پیر توڑ دیتا ہے۔

آیتِ کریمہ :۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے لیے رزق پھیلا دیتا تو سرزمین میں سرکشی کرنے لگتے۔

عربی شعر :۔ اے مغرور! تجھے خطرہ میں کس نے ڈال دیا کہ تو ہلاک ہو گیا' اے کاش !چیونٹی کے پر نہ پھوٹتے' اور وہ نہ اڑتی

نظم :۔ کسی کمینہ کو روپیہ اور پیسے کا منصب مل جائے تو اس کا سر پھٹول دھپے کی خواہش کرے گا کیا آپ نے نہیں سنا کہ افلاطون نے کیا کہا تھا' چیونٹی کی خیر صرف اس وقت تک ہے جب تک اسے پر نہ نکلے۔ باپ کے پاس شہد تو بہت ہے۔ لیکن بیٹا بہت گرم مزاج ہے جس کے لیے شہد نقصان دہ ہے

فرد :۔ جس نے تجھے مال دار نہیں بنایا' وہ تجھ سے زیادہ تیری بھلائی کو جانتا ہے۔

حاصلِ مقصود :۔ افلاس، اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ مفلس کو چاہئے کہ وہ راضی برضائے الٰہی رہے۔ اسی میں اس کی خیر ہے۔ یعنی ہم کو اپنے افلاس وغربت پر راضی رہنا چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو مال ودولت عطا نہیں فرمایا ضرور اس میں اس کی کوئی مصلحت پوشیدہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام مصلحت وخیر سے خالی نہیں ہوتا۔

3.3.15 :۔ اعرابیٔ را دیدم در حلقۂ جوہریانِ بصرہ ...... حکایت نمبر ۱۶

میں نے بصرہ کے جواہر فروش کے ہاں ایک بدّو کو دیکھا کہ حکایت کر رہا تھا کہ میں نے ایک وقت جنگل میں راستہ کھو دیا اور سفری توشہ بھی نہیں تھا (توشۂ مقررہ سے کوئی چیز میرے پاس باقی نہ رہی تھی) موت یقینی ہوگئی۔ اچانک راستے میں ایک تھیلی ملی' اس وقت

جس قدر خوشی ہوئی وہ نا قابلِ فراموش ہے۔ سوچا کہ وہ بھنے ہوئے گیہوں ہیں، بعد یہ معلوم ہوا کہ اس تھیلی میں سچے وسانچے موتی ہیں، پھر اس قدر مایوسی ہوئی کی اس کی تلخی زندگی بھر بھلا نہ سکا

قطعہ :- کسی بے آب وگیاہ خشک ریگستان میں جہاں ریت اڑ رہی ہو، ایسے میں کسی پیاسے کو سیپ اور موتی ملیں تو وہ دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح وہ مسافر جو بھوک سے گر پڑا ہو اس کی کمر میں بندھے ہوئے سونا اور پتھر دونوں برابر ہیں .

حاصلِ مقصود :- طمع ولالچ کی بناء پر شہر بشہر مارا مارا پھرنا بیکار ہے۔ سفر میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ زادِ راہ بھی ہونا چاہئے۔ اگر توشہ ساتھ نہ ہو تو بعض اوقات روپیہ کچھ کام نہیں دیتا۔

3-3-16 :- یکے از عرب در بیابانے ..... حکایت نمبر ۱۷

ایک عرب جنگل میں شدّت پیاس کے دوران کہتا تھا۔

نظم :- اے کاش! اپنی موت سے قبل کسی دن میری یہ آرزو پوری ہو جاتی کہ ایک نہر ہوتی جو میرے گھٹنوں تک متلاطم اور میں اپنا مشکیزہ بھر لیتا۔ یعنی یہ آرزو کہ نہر موجیں مارتی ہوئی ہو اور پانی گھٹنوں تک ہوتا کہ وہ اپنا مشکیزہ بھر لے۔

حاصلِ مقصود :- غیر ضروری شئے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ پانی بھی ایک نعمت ہے.

3-3-17 :- ہمچناں درویشے در قاعِ بسیط ...... حکایت نمبر ۱۸

ایک درویش کسی چٹیل میدان میں راستہ گم کر دیا یعنی راستہ بھول گیا تھا۔ چند درہم تھے، مارا مارا پھرتا رہا کوئی چیز پا نہ سکا، سختیاں جھیل کر مر گیا، ایک جماعت وہاں پہنچی دیکھتے ہیں اس کے چہرے کے سامنے درہم منتشر ہیں اور خاک پر لکھا ہوا ہے

قطعہ :- بھوکے کے پاس زر خالص یعنی خالص سونا بھی ہو تو کوئی کام نہیں چلتا۔ بھوکے کو کسی خشک جنگل میں خالص چاندی سے بھی زیادہ پکا ہوا شلغم اچھا لگتا ہے۔

حاصلِ مقصود :- بھوک کے سامنے سونا، چاندی بے قیمت معلوم ہوتے ہیں۔ جنگلات کے سفر میں توشہ کے بغیر قدم نہ اٹھانا چاہئے۔ سونا، چاندی، روپیہ وغیرہ بے کار ہیں۔ کسی کام کے

نہیں۔

3-3-18 :۔ ہرگز از دورِ زماں ننالیدہ۔۔۔ حکایت نمبر ۱۹

میں نے کبھی زمانہ کی گردش کی شکایت نہیں کی اور زمانہ کے حوادث سے کبھی منہ نہیں بگاڑا۔ مگر اس وقت کہ میرے پاؤں ننگے تھے اور جوتے خریدنے کی طاقت بھی نہ رکھتا تھا۔ آزردہ خاطر کوفہ کی جامع مسجد کو آیا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا اس کے پاؤں نہیں تھے، تب نعمتِ حق کا شکر بجالایا اور اپنے پاؤں کی برہنگی پر صبر کیا یعنی جوتے نہ ہونے پر صبر کیا۔

قطعہ :۔ پیٹ بھرے (آدمی) کے سامنے دستر خواں پر مرغِ مسلم بھی ساگ پات سے کمتر ہے اور جس کو پیٹ بھرنے کی طاقت نہیں ہوتی پکے ہوئے شلغم کی ترکاری بھی (اس کے لیے) مرغِ مسلم ہو جاتی ہے یعنی شلغم مرغِ مسلم کا مزا دیتے ہیں

حاصلِ مقصود :۔ انسان کی زبوں حالی کی کوئی حد نہیں ہے اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھا ہے اس پر شکر کرنا چاہئے۔ انسان کو اپنے سے کم درجہ کے آدمیوں پر نظر کرنی چاہئے۔ ایسا کرنے سے شکر کی توفیق ہوتی ہے اور ہر حال میں حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

3-3-19 :۔ یکے از ملوک با تنے چند خاصاں۔۔۔۔ حکایت نمبر ۲۰

ایک بادشاہ کو اپنے خاص احباب کے ساتھ موسمِ سرما میں کسی شکار گاہ شہر سے دور رات میں رہنا پڑا۔ انہوں نے ایک کسان کا گھر دیکھا' بادشاہ نے کہا' رات وہاں گزاریں گے تاکہ جاڑے کی مصیبت نہ رہے یعنی سردی کی تکلیف نہ ہو۔ ایک وزیر نے عرض کیا ایک کمزور کسان کے گھر پناہ لینا بادشاہ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ ہم یہیں ڈیرہ ڈالیں گے اور آگ روشن کریں گے۔ دہقان کو خبر ہوگئی۔ جو کچھ کھانا حاضر تھا' لایا زمین کو چوما اور کہا بادشاہ کا بلند مرتبہ اتنی بات سے (قدم رنجہ فرمانے سے) کم نہ ہوتا لیکن مصاحبین نے چاہا کہ ایک دہقان کا مقام بلند ہو جائے۔ بادشاہ کو اس کی بات پسند آ گئی۔ اس کے گھر میں رات کو آرام کیا اور صبح اس کو خلعت ونعمت سے نوازا۔ معلوم ہوا کہ وہ چند قدم بادشاہ کا ہم رکاب تھا یعنی بادشاہ کی سواری کے ساتھ چل رہا تھا اور کہتا تھا۔

قطعہ :۔ ایک دہقان کے مہمان سرائے پر بادشاہ کی توجہ سے اس کی شان وشوکت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ جب تجھ جیسے سلطان کا سایہ اس غریب پر پڑا اس کی ٹوپ آسمان سے باتیں کرنے لگی غریب کسان کا مرتبہ انتہائی بلند ہوگیا

حاصلِ مقصود :۔ مال دار کو بھی تنگی کے ذائقہ سے آشنا رہنا چاہیئے۔اور غریبوں کی دل داری کرنی چاہیئے۔

3.4 نمونہ امتحانی سوالات

۱۔ گنج صبر اختیار لقمانؑ ست ÷ ہر کرا صبر نیست حکمت نیست

۲۔ من آں مورم کہ در پایم بمالند ÷ نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند

۳۔ حقا کہ باعقوبتِ دوزخ برابر است ÷ رفتن بپایمردی ہمسایہ در بہشت

۴۔ خوردن برائے زیستن وذکر کردن ست ÷ تو معتقد کہ زیستن از بہرِ خوردن ست

۵۔ اگر حنظل خوری از دستِ خوشروی ÷ بہ از شیرینی زدستِ ترش روی

۶۔ مرغِ بریاں بچشمِ مردم سیر ÷ کمتر از برگِ ترہ برخوان ست

اپنی معلومات کی جانچ۔نمونہ جواب

ii کسی ایک حصہ کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیجئے۔

دو امیر ازادہ در مصر بودند یکے علم آموخت و دیگر مال اندوخت عاقِبَۃُ الْاَمْر یکے علاّمہ گشت وآں دگر عزیزِ مصر شد پس ایں توانگر بچشم حقارت در فقیہ نظر کردی وگفتے من بسلطنت رسیدم وایں ہمچناں در مسکنت بماند گفت اے برادر شکرِ نعمت باری عزَّ اِسْمُہٗ ہمچناں برمن افزوں تر ست کہ میراثِ پیغمبراں یافتم یعنی علم وترا میراثِ فرعون وہاماں رسید یعنی ملک مصر

یا

دو درویشِ خراسانی ملازم صحبت یکدیگر سفر کردندے۔ یکے ضعیف بود کہ بعد

دوشب افطار کردے ودیگر قوی کہ روزے سہ بار خوردے اتفاقاً بردرِ شہرے بہ تہمتِ بہ جاسوسی گرفتار آمدند ہر دو را بخانہ درکردند بگل بردہ بعد از دو ہفتہ کہ معلوم شد کہ بے گنا ہانند دربکشادند قوی را دیدند مردہ وضعیف جاں بسلامت بُردہ مردم دریں عجب بماندند حکیمے گفت خلافِ ایں عجب بودے کہ ایں بسیار خوار بودہ است طاقتِ بینوائی نیاورد دو ہلاک شدو آں دگر خویشتن دار بود لاجرم برعادتِ خویش صبر کرد و بسلامت خلاص یافت۔

3.5 خلاصہ اس اکائی میں ہم نے آپ کو گلستانِ سعدی کے باب سوم ''در فضیلتِ قنا عت'' کی بیس حکایتوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اغراض و مقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ نے ان حکا یتوں کا مکمل متن فارسی زبان میں پڑھا۔ ان حکایتوں کے ترجمے سے بھی آپ واقف ہو ئے۔ اس اکائی میں قناعت کی فضیلت کے تعلق سے بیس حکایتیں ہیں۔ وہ زندگی کے مختلف زاویوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ان حکمتوں میں سعدی نے ایسے بنیادی اور آفاقی حقا یق کا نہایت دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔ جس سے عالم انسانی کے کسی طبقے کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ یہ حکمتیں جینا سکھاتی ہیں اور ہر شخص کی زندگی میں کام آتی ہیں۔ جیسے قناعت بڑی نعمت ہے علم پیغمبروں کی میراث ہے، کم کھانے سے باطن درست ہوتا ہے' ادھار لینے سے پرہیز کرنا چاہئے' بخیل سے کوئی چیز بھی نہ مانگنی چاہیئے۔ بلند حوصلہ لوگ فقر و فاقہ بردا شت کر سکتے ہیں لیکن کمینوں کے احسان کا بوجھ سر پر نہیں رکھ سکتے۔ اصلی شرافت و جواں مردی اپنے دست و بازو کی کمائی کھانا ہے۔ انسان کو اپنے کم درجہ کے آدمیوں پر نظر کرنی چا ہئے اس لیے کہ ایسا کرنے سے شکر کی توفیق ہوتی ہے اور ہر حال میں حق تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چا ہیئے۔ وغیرہ۔ اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی آخر میں نمونۂ امتحانی سوالات بھی دیئے گئے ہیں اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی بھی۔ اور سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے یقین ہے کہ ان سب سے آپ استفادہ کریں گے۔

3-6 ۔ فرہنگ

3-2 خواہندہ ۔ مانگنے والا، سائل، بھکاری

مغربی ۔ افریقہ کا باشندہ، مغرب کا رہنے والا مراکو کا باشندہ، مراکو افریقہ کا ایک شہر ہے

صف ۔ لائن، قطار

بزّازاں ۔ پارچہ فروش، کپڑے بیچنے والا

حلب ۔ ملک شام کا مشہور شہر

خداوندانِ نعمت ۔ مالدار

شمارا انصاف بودے ۔ تم لوگ انصاف سے کام لے کر فقیروں کو ان کا۔ اگر تم میں انصاف ہوتا تو حق دیتے

قناعت ۔ تھوڑے پر صبر کرنا

ورائے تو ۔ تجھ سے بڑھکر۔ تیرے سوا

کنج ۔ گوشہ

حکمت ۔ دانائی

3-2.1 امیر زادے ۔ مالداروں کے بچے

آموخت ۔ سیکھا (آموختن ۔ سیکھنا)

اندوخت ۔ جمع کیا (اندوختن ۔ جمع کرنا)

عاقِبَۃُ الْامر ۔ انجام کار

علّامہ ۔ بہت بڑا عالم

عزیز مصر ۔ قدیم زمانے میں یہ لفظ ملکِ مصر کے وزیروں کا لقب تھا۔ پھر شاہانِ مصر کے لیے بھی استعمال ہونے لگا

بچشمِ حقارت نظر کرد ۔ ذلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا

مسکنت ۔ افلاس

میراثِ پیغمبراں ۔ مراد علم ہے۔(علم کو رسولوں کی میراث قرار دیا گیا ہے

فرعون ۔ مصر کے بادشاہ کا لقب

ہامان ۔ فرعون کا وزیر

مور ۔ چیونٹی

زنبور ۔ بھڑ

نیش ۔ ڈنک

یافتن ۔ پانا

رسید ۔ پہنچنا

گفتن ۔ کہنا

دارد ۔ رکھتا ہے یا رکھے گا

3-2.2 :۔ دوریشے را شنیدم.....

خرقہ بخرقہ می دوخت ۔ پیوند پر پیوند لگاتا تھا

تسکین خاطر ۔ دل کی تسلّی، اطمینان، دلق، پرانا کپڑا، گدڑی

بارِ منّتِ خلق ۔ مخلوق کے احسان کو بوجھ

عمیم ۔ عام

طبع کریم ۔ سخی طبیعت

آزادگان ۔ دنیا کے بندھنوں سے آزاد یعنی فقراء

بردرِ دلہا نشستہ ۔ لوگون کے دلوں میں گھر کیۓ ہوۓ ہے

وقوف ۔ اطلاع، خبر،

مِنّت دارد ۔ احسان مانے گا

غنیمت شمارد ۔ غنیمت سمجھے گا

پستی ۔ ذلت

رقعہ دوختن ۔ پیوند لگانا

التزام کنجِ صبر ۔ صبر کے گوشے کو لازم پکڑ لینا، صبر کرنا

رقعہ بنشت ۔ خط لکھنا،

حقا ۔ یقیناً، قسم ہے حق تعالیٰ کی

عقوبت ۔ سزا

بپائے مردی ہمسایہ پڑوسی کی مدد سے

خواجگاں ۔ خواجہ کی جمع، سردار

دوختن ۔ سینا

نشستن ۔ بیٹھنا

سوختن ۔ جلنا، جلانا،

داشتن ۔ رکھنا

نوشتن ۔ لکھنا

مردن ۔ مرنا

3-2 : یکے از ملوک عجم

عجم ۔ سرزمین عرب کے علاوہ تمام دنیا

طبیبے حاذق ۔ ایک ماہر معالج

تجربہ ۔ آزمائش کے لیے

التفات ۔ توجہ

بر بندہ معین است ۔ مجھ پر فرض ہے

اشتہا ۔ کھانے پینے کی خواہش، بھوک

زمین خدمت ببوسید ۔ تعظیم بجالایا

سر انگشت دراز کند ۔ ہاتھ بڑھاتا ہے، انگلی اٹھانا

خلل ۔ نقصان

بار ۔ بوجھ، پھل

لاجرم ۔ لامحالہ

بجاں آید ۔ مرنے لگے یعنی جان پر بن جائے

3-2.4 ۔ در سیرتِ اردشیر بابکاں.......

اردشیر ۔ ایک مشہور قہار بادشاہ

چہ مایہ ۔ کس قدر

صد درم سنگ ۔ سو درہم کا وزن یعنی 29 تولہ 2 ماشہ

حمّال ۔ بوجھ اٹھانے والا

برپا ۔ قائم

ھذا ۔ یہ

وَمَا زَادَ ۔ اور جو زیادہ ہو

علیٰ ذالِکَ ۔ اس پر

وَانتَ ۔ اور تو

3-2.5 ۔ دو درویش خراسانی.......

ملازم صحبتِ یکدیگر ۔ ایک دوسرے کی صحبت کے پابند، بہت گہرے دوست، مل جل کر رہنا

خراسانی ۔خراساں کے رہنے والے۔ایک شہر

سفر کردند۔ سفر کرتے تھے،

تہمت ۔ بدگمانی

جاسوسی ۔ مخبری، پوشیدہ طور پر خبر دینا

بینوائی ۔ فاقہ کشی

خویشتن دار ۔ صابر

تن پرور ۔ آرام پسند

بسیار خوار ۔ زیادہ کھانے والا

بخانہ در کردند ۔ کوٹھری میں بند کر دیا یعنی قید کر دیئے

بگل برآوردن یعنی بنگل برآورند ۔ مٹی سے لیپ دیئے

جان بسلامت بردہ ۔ زندہ رہا

3-2.6 ۔ یکے از حکما پسر را نہی ہمی کرد

نہی ہمگی کرد ۔ منع کرتا تھا

سیری ۔ پیٹ بھر کھانا

بسیار ۔ زیادہ

رنجور ۔ بیمار

گرسنگی ۔ بھوک

ظریفاں ۔ خوش طبع

اندازہ نگہدار ۔ خوراک مقرر کرلو

کُلُوْا ۔ کھاؤ

وَاشْرَبُوْا ۔ اور پیو

وَلَا تُسْرِفُوْا ۔ اور اسراف مت کرو یعنی فضول خرچی نہ کرو

نچنداں بخور ۔ اس قدر نہ کھا

عیشِ نفس ۔ نفس کی لذت

زیاں ۔ نقصان

دیر خوری ۔ ٹھہر کر کھائے گا

گلشکر ۔ گلقند

دہانت ۔ تیرا منہ

جانت برآید ۔ تیرا دم نکل جائے

قدر ۔ اندازہ

نشنیدہ ۔ کیا تم نے نہیں سنا

خوردن ۔ کھانا

شنیدن ۔ سننا

مردن ۔ مرنا

3-2.7 ۔ رنجورے را گفتند دلت.....

دلت چہ میخواہد ۔ تیرا دل کیا چاہتا ہے

دلت ۔ تیرا دل

دلم ۔ میرا دل

دلش ۔ اس کا دل

اسباب راست ۔ مناسب تدبیریں

3-2.8 ۔ بقالے را درمے چند.....

بقال ۔ غلّہ فروش

درم ۔ چاندی کا سکہ

گرد آمدہ بود ۔ جمع ہو گئے تھے، واجب الادا تھے

خشونت ۔ سختی

تعنّت ۔ طعن و تشنیع، سرکشی، عیب جوئی کرنا

تحمل ۔ برداشت

خواجہ ۔ مالک

احتمال ۔ برداشت کرنا

اولیٰ تر ۔ مناسب تر، بہتر

واسط ۔ ایک شہر کا نام

مطالبت اتقاضا ۔ مانگنا

بوّاباں ۔ دربان

3-2.9 ۔ جواں مردے را در جنگ تاتار

تاتار ۔ ترکستان کا ایک ملک

جنگِ تاتار ۔ ہلاکوخاں اور چنگیز خاں کے وہ حملے جو انہوں نے اسلامی ممالک پر کیئے تھے

جراحت ۔ زخم

بازرگاں ۔ تاجر

نوش دارو ۔ دوا کا نام، اکسیر

بخواہی ۔ تو مانگے گا

زہر کشندہ ۔ زہرِ قاتل

دوناں ۔ کمینے

حنظل ۔ اندرائن کا پھل جو بہت تلخ ہوتا ہے

ترش رو ۔ بدمزاج

خوش رو ۔ خوش مزاج

سفرہ ۔ دسترخوان

بارے ۔ بہرصورت

باشد کہ دریغ ندارد ۔ شاید منع نہ کرے یا افسوس نہیں ہوگا

گفتن ۔ کہنا

دادن ۔ دینا

3-2.10 : ۔ یکے از علماء خوانندہ بسیار.....

کفاف ۔ روزینہ

اندک ۔ تھوڑا

توقع ۔ امید

بخت ۔ مقدر، نصیب

روے درہم کشید ۔ منہ پھیر لیا، انکار کر دیا

تعریضِ سوال ۔ سوال پیش کرنا یعنی سوال کرنا

روترش کردہ ۔ منہ بنا کر یعنی متنفر ہو گیا

خنداں رو ۔ ہنس مکھ

کشادہ پیشانی ۔ خوش مزاج

وظیفہ ۔ روزینہ

ارادت ۔ اچھا اعتقاد

مووتِ معہود ۔ قدیم دوستی

بئس ۔ بہت برا ہے

المطاعم ۔ کھانے،

اللِقدر ۔ ہانڈی

القَدر ۔ عزت

حِيْنَ الذَّلِّ تكْسِبُهَا ۔ اس کو تو ذلت سے حاصل کرتا ہے

مُنْتَصِبُ ۔ چڑھی رہتی ہے، رکھی رہتی ہے

مَخْفُوْ ضٌ ۔ گھٹی ہوئی یعنی گھٹ جاتی ہے

مذلتِ خواست ۔ سوال کی ذلت

بینوائی ۔ مفلسی

3-2.11 :۔ درویشے را ضرورتے پیش آمد.......

کرم نفسی ۔ سخاوت

همانا ۔ یقیناً

لب فروہشتہ ۔ ہونٹ لٹکائے ہوئے

مَنَتْ ۔ من ترا، میں تجھ کو

تند نشستن ۔ اکڑ کر بیٹھنا

نقد ۔ فوراً

فرسودہ گردی ۔ دل شکستہ ہو گا

عطائے او ۔ اس کی بخشش

بلقائے او بخشیدم ۔ اس کی صورت کو بخشدی

3.2.12 ۔ خشک سالے در اسکندریہ پدید آمد

خشک سالی ۔ قحط سالی

اسکندریہ ۔ شمالی آفریقہ کا ایک مشہور شہر۔ مصر کی ایک بندرگاہ

عنان ۔ باگ لگام

نماند ۔ باقی نہ رہا

طیر ۔ پرندے

دود دل ۔ آہیں

مخنث ۔ نامرد، ہیجڑا

فغاں ۔ فریاد

وحش ۔ جنگلی (جانور)

ترک ادب است ۔ فحش گوئی سے پہلے کہا جاتا ہے۔ خلاف اد

اہمال ۔ چھوڑنا

خروارے ۔ ایک گدھے کو بوجھ، ن

تتری ۔ تاتاری

جسر بغداد ۔ بغداد کا پل

طرفے ۔ کچھ حصہ

نعت ۔ تعریف

سلفہ ۔ کمینہ

فریدوں ۔ ایران کے ایک بادشاہ کا نام (دولتمند بادشاہ)

لاجورد ۔ نیلم

طلا ۔ سونا

پرنیاں ۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا

نسیج ۔ زربفت، زردار کپڑا

سرباززدن ۔ انکار کرنا

نیم خوردۂ سگ ۔ کتے کا جھوٹا

آہنگ ۔ ارادہ

سیلاب دیدہ بارانش ۔ آنکھ کے آنسوں بارش بن جائیں

3-2.13 :۔ حاتم طائی را گفتند از خود بزرگ ہمت

حاتم طائی ۔ قبیلۂ طے کا مشہور سخی

امرائے عرب ۔ عرب کے سردار

خارکش ۔ لکڑہارا

سماط ۔ دسترخوان

فراہم آوردن ۔ جمع ہونا

انصاف دادن ۔ انصاف کرنا

بیش از خود ۔ اپنے سے زیادہ

پشتہ ۔ گٹھا

3-2.14 :۔ موسیٰؑ درویشے را دید از برہنگی

برہنگی ۔ ننگاپن، عریانی

بریگ اندر شد ۔ جسم ریگ میں چھپایا تھا

کفایت ۔ گزارہ

ریگ ۔ ریت

قصاص ۔ خون کا بدلہ

کنجشک ۔ چڑیا

تخم ۔ بیج،

دوشاخِ گاوٗ، گائے یا بیل کے دو سینگ

سیم وزر ۔ سونا اور چاندی،

عسل ۔ شہد

سیلی ۔ طمانچہ

گرمی دار ۔ گرم مزاج

وَلَوْ ۔ اور اگر

بَسَطَ ۔ پھیلا دیتا

لِعِبَادِہٖ ۔ اپنے بندوں کے لیے

لبغوا فِی الْاَرْضِ ۔ البتہ سرکشی کرتے زمین میں

حکمت ۔ دانائی

عربدہ ۔ جنگ جوئی

مور ۔ چیونٹی

اَخَاضَکَ ۔ تجھے ڈال دیا

توانگر ۔ مالدار

3-2.15 : ۔ اعرابیے را دیدم در حلقۂ جوہریان

اعرابی ۔ بدّو

کیسہ ۔ تھیلی

دل بر ہلاک نہادم ۔ مجھے مرنے کا یقین ہو گیا

مروارید ۔ سچے موتی

بریاں ۔ بھنے ہوئے

گندم ۔ گیہوں

خزف ۔ ٹھیکری

ریگِ رواں ۔ وہ ریت جو ہوا سے بہہ رہی ہو

تشنہ ۔ پیاسا

شادی ۔ خوشی

3-2.16 :۔ یکے از عرب در بیابانے......

غایت تشنگی ۔ انتہائی پیاس

یَا لَیْتَ ۔ اے کاش

قَبلَ مَنِیَّتِي ۔ مرنے سے پہلے

اَفُوْزُ ۔ کامیاب ہو جاتا ہوں

قِرْبَتِيْ ۔ میرا مشکیزہ

بِمُنْیَتِيْ ۔ میری آرزو

3-2.17 :۔ ہمچان درویشے در قاع بسیط

قاع ۔ میدان

بسیط ۔ کشادہ، لمبا چوڑا

قوت ۔ توشہ

رہ بجائے نبرد ۔ کسی جگہ نہ پہنچ سکا

زرِ جعفری جعفر برمکی کے زمانہ کی اشرفی جس میں کھوٹ بالکل نہیں

تھا۔

گام ۔ قدم

نقرۂ خام ۔ خالص چاندی

طائفہ ۔ جماعت

3-2.18 :۔ ہرگز از دورِ زماں نالیدہ

دورِ زماں ۔ زمانہ کی گردش

پائے پوشی ۔ جوتا پہننا

بے کفشی ۔ ننگے پاؤں

برگ‌تزہ ۔ ساگ، ترکاری

مرغ بریاں ۔ بھنا ہوا مرغ، مرغِ مسلّم

استطاعت ۔ طاقت

پایم برہنہ بود ۔ میں ننگے پاؤں تھا

رو درہم کشیدن ۔ منہ بگاڑنا

سپاس ۔ شکر

داشتن ۔ رکھنا

3-2.19 :۔ یکے از ملوک با تنے چند خاصاں.....

زمستان ۔ جاڑا دہقان ۔ دیہاتی، کسان

رکیک ۔ کمزور

ماحضر ۔ جو کچھ تیار ہو یعنی وہ کھانا جو بے تکلف تیار ہو

مطبوع ۔ پسندیدہ، طبیعت کے موافق

خلعت ۔ شاہی جوڑا، وہ جوڑا جو بادشاہ کی طرف سے کسی کو بطورِ انعام دیا جائے

شوکت ۔ دبدبہ

رکاب ۔ سواری

کلاہِ گوشہ ۔ ٹوپی کا کنارہ

شبانگہ ۔ رات کے وقت

التفات ۔ توجہ

قدر بلند ۔ اونچا مرتبہ

منزل ۔ قیام گاہ، اترنے کی جگہ

رسیدن سے رسید ۔ پہنچا

دیدن سے دیدند ۔ انہوں نے دیکھا

شنیدن سے شنیدند - انہوں نے سنا

برسرش - اس کے سر پر

انداختن سے انداخت - اس نے ڈالا

3-7 :- سفارتی کتب

1	حیات سعدی	الطاف حسین حالی
2	گلستان	سعدی شیرازی

برجیس سلطانه

سینئر, لکچرر شعبہ اردو۔ مانا سا گنگوتری

میسور

Unit : 4

Block : 1

گلستانِ سعدی

باب سوم: تیسرا باب

درفضیلت قناعت: قناعت کی فضیلت میں

اکائی (۴) گلستانِ سعدی :

تیسرا باب : قناعت کی فضیلت میں

ساخت

4.0 : اغراض ومقاصد

4.1 : تمہید

4.2 : متن (تیسرے باب کی 9 نو حکایتیں)

4.3 : متن کا ترجمہ

4.4 : نمونہ امتحانی سوالات

4.5 : خلاصہ

4.6 : فرہنگ

4.7 : سفارشی کتب

4.0 : اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ تیسرا باب : درفضیلتِ قناعت کی نو حکایتون کے متن سے واقف ہوسکیں

☆ ان حکایتوں کا ترجمہ کرسکیں

☆ قناعت کی فضیلت سے واقف ہوسکیں

☆ قناعت تھوڑے پر صبر کرنا ہے۔

☆ قناعت کو جن لوگوں نے اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا وہ کامیاب رہے۔

☆ قناعت کی فضیلت کے بارے میں معلومات حاصل کرسکیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کرسکیں۔ قناعت کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا سکیں۔

4-1 :۔ تمہید

گزشتہ اکائی میں آپ نے گلستان سعدی کے باب سوم ''درفضیلتِ قناعت'' کی بیس حکایتوں کا خصوصی مطالعہ کیا۔ اب اس اکائی میں ہم آپ کو باب سوم ''درفضیلت قناعت'' کی نوحکایتوں کے متن سے تفصیلی طور پر واقف کرائیں گے۔

سعدیؔ نے اس باب میں فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ معانی اور مطالب کے دریا سمو دیئے ہیں وہ جابجا اشعار، قطعات، مصرعوں، قرآن مجید کی آیتوں اور اقوال سے کام لیتے ہیں۔ حکایت نمبر آٹھ میں سعدی نے ایک پہلوان کا قصہ بیان کیا ہے۔ یہ ایک طویل حکایت ہے اور دلچسپ بھی ہے۔ مختلف مثالوں کے ذریعہ سے سعدی نے قناعت کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

4-2 :۔ متن

.4.2:۔ حکایت نمبر ۲۱

گدائے مسئول را حکایت کنند کہ نعمتے وافر اندوختہ بود یکے از بادشاہاں گفتش ہمی نما یند کہ مالِ بیکراں داری و مارا مہمیت اگر برفے ازاں دستگیری کنی چوں ارتفاع برسد وفا کردہ شود وشکر گفتہ آید اے خداوندانِ روئے زمین لائقِ قدر بزرگوار پادشاہ نباشدہ نباشد دست بہ مال چوں من گدائے آلودہ کردن کہ جَو جَو بگدائی فراہم آوردہ ام گفت غم نیست کہ بکافرمید ہم کہ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ

شعر :۔ گرآب چاہِ نصرانی نہ پاک ست : جہود مردہ می شوئی چہ باک ست

شعر :۔ قَالُوْا عَجِیْنُ الْکَلْسِ بِطَاهِرِ :

قُلْنَا نَسُدُّ بِهٖ شُقُوق الْمَبْرَز

شنیدم کہ سراز فرمانِ ملک باز زدو حجّت آوردن گرفت وشوخ چشمی کردن ملک بفرمود تا مضمونِ خطاب راازوے بزجر توبیخ مخلّص کردند

مثنوی :۔ بہ لطافت چو بر نیاید کار : سر بے حرمتی کشد ناچار

ہر کہ برخویشتن نہ بخشادید : گر نہ بخشاد بروکسے شاید

4.2.1 حکایت نمبر ۲۲

بازرگانے رادیدم کہ صدو پنجاہ شتر بار داشت وچہل بندہ وخدمتگار شبے در جزیرۂ کیش مرابہ حجرۂ خویش برد ہمہ شب نیارمید از سخنہائے پریشاں گفتن کہ فلاں انبارم بہ ترکستان است وفلاں بضاعت بہ ہندوستان وایں قبا لۂ فلاں زمین است وفلاں چیز را فلاں کس ضمین ست وگاہ گفتے کہ خاطرِ اسکندریہ دارم چہ ہوائے خوش ست باز گفتے نہ کہ دریائے مغرب مشوّش ست سعدیا سفرے دیگر درپیش ست اگرآں کردہ شود بقیّتِ عمرِ خویش بہ گوشۂ بنشینم وقناعت کنم

:۔ گفتم آں کوام سفرست گفت گوگرِد پارسی خواہم بردن بہ چین کہ شنیدم کہ قیمتے عظیم دارد وکاسۂ چینی بروم آرم ودیبائے رومی بہ ہندو پولاد ہندی بہ حلب وآبگینۂ حلبی بہ یمن وبردِ یمانی بپارس وازاں پس ترکِ سفرکنم وبدکانے بنشینم انصاف ازیں ماخولیا چنداں فروگفت کہ بیش طاقت گفتنش نماند گفت اے سعدی تو ہم سخنے بگوی ازانہا کہ دیدۂ وشنیدۂ گفتم

قطعہ :۔ آں شنیدستی کہ درصحرائے غور ÷ بارسالارے بیفتاد از ستور

گفت چشمِ تنگ دنیادار را ÷ یا قناعت پُرکند یا خاکِ گور

4.2.2 ۔ حکایت نمبر ۲۳ ۔

مالدارے راشنیدم کہ بہ بخل اندر چناں معروف بود کہ حاتم طائی درکرم ظاہرِ حالش بہ نعمت دنیا آراستہ وخسّت نفس جبلّی ہمچناں دروے متمکّن تا بجائے رسید کہ نانے از دست بجانے ندادے وگربۂ ابوہریرہؓ رابہ لقمۂ ننواختے وسگِ اصحابِ کہف رااستخوانے نیندا ختے فی الجملہ خانۂ اوراکس ندیدے درکشادہ وسفرۂ اوراسر۔

بیت :۔ درویش بجز بوئے طعامش نہ شنیدے ÷ مرغ از پس ناں خوادن اوریزہ

نچیدے شنیدم کہ بہ دریائے مغرب اندرراہِ مصر پیش گرفتہ بود و خیال فرعونی در سر حَتّٰـــی

اِذَآاَدْرَکَهُ الْغَرَقُ بادے مخالف بہ کشتی برآمد چنانکہ گویند

فرد :۔ بالطبع ملولت چہ کند دل کہ نسازد ÷ شرط ہمہ وقتے نبود لائق کشتی

دست بدعا برآورد و فریاد بیفائدہ خواندن گرفت فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ

دَعَوُ اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۵

شعر :۔ دست تضرع چہ سود بندہ محتاج را ÷ وقتِ دعا بر خدا وقتِ کرم در بغل

قطعہ :۔ از زر و سیم راحتے برساں ÷ خویشتن ہم تمتعے برگیر

وانگہہ ایں خانہ کز تو خواہد ماند ÷ خشتے از سیم و خشتے از زر گیر

آوردہ اند کہ در مصر اقاربِ درویش داشت بعداز ہلاکِ وے بہ بقیت مالِ وے توانگر

شدند جامہائے کہن بمرگِ او بدریدند و خز دمیاطی بدعوض آں ببریدند ہمدراں ہفتہ یکے را دیدم

از ایشاں بر بادپائے سوار رواں و غلام پری پیکر در پئے اُودواں

قطعہ :۔ وہ کہ گر مُردہ باز گردیدے ÷ بہ سرائے قبیلہ و پیوند

ردّ میراث سخت تر بودے ÷ وارثاں را ز مرگِ خویشاوند

بسابقۂ معرفتے کہ درمیانِ ما بود آستینش گرفتم و گفتم

بیت :۔ بخوارے نیک سیرت سرہ مرد ÷ کاں فرومایہ گرد کرد و نخورد

4-2-3 :۔ حکایت نمبر ۲۴ :۔

صیاد ضعیف را ماہی قوی بہ دام افتاد طاقتِ حفظ آں نداشت ماہی برو

لب آمد و دام از دستش در ربود

قطعہ :۔ شد غلامے کہ آب جو آرد ÷ آب جو آمد و غلام بہ برد

دام ہر بار ماہی آوردے ÷ ماہی ایں بار رفت و دام ببرد

بیت :۔ صیاد نہ ہر بار شکارے ببرد ÷ یک روز بہ بنی کہ پلنگش بخورد

دیگر صیاداں دریغ خوردند و ملامتش کردند کہ چنیں صیدے در دامت افتاد و نہ

توانستی نگاہ داشتن گفت اے برادران چہ توان کرد مرا روزی نہ بود و اور ا ہمچنیں روزی ماندہ

حکمت :۔ صیادِ بے روزی در دجلہ ماہی نگیرد و ماہی بے اجل بر خشکی نمیرد

4-2.4 :۔ حکایت نمبر ۲۵ :۔

دست و پا بریدۂ ہزار پائے را بکشت صاحبدلے برو بگذشت و گفت سبحان اللہ با ہزار پا

ئے کہ داشت چوں اجلش فراز آمد از بے دست و پائے گریختن نتوانست

مثنوی :۔ چو آید ز پے دشمن جاں ستاں ÷ بہ بندد اجل پائے مردِ دواں

دراں دم کہ دشمن پیا پے رسید ÷ کمانے کیانی نباید کشید

4-2-5 :۔ حکایت نمبر ۲۶ :۔

ابلہے را دیدم سمین و خلعتے ثمین در بر و مرکب تازی در زیر و قصبے مصری بر سر کسے گفت

سعدی چگونہ ہمی بینی ایں دیبائے مُعلم بریں حیوان لایعلم گفتم

شعر:۔ قَدْ شَا بَہ بالْوَ رِیٰ حِمَا رَ ÷ عِجْلاً جَسَدًا لَہٗ خُوَارَ

گفتہ اند یک طلعتِ زیبا بہ از ہزار خلعت دیبا

قطعہ:۔ شریف اگر متصعف شود خیال مبند ÷ کہ پائگاہِ بلندش ضعیف خواہد شد

ور آستانۂ سیمیں بہ میخ زر بزند ÷ گماں مبر کہ یہودی شریف خواہد شد

قطعہ :۔ بآدمی نتواں گفت ماند ایں حیواں ÷ مگر دراعہ و دستار و نقش بیرونش

بہ گرود در ہمہ اسباب و ملک وہستیِ او ÷ کہ ہیچ چیز نہ بینی حلال جز خونش

4-2.6 :۔ حکایت نمبر ۲۷ :۔

دزدے گدائے را گفت شرم نمی داری از برائے جوئی سیم دست پیش ہر لئیم دراز

کردن گفت.

بیت :۔ دست دراز پئے یک حبۂ سیم' بہ کہ ببرند بہ دانگے دونیم

4-2-7 :۔ حکایت نمبر ۲۸ :۔

مشت زنے را حکایت کنند کہ از دہر مخالف بہ فغاں آمدہ بود واز حلق فراج در

دستِ تنگ بہ جاں رسیدہ شکایت پیشِ پدر بردو اجازت خواست کہ عزمِ سفر دارم مگر بقوّتِ بازو دامن گامے فراچنگ آرم کہ بزرگاں گفتہ اند

بیت :۔ فضل و ہنر ضائع ست تانمایند ÷ عود بر آتش نہند و مشک بسایند

پدر گفت اے پسر خیالِ محال از سر بدر کن و پائے قناعت در دامن سلامت کش کہ خردمندان گفتہ اند دولت نہ بکوشیدن ست و چارۂ آں کم جوشیدن ست

شعر :۔ کس نتواند گرفت دامن دولت بزور ÷ کوششِ بیفائدہ ست وسمہ برابروئے کور

فرد :۔ اگر بہر سرِ مویت ہنر دوصعر باشد ÷ ہنر بکار نیاید چو بخت بد باشد

بیت :۔ چہ کند زورمند واژوں بخت ÷ بازوئے بخت بہ کہ بازوِ سخت

پسر گفت اے پدر فوائدِ سفر بسیار ست از نزہت خاطر و جرّ منافع و دیدنِ عجائب و شنیدن غرائب و تفرّج بلدان و محاورات خلّان و تحصیلِ جاہ و مزیدِ مال و مکتب معرفت یاران و تجربتِ روزگاراں چنانکہ سالکانِ طریقت گفتہ اند

نظم :۔ تابدکانِ خانہ در گروی ÷ ہرگز اے خام آدمی نشوی

بروا ندر جہاں تفرّج کن ÷ پیش ازاں خام آدمی نشوی

پدر گفت اے پسر منافع سفر چنیں کہ تو گفتی بیشمار ست لیکن مسلّم پنج طائفہ راست نخستیں بازارگانے را کہ باوجود نعمت و مکنت غلاماں و کنیزاں دارد و شاگردانِ چابک ہر روز بشہرے و ہر شب بمقامے و ہردم بتفرج گاہے و ہر لحظہ از نعیم دنیا متمتع

قطعہ :منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست ÷ ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

داں را کہ بر مرادِ جہان نیست دسترس ÷ ورزاد بوم خویش غریب ست و ناشناخت

دوم عالمے کہ بہ منطق شیریں وقوت فصاحت و مایۂ بلاغت ہر جا کہ رود بخدمت او اقدام نمایند و اکرام کنند۔

قطعہ :۔ وجود مردم دانا مثال زرّ طلاست ÷ کہ ہر کجا کہ رود قدر و قیمتش دانند

بزرگ زادۂ ناداں بشہر وا ماند ÷ کہ در دیارِ غریبش بہیچ نستانند

سوم خوبروئے کہ درون صاحبدلاں بہ مخالطت او میل کند کہ بزرگاں گفتہ اند کہ جمال بہ از بسیاریٔ مال و گویند روئے زیبا مرہم دلہائے خستہ ست و کلیدِ درہائے بستہ لاجرم صحبت او ہمہ جا غنیمت شناسند و خدمتش را منّت دانند

قطعہ :۔ شاہد آنجا کہ رود عزّت و حرمت بیند ۔ در براندند بقہرش پدر و مادر خویش
پرِ طاؤس در اوراق مصاحف دیدم ۔ گفتم ایں منزلت از قدرِ تو می بینم بیش
گفت خاموش کہ ہر کس کہ جمالے دارد ۔ ہر کجا پائے نہد دست بدارندش پیش

قطعہ: چوں در پسر موافقت و دلبری بود ÷ اندیشہ نیست گر پدر از وے بری بود
او جوہرست گو صدف اندر میان مباش ÷ درِّ یتیم را ہمہ کس مشتری بود

چہارم خوش آوازے کہ بہ حنجرۂ داؤدی آب از جریان و مرغ از طیران باز دارد پس بوسیلت آں فضیلت دلِ مشتاقاں صید کند و اربابِ معنیٰ بمنادمت او رغبت نمایند و بانواع خدمت کنند

شعر :۔ سَمْعِیْ اِلیٰ حُسْنِ الْاَغَانِیْ ÷ مَنْ ذَاالَّذِیْ جَسَّ الْمَثَانِیْ

قطعہ :۔ چہ خوش باشد آوازِ نرم و حزیں ÷ بگوشِ حریفانِ مستِ صبوح
بہ از روئے زیباست آوازِ خوش ÷ کہ اِس حظِّ نفس ست و آں قوتِ روح

پنجم پیشہ ورے کہ بہ سعی بازو کفافے حاصل کند تا آبروی از بہر لقمہ ریختہ نگردد چنانکہ بزرگاں گفتہ اند

قطعہ :۔ گر بغریبی رود از شہر خویش ÷ سختی و محنت نکشد پنبہ دوز
وز بخرابی فتد از مُلک خویش ÷ گرسنہ خفتد مَلِک نیم روز

چنیں صفتہا کہ بیان کردم اے پسر در سفر موجبِ جمعیّتِ خاطرست و داعیۂ طیبِ عیش و آنکہ ازیں جملہ بے بہرہ ست بخیالِ باطل در جہاں برود دیگرکش نام و نشان نہ شود

قطعہ :۔ ہر آنکہ گردش گیتی بکین او برخاست ÷ بغیر مصلحتش رہبری کند ایام
بوترے کہ دگر آشیاں نخواہد دید ÷ قضا ہمی بردش تا بسوئے دانہ دام

پسر گفت اے پدر قول حکما را چگونہ مخالفت کنم کہ گفتہ اند رزق اگر چہ مقسوم ست بہ اسباب حصول آں تعلق شرط است وبلا اگر چہ مقدر ست از ابواب دخولِ آں کردن واجب

قطعہ :۔ رزق ہر چند بے گماں برسد ÷ شرط عقل ست جستن از درہا

ورچہ کس بے اجل نخواہد مُرد ÷ تو مرو در دہان اژدرہا

دریں صورت کہ صنم باپیل دماں بزنم وباشیر ژیاں پنجہ در افگنم پس مصلحت آنست اے پدر کہ سفر کنم کہ ازیں بیش طاقتِ بے نوائی ندارم

قطعہ۔ چوں مرد بر فتاد ز جای ومقامِ خویش ÷ دیگر چہ غم خورد ہمہ آفاق جائے اوست

شب ہر توانگرے بسرائے ہمی رَوَد ÷ درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست

ایں بگفت وپدر را الوداع کرد وہمّت خواست ورواں شد وباخویشتن ہمی

شعر :۔ ہنرور چو بختش بناشد بکام ÷ بجائے رود کس نداند نام

ہمچنیں تا برسید بر کنارِ آبے کہ سنگ از صلابت او بر سنگ ہمی آمد وخروشش بفرسنگ می رفت

بیت :۔ سہمگیں آبے کہ مرغِ آبی دروایمن نبودے ÷ کمترین موج آسیا سنگ از کنارش در ربودے گروہے مرد ماں را دید ہر یک بقُراضہ در معبر نشستہ ورختِ سفر بستہ جواں را دستِ عطا بستہ بود زبانِ ثنا بر کشود چندانکہ زاری کرد یاری نہ کردند ملاّحِ بے مروّت از وبخندہ برگردید و گفت

شعر :۔ بے زر نتوانی کہ کنی بر کس زور ÷ ور زر داری بزور محتاج نہ

زر نداری نتواں رفت بزور از دریا ÷ زور دہ مرد چہ باشد زرِ یک مرد بیار

جوان را دل از طعنۂ ملاّح بہم بر آمد خواست کہ از وانتقام مے کشد کشتی رفتہ بود آواز داد کہ اگر بدیں جامۂ کہ پوشیدہ ام قناعت کنی دریغ نیست ملاّح دطمع کرد وکشتی باز گردانید

بیت :۔ بدوز دشرہ دیدہ ہوشمند ÷ در آرد طمع مرغ وماہی بہ بند

چندانکہ وستِ جوان بہ ریش وگریبانش رسید بخود در کشید وبے محابا فرد کوفت یارش از کشتی

بدر آمد کہ پشتی کند ہمچنیں درشتی دید پشت بگروانید مصلحت آں دیدند کہ با او بمصالحت گرایند و بہ اجرتِ کشتی مسامحت نمایند

مثنوی :۔ چو پر خاش بینی تحمل بیار ÷ کہ سہلے بہ بندد در کارزار

بہ شیریں زبانی ولطف وخوشی ÷ توانی کہ پیلے بموئے کشی

لطافت کن آنجا کہ بینی ستیز ÷ نبرد قز نرم را تیغ تیز

بعذر ماضی بقدمش درافتادند و بوسۂ چند بہ نفاق بر سر و چشمش دادند پس بہ کشتی در آوردند و رواں شدند تا برسید ستونے کہ از عمارتِ یونان در آب ایستادہ بود ملاح گفت کشتی را خللے ہست یکے از شما کہ زور آور تر ست باید کہ بریں ستون برود خطام کشتی بگیرد تا عمارت کنیم جواں بہ غرور دلاوری کہ در سر داشت از خصم آزردہ دل نیندیشد و قول حکما را کار نہ فرمود کہ گفتہ اند ہر کرا رنجے بدل سانیدی اگر در عقبِ آں صد راحت برسانی از پاداشِ آں یک رنجش ایمن مباش کہ پیکاں از جراحت بدر آید و آزار در دل بماند

نظم :۔ چہ خوش گفت یکتاش با حیلتاش ÷ چو دشمن خراشیدی ایمن مباش

مشو ایمن کہ تلگ دل گردی ÷ چوں ز دستت دلے بہ تنگ آید

سنگ بر بارۂ حصار مزن ÷ کہ بود کز حصار سنگ آید

چندانکہ مقودِ کشتی بساعد بہ پیچید و بالائے ستون رفت ملاح زمام از کفش در گسلانید و کشتی براند بے چارہ متحیر بماند روزے دو بلا و محنت کشید سختی دید سوم اوز خوابش گریباں گرفت و در آب انداخت بعد از شباروزے دگر بر کنار افتاد از حیاتش رمقے ماند بود برگِ درختاں خوردن گرفت و بیخ گیاہاں بر آوردن تا اندکے قوت یافت سر در بیاباں نہاد و برفت تا تشنہ و بے طاقت شد و برسرِ چاہے رسید قوت یات سر در بیاباں نہاد و برفت تا تشنہ و بے طاقت شد و برسرِ چاہے رسید قومے را دید شربت آب بہ پشیزے ہمی آشامیدند جواں را پشیزے نبود طلب کرد و بیچارگی نمود رحمت نیاوردند دستِ تعدی دراز کرد و تنے چند را فرو کوفت مرداں غلبہ کردند و بے محابہ بزدندش مجروح شد

قطعہ : پشہ چو پر شد بزند پیل را   باہمہ مردی وصلابت کہ اوست

مور چگاں راچو بود اتفاق   شیر ژیاں رابدر آرند پوست

بحکم ضرورت در پے کارواں افتادو برفت شبانگہ برسیدند بمقامے کہ از دداں پرخطر بود کاروانیاں را دیدلرزہ براندام افتادہ ودل بر ہلاک نہادہ گفت اندیشہ مدارید کہ دریں میاں یکے منم کہ بہ تنہا پنجاہ مرد را جواب گویم ودیگر جواناں ہم یاری کنند ایں بگفت و مردمِ کارواں بلافِ اوقوی دل شدند و بہ صحبتش شادمانی کردند و بزادو آبش دستگیری واجب دانستند جوان را آتش معدہ بالا گرفتہ بود وعنان طاقت از دست رفتہ۔

لقمۂ چند از سر اشتہا تناول کرد ودمے چند آب در پے آں آشامید تا دیو درونش بیارامید وبخفت پیر مردے جہاں دیدہ دراں کارواں بود گفت اے جماعتِ من ازیں بدرقۂ شما اندیشنا کم بیش ازاں کہ از دزداں چنانکہ حکایت کنند غریبے را درمے چند گرد آمدہ بود و بہ شب از تشویش لوریاں در خانہ نمی خفت یکے را از دوستاں برخود خواند تا وحشتِ تنہائی بدیدار روئے منصرف کند شبے در صحبتِ او بود چندانکہ بر درمہامش وقوف یافت ببرد وبخورد وسفر کرد بامداداں دیدند غریب را گریاں وعریاں کسے گفت حال چیست مگر آں درمہائے ترا دزد بُرد گفت لا وَ اللہ بدرقہ برد

قطعہ :۔ ہرگز ایمن زیار نہ نشستم ÷ تاندانستم آنچہ عادتِ اوست

زخمِ دندانِ دشمنے تیز ست ÷ کہ نماید بچشمِ مردم دوست

چہ دانید کہ اگر ایں ہم از جملۂ دزداں باشد بہ عیاری درمیان ما تعبیہ شدہ تا بوقتِ فرصت یاراں را خبر کند مصلحت آں بینم کہ مریں خفتہ را بگذاریم ورخت برداریم جواناں راپندِ پیرا ستوار آمد ومہابتے عظیم از مشت زن دردل گرفتند ورخت برداشتند وجوان را خفتہ بگذا شتند آنگہ خبر یافت کہ آفتابش بر کتف تافت سر بر آورد وکارواں رفتہ دید بیچارہ بسے بگردید رہ بجائے نبرد وتشنہ وبینوا روی برخاک ودل برہلاک نہادہ می گفت

شعر

:- مَنْ ذَالَّذِیْ یُحَدِّثُنِیْ وَزَمَّ الْعَیْسِ ÷ مَالِلْغَرِیْبِ سُوَی الْغَرِیْبِ اَنِیْسِ

فرد :- درشتی کند برغریباں کسے ÷ کہ نابودہ باشد بغربت بسے

مسکیں دریں سخن بود کہ پادشہ پسرے بہ صید از لشکریاں دور افتادہ بود و بالائے سرش ایستادہ ہمی شنید و در ہیأتش ہمی نگرید صورتش پاکیزہ دید و حالش پریشان پرسید از کجائی وبدیں جا نگہ چوں افتادی برخے ازانچہ برسرِ او رفتہ بود اعادت کرد مَلِک زادہ رابرحال تباہِ او رحمت آمد و خلعت و نعمت داد معتمدے راباوے بفرستاد تابشہر خویش باز آمد پدرش بدیدن او شادمانی کرد و برسلامتِ حالش شکر گفت۔

شبانگہ ازانچہ برسرِ او رفتہ بود از حالت کشتی و جور ملاّح وظلم روستایاں برسر چاہ و غدر کاروانیاں وراہ باپدر ہمی گفت۔ پدر گفت اے پسر نہ گفتمت ہنگام رفتن کہ تہی دست دلیری بسند است و پنجۂ شیری شکست۔

شعر:- چہ خوش گفت آں تہیدست سلحشور ÷ جوے زر بہتر از ہفتاد من زور

پسر گفت اے پدر ہر آئینہ تارنج بہ بری گنج برنداری وتاجان در خطرہ نہ نہی بردشمن ظفرہ نہ ہی بردشمن طفر نیابی وتادانہ پریشاں نہ کئی خرمن برنگیری نہ بینی باندک مایۂ رنجے کہ بردم چہ تحصیل راحت کردم وبہ نیشے کہ خوردم چہ مایۂ عسل آوردم

فرد :- گرچہ بیروں زرزق نتواں خورد ÷ در طلب کاہلی نباید کرد

فرد :- غوّاص گر اندیشہ کند کام نہنگ ÷ ہرگز نہ کند دُرِّ گراں مایہ بچنگ

حکمت :- آسیاسنگِ زیریں متحریک نیست لاجرم تحمل بارگراں ہمیکند

قطعہ :- چہ خورد شیر شرزہ دربُن غار ÷ باز افتادہ راچہ قوت بود

گرتو درخانہ صید خواہی کرد ÷ دست وپایت چو عنکبوت بود

پدر پسر را گفت ترا دریں نوبت فلک یاوری کرد و اقبال رہبری کہ صاحب دولتے بتو رسید و برتو بخشید وکسر حالت رابتفقدی جبر کرد و چنیں اتفاق نادر افتد و بر نادر حکیم نتواں

کرد

بیت :۔ صیّادنہ ہر بار شغالے ببرد ÷ باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد

چنانکہ یکے از ملوکِ پارس را نگینے گراں مایہ در انگشتری بود بارے بحکم تفرّج با تنے چند خاصاں بمصلائے شیراز بیروں رفت فرمود تا انگشتری را بر گنبد عضد نصب کردند تا ہر کہ تیر از حلقۂ انگشتری بگذارد خاتم اورا باشد اتفاقاً چہار صد حکم انداز کہ در خدمتِ او بودند بیند اختند جملہ خطا کردند مگر کودکے کہ بر بام رباطے بہ بازیچہ تیر از ہر طرف می انداخت باد صبا تیر او از حلقۂ انگشتری بگذارنید خلعت ونعمت یافت وخاتم بوے ارزانی داشتند آوردہ اند کہ پسر تیر وکمان را سوخت گفتند چرا چنیں کردی گفت تا رونق نخستیں بر جاے ماند

قطعہ :۔ گہ بود کز حکیم روشن رائے ÷ بر نیاید درست تدبیرے

گاہ باشد کہ کودکے ناداں ÷ بغلط بر ہدف زند تیرے

4-2-8 :۔ حکایت نمبر۲۹ :۔

درویشے را شنیدم کہ بہ غارے نشستہ بود در بروے از جہاں بستہ وملوک واغنیا را در چشم ہمت او شوکت وہیبت نماند

قطعہ :۔ ہر کہ بر خود درِ سوال کشاد ÷ تا بمیرد نیازمند بود

آز بگذار و پادشاہی کن ÷ گردنِ بے طمع بلند بود

یکے از ملوک آں طرف اشارت کرد کہ توقع بہ کرم واخلاق مرداں چنیں ست کہ یکے جا ما بنان ونمک موافقت کنند شیخ رضا داد بحکم آنکہ اجابتِ دعوت ست دیگر روز مَلِک بعذر قدومش رفت عابد از جای برجست ومَلِک را در کنار گرفت وتلطف کرد وثنا گفت

چوں غائب شد یکے از جماعت پرسید شیخ را کہ چندیں ملاطفت امروز کہ با پادشہ کردی خلافِ عادت بود دیگر ندیدم گفت نشنیدی آنکہ یکے از صاحبدلاں گفتہ است

فرد :۔ ہر کرا بر سماط بنشستی ÷ واجب آمد بخدمتش برخاست

مثنوی :۔ گوش تواند کہ ہمہ عمروے ÷ نشود آواز دف وچنگ ونے

دیدہ شکیبد زتماشائے باغ ÷ بے گل ونسریں بسر آرد دماغ

گر نبود بالش آگندہ پر ÷ خواب تواں کرد حجر زیر سر

ورنہ بود دلبر ہمخوابہ پیش ÷ دست تواں کرد بآغوش خویش

ویں شکم بے ہنر پیچ در پیچ ÷ صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

۱۰۰ **حکایت ۲۱ متن کی تشریح**

حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک بھیک مانگنے والے نے بہت مال جمع کرلیا تھا۔ کسی بادشاہ نے اس سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے پاس بیحد مال جمع ہے۔اس وقت ہمیں ایک مہم درپیش ہے اگر تھوڑے سے مال سے تو مدد کرے، جب ملک کی آمدنی وصول ہوگی تو شکریہ کے ساتھ رقم ادا کردی جائے گی۔اس لئے عرض کیا کہ جہاں پناہ مجھ غریب کا مال جو ایک ایک جو بھیک مانگ کر جمع کیا گیا ہے' اس سے خداوند جہاں کا ہاتھ ملوث کرنا شایانِ شان نہیں ہے۔بادشاہ نے کہا اس کا کوئی غم نہیں ہے کہ تیرا مال کام کو دیتا ہوں' اللہ کا فرمان ہے کہ بری چیز بروں کے لیے ہے"

(شعر) نصرانی کے کنویں کا پانی ناپاک ہے۔اگر اس سے یہودی ناپاک کی میت نہلائی جائے تو مضائقہ نہیں

(عربی شعر) لوگوں نے کہا چونے سے تیار کردہ خمیر ناپاک ہے۔ہم نے کہا اس سے بیت الخلاء کی سوراخیں بند کرتے ہیں میں نے سنا کہ فقیر بادشاہ کا کہنا نہ مانا' دلیل بازی کرنے لگا، اور شوخ چشم ہوتا گیا' بادشاہ نے نوکروں سے کہا بالجبر یعنی (زبردستی سے) اس کا مال لے لیں اور اسے چھوڑ دیا جائے۔

مثنوی:۔ اگر ہمدردی اور لطافت سے کام نہ چلے تو معاملہ بے عزتی تک پہونچ جاتا ہے (بے حرمت کرنا ہی اس کا انجام کار ہے)۔جو خود کو معاف نہیں کرتا' مناسب تو یہی ہے کہ کوئی بھی اس کو معاف نہ کرے یعنی کو شخص اپنے اوپر رحم نہیں کرتا ہے اگر کوئی اس پر رحم نہ کھا

ئے تو وہ اس لائق ہے۔

حاصلِ مقصود:۔ اگر کسی کا کچھ مال چھین لیا جائے تو اس کو صبر کر لینا چاہیئے۔ ناپاک مال کو ناپاک جگہ پر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر کسی جگہ مال دے کر عزت محفوظ ہوتی ہو تو مال خرچ کر دینا چاہیئے اور اگر کوئی شخص مال طلب کرے کہ جس کو اگر نہ دیا جائے تو وہ زبردستی چھین لے گا تو فوراً دیدینا چاہیئے اور صبر کرنا چاہیئے۔

4.3.1 حکایت۲۲ میں نے ایک تاجر کو دیکھا ڈیڑھ سو اونٹ کے بوجھ کا مال رکھتا تھا یعنی ڈیڑھ سو اونٹ پر لدا ہوا مال تھا اور چالیس غلام اور خدمت گار بھی وہ مجھے شہر کیش یا جزیرہ کیش کے ایک حجرے میں لے گیا، رات بھر اپنی فضول باتوں سے نہ سویا اور نہ ہی سونے دیا۔ کہتا رہا کہ میرا فلاں انبار ترکستان میں ہے اور فلاں پونجی ہندوستان میں' اور یہ دستاویز فلاں زمین کی ہے، فلاں چیز کا ذمہ دار فلاں آدمی ہے اور کبھی کہتا تھا میرا دل اسکندریہ جانے چاہتا ہے کیونکہ وہاں کی آب و ہوا اچھی ہے اور کبھی کہتا نہیں نہیں مغربی دریا میں طوفان ہے۔ اے سعدی! دوسرا سفر بھی درپیش ہے۔ اگر کر دوں یعنی اگر وہ سفر بھی کر لیا جائے تو باقی عمر کسی گوشہ میں بیٹھے کاٹ دوں گا اور قناعت گزار بن جاؤ ں گا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسا سفر ہے۔ اس نے کہا! پارس کی گندھک ملک چین لے جانا چاہتا ہوں، سنا ہے کہ وہاں گراں قیمت پر فروخت ہوتی ہے اور چین کے برتن ملک روم لاتا ہوں، روم کا ریشم ہندوستان میں، ہندوستانی فولاد حلب میں، حلبی آئینہ یمن میں، یمنی چادر پارس میں، اس کے بعد سوداگری ترک کر دیتا ہوں اور ایک دکان میں بیٹھ جاتا ہوں۔

اس پاگل پن میں اس قدر بکواس کیا کہ پھر بولنے کی طاقت نہ رہی' آخر اس نے کہا کہ اے سعدی! آپ بھی کچھ باتیں بتایئے جو کچھ آپ نے دیکھا یا سنا ہو میں نے کہا

قطعہ :۔ کیا آپ نے سنا ہے کہ دشتِ غور میں ایک سالارِ قافلہ گھوڑے سے گر پڑا' تب اس نے کہا کہ تنگ نظر دنیا دار کو یا تو قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی!

حاصل مقصود :۔ اگر انسان قناعت کو چھوڑ کر حریص بن جاتا ہے تو ایک ایسی

مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے جس کا کوئی کنارا نہیں یعنی انسان کو قناعت کرنی چاہیئے۔ اگر قناعت چھوڑ کر حرص میں مبتلا ہو جائے گا تو ایک بڑی سخت مصیبت میں پھنس جائے گا۔

4-3-2 :۔ مال دارے راشنیدم کہ بہ بخل...... حکایت نمبر ۲۲

میں نے سنا ہے کہ ایک مالدار بخالت میں اس قدر مشہور تھا جس قدر سخاوت میں حاتم طائی، اس کا ظاہر دنیوی نعمت سے آراستہ تھا' اور اس کا باطن بخل اور بد خلقی سے مالا مال یعنی اس میں نفس کی فطری کنجوسی ویسی ہی برقرار تھی۔ جان جائے ہاتھ سے نان نہ جائے یعنی جان کے مقابلہ میں بھی روٹی دینا پسند نہ کرتا اپنی جان دیدیتا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی بلّی کو بھی ایک لقمہ نہ دیتا تھا۔ اور اصحابِ کہف کا کتّا بھی آجائے تو ہڈی چوس کر نہیں پھینکتا تھا۔ غرض اس کے گھر کا دروازہ کھلا ہوا اور اس کا دستر خوان بچھا ہوا کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

بیت :۔ ایسا منحوس تھا کہ اس کے کھانے کی بو تک کوئی فقیر سونگھ نہ سکا' اور کسی پرندے کو اس کے گھر کا ایک دانہ بھی نصیب نہ ہوا

میں نے سنا کہ سر میں فرعونی خیالات لیے دریائے مغرب کی راہ سے مصر روانہ ہوا' کشتی اچانک بادِ مخالف میں پھنس گئی

فرد :۔ تیری رنجیدہ طبعیت کو دل کیا کر سکتا ہے یعنی دل تیری رنجیدہ طبیعت کے ساتھ موافقت نہ کرے تو کیا کرے۔ کیونکہ خوش گوار ہوا بھی سمندر میں کشتی کے لئے ہمیشہ موافق نہیں رہتی۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا اور بے فائدہ فریاد کرنے لگا' جب وہ کشتی میں سوار ہو تے ہیں، اس کے لیے دین کو خالص مانتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔

شعر :۔ دعا کے وقت اللہ کے روبرو اور سخاوت واحسان کے وقت بغل میں رہنے والے عاجز ہاتھ سے محتاج بندے کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

قطعہ :- چاندی سونے سے مخلوق کو آرام دے خود بھی اس سے فائدہ حاصل ۔ یہ گھر لامحالہ تجھے چھوڑنا ہی پڑے گا، خواہ ایک ایک اینٹ سونے و چاندی ہی کی کیوں نہ ہو یعنی وہ گھر جو ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے سے بھی بنایا گیا ہو تب بھی بے کار ہے۔

کہتے ہیں کہ مصر میں اس مال دار کے محتاج رشتہ دار تھے اس کے مرنے کے بعد اس کے مال سے تونگر ہو گئے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے پرانے کپڑے پھاڑ دیے۔ یعنی اس کی موت کے سوگ کے بہانے پرانے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ ان کے عوض ریشمی اور قیمتی کپڑے تیار کرائے۔ اسی ہفتہ میں نے ایک رشتہ دار کو دیکھا کہ وہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہے اور ایک خوبصورت غلام اس کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا ہے

قطعہ :- ہائے اگر اللہ کی قدرت سے پھر مردہ قبر سے نکل آتا تو اس کے وارثوں کو لی ہوئی میراث واپس کرنا مہنگا پڑتا“

غرض اپنی سابقہ دوستی کی وجہ سے میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا

بیت :- اے نیک بخت اس آدمی کا مال تو خوب کھا‘ کیونکہ اس بد بخت نے جمع کیا اور نہیں کھایا۔

حاصلِ مقصود :- اگر انسان قناعت کی دولت سے محروم رہتا ہے تو اس کا جمع کردہ مال انہیں عزیزوں، رشتہ داروں کے کام آتا ہے، جو اس کی زندگی میں درپئے آزار ہتے ہیں، یعنی اگر انسان کنجوسی کرتا ہے نہ خود کھاتا ہے اور نہ اوروں کو کھلاتا ہے اس کے رشتہ دار اس کی موت کے منتظر رہتے ہیں اور اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کو خوب اڑاتے ہیں۔

4-3-3 :- صیادِ ضعیف را ماہی قوی بدام افتاد...... حکایت ۲۴

ایک کمزور و ناتواں شکاری کی جال میں ایک طاقتوار (بڑی) مچھلی پھنس گئی۔ اس کو تھامنے کی طاقت نہ رکھتا تھا‘ مچھلی اس پر غالب آگئی اور اس کے ہاتھ سے جال چھین لے گئی

قطعہ :۔ ایک جوان (غلام) نہر سے پانی لانے کے لیے گیا' نہر کا پانی آیا اور جوان کو لے گیا' ہر وقت جال مچھلیاں لاتی تھی، اس مرتبہ مچھلی جال لے چلی۔

بیت :۔ ہر مرتبہ شکار نہیں لے جاتا بلکہ ایک دن تو دیکھے گا کہ اس کو چیتا کھا لیتا ہے، دوسرے شکاریوں نے افسوس کیا اور برا بھلا کہا، ایسا شکار تیری جال میں پھنسا اور اس کی حفاظت نہ کر سکا' اس نے کہا بھائیوں اِ کیا، کیا جا سکتا تھا، کہ میرے لیے روزی نہیں تھی، اسی طرح اس کے لیے اور چند روز باقی تھے یعنی مچھلی کے مقدر میں کچھ اور رزق باقی تھا۔

حکمت :۔ بے روزگار شکاری دریائے دجلہ سے بھی کچھ نہیں حاصل کرتا اور بے موت مچھلی خشکی پر بھی نہیں مرتی

حاصلِ مقصود :۔ روزی کا تعلق بھی تقدیر سے ہے۔ ہر نقصان کو خدا کی طرف سے خیال کر کے صبر کرنا چاہیئے۔ یہی قناعت کا آخری مرتبہ ہے۔

4-3-4 :۔ دست و پا بریدہ ہزار پائے را بکشت ..... حکایت نمبر ۲۵

ایک سانپ نے ایک کن کھجورہ کو مار دیا یعنی ایک لنگڑے لولے نے ایک ہزار پا یعنی کن کھجورے کو مار ڈالا یا ایک جس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے تھے، ہزار پاؤں والے کو مار ڈالا، ایک اللہ والے کا اس پر سے گزر ہوا، اور کہا سبحان اللہ! ہزار پاؤں رکھنے کے باوجود جب موت آئی، بے دست و پا سے بچ کر نہ بھاگ سکا۔

مثنوی :۔ اگر دشمن جان لینے کے لیے آئے' تیز رفتار آدمی کے بھی موت پاؤں باندھ دیتی ہے، جب دشمن لگاتار حملہ آور ہو تو شاہی کمان بھی فائدہ نہیں دے گی یعنی کیانی کمان کے چلانے کا موقع نہیں ملتا

حاصلِ مقصود :۔ مصیبت دفع کرنا' انسان کے مقدر سے باہر ہے۔ لہٰذا ان پر صبر کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر راضی رہنا چاہیئے۔

4-3-5 :۔ ابلہے را دیدم سمین و خلعتے ثمین در بر ..... حکایت ۲۶

میں نے ایک موٹے بے وقوف کو دیکھا کہ قیمتی لباس پہنا ہوا عربی گھوڑے پر

سوار تھا' اور اس کے سر پر مصری پگڑی تھی کسی نے کہا، اے سعدی! یہ منقش کپڑا اس جا

ہل حیوان پر کیسا لگتا ہے، میں نے کہا، ایک برا خط ہے جو سنہری حرفوں میں لکھا ہے

عربی شعر :۔ ایک گدھا انسانوں کے مشابہ نظر آتا ہے، ایک گائے کا بچھڑا بولتا ہے

'' کہتے ہیں ہزار ریشمی لباسوں سے ایک مناسب خوبصورت شخص بہتر ہے یعنی ایک

اچھی صورت ہزار ریشمی جوڑوں سے بہتر ہے

قطعہ :۔ اگر ایک شریف آدمی کمزور ہو جائے تو یہ خیال نہ کر کہ اس کا بلند منصب بھی

کمزور ہو جائے گا' اور اگر چاندی کی چوکھٹ پر سونے کی میخ لگا دیں تو یہ گمان مت کر کہ

یہودی شریف منصب بن جاتا ہے یعنی یہودی شریف ہو جائیگا

قطعہ :۔ یہ حیوان اپنے ظاہری پیرہن، عمامہ وغیرہ سے بھی آدمی نہیں ہو سکتا۔ اس

بے وقوف کی تمام چیزوں کو دیکھ لو سوائے اسکے خون کے کوئی چیز حلال نہیں ہے

حاصلِ مقصود :۔ کسی کمینے کی دولت کو دیکھ کر قدرت کا شاکی نہ ہونا چاہیے بلکہ اپنی کسی

نعمت کا تصوّر کر کے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یعنی کسی جاہل کی مال داری کو دیکھ کر اس کو بلند

مرتبہ نہ سمجھنا چاہیے اس لیے کہ شرافت اور بڑائی کا معیار علم و فضل ہے نہ کہ دنیاوی مال

و دولت

4-3-6 [illegible] گدائے را گفت شرم نمی داری [illegible] حکایت نمبر ۲۷

ایک چور نے فقیر سے کہا تجھے شرم نہیں ہے کہ جو بھر چاندی کے لیے ہر ایک کمینہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اس نے کہا

بیت :۔ ایک دانگ کے لیے ہاتھ کٹوا کر دو ٹکڑے کرنے سے ایک جو چاندی کے لیے ہاتھ پھیلانا بہتر ہے

حاصلِ مقصود :۔ جس دولت سے ایمان و عزت کا خطرہ ہو اس کو ٹھکرا دینا بہتر ہے۔ بھیک مانگنا ذلت کی بات ہے، چوری کرنے سے آخرت خراب ہوتی ہے، دونوں سے پرہیز کرنا چاہیے

4-3-7 مشت زنے را شکایت کند حکایت ۲۸

نقل کرتے ہیں کہ ایک پہلوان زمانے کی دشمنی سے تنگ آ گیا تھا۔ بسیار خوری اور تنگ دستی سے عاجز ہو گیا تھا۔ باپ سے شکایت کی اور اجازت چاہی کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں تا کہ دست و بازو کی قوت مقصود حاصل کروں۔ کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے۔

بیت :۔ فضل و ہنر جب تک نہیں دکھاتے ضائع ہو جاتے ہیں۔ عود کو آتش پر رکھتے ہیں اور مشک کو گھستے ہیں۔ یعنی اگر فضل و ہنر کو چھپایا جائے تو بیکار ہے عود بغیر جلائے اور مشک بغیر گھسے خوشبو نہیں دیتے۔

باپ نے کہا! بیٹے!۔ ناممکن خیال ذہن سے نکال دے اور قناعت کے پیر سلامتی کے دامن کھینچ لے۔ عاقلوں نے کہا کہ دولت کوشش سے نہیں آتی، اس کا علاج صبر کرنے سے ہوتا ہے

شعر :۔ کوئی آدمی اپنی طاقت سے دولت کا دامن پکڑ نہیں سکتا، اندھے کے ابرو پر سرمہ لگانا بے فائدہ ہے

فرد :۔ اگر تیرے سر کے بال میں دو سو ہنر بھی ہوں جب تو بدقسمت ہو تو ایک ہنر بھی مفید نہیں ہوتا۔

بیت :۔ الٹے نصیب والا طاقتور آدمی کیا کر سکتا ہے، نیک بخت، طاقت ور سے بہتر ہے

بیٹے نے کہا :۔ اے باپ! سفر کے بہت سے فائدے ہیں۔ تفریحِ طبع، حصولِ نفع، عجائب دیکھنا، انوکھی باتوں کا سننا، شہروں کی تفریح، دوستوں کی گفت گو، جاہ واحب کا حصول، مال و دولت کی زیادتی، دوستوں کی ملاقات، زمانے کے تجربے، جیسا کہ سالکان طریقت نے فرمایا۔

نظم :۔ جب تک تو گھر کی دکان میں ہی رہے گا ہرگز۔ اے خام! تو آدمی نہیں بنے گا۔ دنیا میں جا اور سیر کر مرنے سے پہلے۔ یعنی آدمی بننے کے لیے دنیا کی سیر کرنا ضروری ہے

باپ نے کہا : بیٹے ! جیسا کہ تو نے سفر کے فوائد بتلائے بہت ہیں۔ مگر پانچ گروہوں کے لیے مناسب ہیں

پہلا :۔ سوداگر دولت ونعمت کے باوجود نوکر چاکر اور طاقت رکھتا ہے اور چست و چالاک خدمت گار بھی دن میں کوئی شہر، رات میں کوئی گاؤں، کسی وقت تفریح گاہ میں اور ہر لمحہ دنیا کی نعمتوں سے متمتع رہے یعنی دنیا کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنیوالا۔

قطعہ :۔ مالدار، پہاڑ جنگل ومیدان میں مسافر نہیں رہتا، جہاں بھی جائے خیمہ تان کر دربار جمع کر لیتا ہے۔ اور جو دنیا کی مراد حاصل نہیں کرتا اپنے پیدائشی وطن میں بھی غیر معروف مسافر رہتا ہے۔

دوسرا :۔ عالم فصیح و بلیغ جو شیریں گفتار ہو جہاں بھی جائے وہاں کے لوگ اس کی خدمت کے لیے آگے بڑھتے ہیں اور اس کو اعزاز سے نوازتے ہیں یعنی اس کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کی راہ میں آنکھیں بچھا دیتے ہیں۔

قطعہ :۔ عقل مند کا وجود سونے کی طرح ہے، جہاں بھی جائے، لوگ اس کی قدر کرتے ہیں۔ ناداں بزرگ بھی کھوٹے سکہّ کی مانند ہے۔ ملک میں بھی وہ اجنبی کی طرح

ہے، کوئی قدر نہیں کرتا۔

تیسرا :۔ خوب صورت، صاحبِ دل جس کی تھوڑی سی خوبصورتی...... زیادہ دولت سے بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ حسین چہرہ، زخمی دلوں کا مرہم ہے، اور مقفل دلوں کی کنجی ہے۔ یقیناً اس کی صحبت وخدمت ہر جگہ مستحسن ہے۔

قطعہ :۔ حسین وشکیل جہاں بھی جائے عزت وحرمت سے دیکھے گا، خواہ اس کے والدین قہر وغصہ سے اس کو الگ کر دیے ہوں۔ یعنی اس کو گھر سے نکال دیں۔ میں نے مور کے پر کو قرآنِ حکیم (قرآنِ حکیم کے اوراق میں) میں دیکھا تو کہا کہ یہ تیرا مرتبہ قدر سے بھی بڑا ہوا ہے۔ اس نے کہا خاموش رہ خوش جمال جہاں بھی قدم رکھے، اس کے سامنے ہاتھ بڑھائے جاتے ہیں (تا کہ اس پر قدم رکھے)

قطعہ :۔ اگر بیٹا حسین وجمیل ہوتا ہے، مگر باپ سے جدا بھی ہو تو کوئی غم نہیں یعنی باپ اس کی ذمہ داری سے ہاتھ اٹھالے۔ وہ موتی ہے اگر چہ سیپ کے اندر نہیں ہے۔ درِ یتیم کا ہر شخص خریدار بنتا ہے

چوتھا :۔ خوش آواز، لحنِ داؤدی نے پانی کو بہنے سے اور پرندے کو اڑانے سے روک دیا ہے۔ اس کی فضیلت سے لوگوں کے دل شکار ہو جاتے ہیں۔ اہل دل اس کی ہم نشینی کے خواہاں رہتے ہیں اور بہت خدمت کرتے ہیں

عربی شعر :۔ "میرے کان گیتوں کے حسن کی طرف ہیں کس نے ستار (دوتارہ) چھیڑ رکھا ہے"

قطعہ :۔ نرم اور غمگین آواز مستانِ صبوحی کے کانوں میں رس گھولنے لگتی ہے، حسنِ صورت سے حسنِ آواز بہتر ہے۔ خوبصورتی حظِ نفس ہے اور خوش آہنگ قوتِ روح ہے یعنی اچھی آواز روح کی غذا ہے

پانچواں :۔ کاریگر جو اپنی محنت سے اپنی روزی حاصل کرتا ہے تا کہ ایک لقمہ کی وجہ سے عزّت نہ جائے جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے

قطعہ :۔ اگر پیشہ ورشہر سے باہر سفر میں بھی رہے تو تکلیف نہیں اٹھاتا۔ بادشاہ نیمروز (رستم) اپنے ملک سے باہر جائے تو مصیبت میں پڑ جائے۔ بھوکا سوئے گا

اے بیٹے! جو حقائق میں بیان کیے ہیں ان سے سفر میں طمانیت قلب اور سکونِ حیات حاصل ہوتے ہیں یعنی اچھی زندگی اور سکونِ دل کا سبب بنتی ہیں۔ اور جوان صفات سے محروم ہے اپنے زعم باطل سے دنیا میں گھومتا ہے تو کوئی شخص اس کا نام ونشان بھی دریافت نہیں کرے گا

قطعہ :۔ زمانہ کی گردش جس کی مخالفت ہوتی ہے یعنی زمانہ کی گردش جس کی مخالف ہوجائے۔ زمانہ اس کو اسی طرف لے جاتا ہے۔ جس سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ کبوتر جس کی قسمت میں دوبارہ گھونسلا دیکھنا نہیں ہے، موت اسے جال اور دانہ کی طرف لے جاتی ہے۔

لڑکے نے کہا: اے باپ عقلمندوں کی بات کا میں کیسے مخالف بنوں انہوں نے کہا ہے کہ رزق اگر چہ قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن اس کے حصول کے لیے شرائط کو اسباب بنایا گیا ہے۔ مصیبت اگر قسمت میں لکھی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے آنے کے دروازوں سے پرہیز لازمی ہے۔

قطعہ :۔ رزق بے شبہ پہنچ جاتا ہے، ہر جگہ تلاش کرنا عقلی شرط ہے، یعنی تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ ذرائع سے رزق کو تلاش کرنا چاہیئے۔ اگر چہ بے موت کوئی نہیں مرے گا۔ پھر بھی تو اژدھوں کے منہ کے پاس مت جا اس لیے کہ ایسا کرنا قرآن مجید کے حکم کے خلاف ہے آیت **وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ** (ترجمہ) اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

ایسی حالت میں مست ہاتھی اور غضب ناک شیر کا مقابلہ کرسکتا ہوں۔ اے باپ! پھر بھی مصلحت اس میں ہے کہ میں سفر کروں۔ اس سے پہلے کہ افلاس آجائے یعنی اس لیے کہ میں اس سے زیادہ مفلسی برداشت نہیں کرسکتا۔

قطعہ :۔ جب آدمی اپنے مقام و مرتبہ سے گر جائے اسے کوئی غم نہیں ہوتا، کیونکہ آفاق اس کا ہو جاتا ہے۔ مالدار سرائے میں رات گزارتا ہے، فقیر کو جہاں رات آجائے وہی اس کی سرائے ہے یہ کہتے ہوے اپنے والد کو رخصت کیا اور دعا کی درخواست کی اور چلا گیا اور کہتا تھا۔

شعر :۔ جس ہنرور کا بخت ناکام ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گم نام ہے یعنی اس کا نام کوئی نہیں جانے گا اسی طرح ایک دریا کے کنارے پہنچا۔ اس کی موجوں کے زور سے پتھر سے ٹکرا رہے تھے اور اس کی آواز کوسوں دور سنائی دیتی تھی۔

بیت :۔ اس قدر خوفناک پانی تھا کہ پانی کے جانور بھی سہم جاتے تھے یعنی مرغابی بھی اس میں بے خوف نہ تھی۔ اس کی ادنیٰ موج چکی کے پاٹ بھی کنارے پر پہنچا دیتی تھی۔

اس نے ایک جماعت کو دیکھا ہر ایک کچھ ریز گاری دے کر کشتی میں بیٹھ رہا ہے اور سامانِ سفر باندھ رہا ہے۔ لڑکا (پہلوان) تنگ دست تھا۔ مدح سرائی کرنے لگا، بہت گڑگڑا یا، مگر کسی نے مدد نہیں کی بے مروت ملاّح اس پر ہنسا اور چلا گیا اور کہا

شعر :۔ پیسہ کے بغیر کسی پر زور نہیں چلتا، اگر پیسہ ہو تو زور کی ضرورت نہیں یعنی اگر رقم ہے تو طاقت کی حاجت نہیں ہے۔

شعر :۔ اگر پیسہ نہیں ہے تو زور سے دریا پار نہیں کر سکتا، دس آدمیوں کی طاقت سے فائدہ، ایک آدمی کا کرایہ لے آ۔

ملاّح کے اس طعنہ سے لڑکا برہم ہو گیا چاہا کہ اس سے انتقام لے۔ کشتی روانہ ہو گئی تھی، اس نے آواز دی اور کہا میرے پہنے ہوئے کپڑے کافی ہیں تو مجھے دینے میں کوئی مما نعت نہیں ہے۔ ملاح نے لالچ کیا اور کشتی پھرالایا

بیت :۔ حرص۔ عقل مند کی آنکھ سی دیتی ہے۔ حرص پرندوں اور مچھلیوں کو جال میں پھنسا دیتی ہے

لڑکا اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ملاح کا گریباں پکڑ کر کھینچ لیا اور مارنے لگا۔ اس کے دوست مدد

کے لیے کشتی سے باہر آئے ایسی سختی دیکھی تو وہ سب لوٹ گئے ۔ مصلحت یہی تھی کہ اس سے صلاح کر لیں اور کشتی کی اجرت اپنے ذمہ لے لیں یعنی کشتی کا کرایہ معاف کر دیں

مثنوی :۔ اگر لڑائی دیکھے تو صبر کر کیونکہ نرمی لڑائی کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔ خوشی، مہربانی اور شیریں کلام سے تو ہاتھی کو ایک بال سے کھینچ سکتا ہے ۔ جہاں بھی تو جھگڑا دیکھے نرمی سے کام لے یا نرمی اختیار کر کیونکہ نرم ریشم کو تیز تلوار کاٹ نہیں سکتی

ملّاح پہلے معاملہ کی عذرخواہی کے لیے اس کے قدموں پر گر گئے۔ نفاق سے اس کے سر اور آنکھوں کو چوما، کشتی میں بٹھایا۔ جب اس ستون کے پاس پہنچے جو یونان والوں کا تعمیر کیا ہوا پانی میں کھڑا تھا، ملّاح بولا کشتی میں خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ آپ میں سے جو بھی طاقت ور ہے اس کو چاہئے کہ اس ستون کے پاس جائے اور کشتی کی مرمت تک، کشتی کی مہار (رسّی) تھامے رہے۔ جوان لڑکا جس کے سر میں جوانمردی کا سودا تھا۔ اپنے ستائے ہوئے دشمن سے نہیں ڈرا اور عاقلوں کی بات پر دھیان دیئے بغیر تیار ہوا۔ یعنی عاقلوں کے قول پر عمل نہیں کیا۔ عاقلوں نے کہا ہے، جس کے دل کو تو نے تکلیف دی ہے اور اس کے بعد سو مرتبہ آرام و راحت بھی دی گئی ہو مگر اس قدیم تکلیف کے انتقام سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ تیر زخم سے نکل جاتا ہے مگر دل میں ٹیس یا تکلیف باقی رہ جاتی ہے

نظم :۔ ایک غلام نے بادشاہ سے کہا ہے کہ جب تو دشمن کو تکلیف پہونچائے تو بے خوف مت ہو

قطعہ :۔ اگر تو نے کسی کو تنگ کیا ہے یا دل دکھایا ہے، ایسا نہ سمجھو کہ وہ مجبور ہو گیا ہے۔ قلعہ کی دیوار پر پتھر نہ مار، ہوسکتا ہے کہ قلعہ کی طرف سے بھی پتھر آ جائے۔

نوجوان نے اپنے ہاتھ پر رسّی لپیٹ لی، اور ستون پر چڑھ گیا۔ ملّاح نے اس کے ہاتھ سے رسّی کھینچ لی اور کشتی کو آگے بڑھا دیا۔ نوجوان حیران رہ گیا اور دو دن تکلیف و مصیبت میں گرفتار رہا، تیسرے دن نیند نے اسے سمندر کے حوالے کر دیا، ایک رات ایک دن کے بعد ہاتھ پیر مارتے ہوئے کنارے پر پہنچا۔ تھوڑی سی زندگی باقی تھی۔ درختوں کے پتے اور گھاس کی جڑیں

نکال کر کھاتا رہا، کچھ قوت حاصل ہونے کے بعد جنگل کی راہ لی۔ چلتا رہا۔ بھوک و پیاس سے بے تاب ہو گیا۔ ایک کنویں کے پاس کسی جماعت کو پانی پیتے ہوئے دیکھ کر وہ بھی پہنچا۔ یہ لوگ پیسے لیکر پانی دیتے تھے۔ جوان کے پاس پیسہ نہ تھا۔ عاجزی کی اور پانی مانگا مگر بے سود۔ انہوں نے رحم نہیں کیا۔ پھر اس نے زبردستی کی اور مارنے لگا سب نے مل کر اس کی اچھی خبر لی، اور وہ زخمی ہو گیا۔

قطعہ:۔ مچھر جب زیادہ ہو جاتے ہیں تو ہاتھی جیسے مضبوط جانور کو مار ڈالتے ہیں۔ جب چیونٹیوں میں اتفاق آ جاتا ہے، غضب ناک یا ظالم شیر کی کھال نوچ لیتی ہیں

مجبوراً ایک قافلہ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ رات کے وقت ایسے مقام پر پہنچا جہاں چوروں کا خطرہ رہتا ہے۔ سوداگروں کی جماعت خوف سے لرزہ براندم تھی اس نے کہا کہ فکر نہ کرو میں تنہا پچاس آدمیوں کا مقابلہ کروں گا۔ اور دوسرے جوان بھی میری مدد کریں۔ قافلہ والے بھی اس کی شیخی میں آ گئے۔ اس کی صحبت پر خوشی کرنے لگے اور زادِ سفر میں نوجوان کو بھی شریک کر لیا۔ جوان بھوکا پیاسا تھا۔ خوب کھایا اور پیا۔ بھوک کی شدت سے نجات ملی تو آرام سے سو گیا۔ اس قافلہ میں ایک تجربہ کار بوڑھا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے چوروں سے زیادہ اس رہبر سے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی غریب کے پاس چند درہم جمع ہو گئے تھے، لیٹروں کے خوف سے رات بھر سوتا نہ تھا، اس وحشت ناک تنہائی سے بچنے کے لئے کسی دوست کو ساتھ بلا لیا، دوست چند دن اس کے ساتھ رہا، درہموں کا پتہ چلا تو آہستہ سے اٹھا لیا۔ کھایا اور سفر پہ چل گیا۔ صبح لوگوں نے دیکھا کہ غریب ننگ دھڑنگ ہو کر رو رہا تھا، یعنی غریب بے سروسامانی کی حالت میں رو رہا تھا۔ ایک شخص نے پوچھا کیا حال ہے، شاید تیرے درہم چور لے گیا یعنی چوروں نے تجھے لوٹ لیا اس نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم نگہبان لے گیا۔ یعنی نگہبان رہزن ہو گیا اور مال لے گیا۔

قطعہ:۔ جب تک دوست کی عادت سے آشنا نہ ہو جاؤں۔ تب تک اس سے ہرگز بے خوف نہیں بیٹھوں گا۔ کیونکہ اس دشمن کے دانتوں کا زخم گہرا لگتا ہے جو بظاہر دوست معلوم ہوتا

ہے۔کیا جانتے ہو ممکن ہے کہ یہ بھی ان چوروں میں سے ہو اور چالاکی سے ہم میں آچھپا ہو۔ تاکہ مناسب وقت پر دوستوں کو خبر دے۔ مجھے مصلحت معلوم ہوتی ہے یعنی مصلحت اسی بات میں ہے کہ اس کو یہیں سونے دیں اور ہم سفر شروع کریں۔ ساتھیوں کو اس بڑھے کی بات پسند آئی۔ نوجوان کو سوتا چھوڑ کر چلے گئے جب دھوپ تیز ہوگئی تو اٹھا اور دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے۔ آخر کار ادھر ادھر گھومتا رہا۔ راستہ کا پتا نہ چلا بھوک اور پیاس سے تڑپتا و تلملاتا رہا۔ موت یقینی تھی، کہتا تھا

عربی شعر :۔ مجھ سے اب کون باتیں کرے گا' اونٹوں کی مہار چڑھا دی گئی' وہ روانہ ہو گئے۔ مسافر کا تو مسافر ہی دوست ہو سکتا ہے

فرد :۔ وہی شخص مسافر پر سختی کرتا ہے جو کبھی سفر نہ کیا ہو

وہ اسی حالت میں تھا کہ ایک شہزادہ شکار کا پیچھا کرتے ہوئے فوج سے دور ہو کر اس کے سر پر آ پہنچا اس کی باتیں سنا اور اس کی حالت پر نظر ڈالی کہ اس کا حال پریشان ہے مگر صورت پاکیزہ ہے، پوچھا کہاں سے آیا ہے، اور اس جگہ کیوں پڑا ہوا ہے، ۔اس نے اپنی تھوڑی سی سرگزشت سنائی۔ شہزادہ کو اس کی حالت پر رحم آیا، خلعت و نعمت سے نواز کر کسی معتبر شخص کے ذریعے اس کے وطن روانہ کر دیا۔ باپ نے اس کو اس کی حالت پر رحم آیا، ۔باپ اس کو دیکھ کر خوش ہوا اس کی سلامتی پر شکر الٰہی بجالایا۔ رات کو جو کچھ اس پر گذرا تھا، کشتی کا واقعہ' ملاح کا ظلم' کنویں پر دیہاتیوں کا حال' راستہ پر قافلہ کی ملاقات وغدّاری سب کھول کھول کر سنایا یعنی باپ کو تمام احوال تفصیل سے بتایا۔ باپ نے کہا ''اے بیٹے! تیری روانگی کے وقت میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ مفلسوں کا دلیری کا ہاتھ بندھا ہوا ہے اور بہادری کا پنجہ ٹوٹا ہوا۔

شعر :۔ اس خالی ہاتھ سپاہی نے کیا خوب کہا تھا ستر من طاقت سے جو بھر زر بہتر ہے۔ یعنی تھوڑا سا مال و زر زیادہ طاقت سے بہتر ہے۔

بیٹے نے کہا: اے باپ جب تک رنج نہ اٹھائے گنج نہیں ملے گا۔ اور جب تک جاں خطرہ میں نہ ڈالے دشمن پر غالب نہ آئے گا۔ جب تک دانہ نہ بکھرے انبار جمع نہ کرے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ میں نے تھوڑی سی تکلیف اٹھائی تو کیا کیا حاصل ہوا۔ ایک ڈنک برداشت کر کے میں نے کس قدر شہد حاصل کی یا کس قدر شہد لایا

فرد :۔ اگرچہ کہ مقررہ رزق سے زیادہ کھا نہیں سکتے، مگر تلاش و جستجو میں کاہلی نہ کرنی چاہیئے

فرد :۔ اگر غوطہ زن مگر مچھ کے حلق کا خوف کرے گا تو ہرگز گراں قیمت موتی حاصل نہ کر سکے گا

حکمت :۔ چکی کا نیچے کا پاٹ متحرک نہیں ہے یعنی حرکت کرنے والا نہیں ہے۔ لامحالہ بھاری بوجھ اٹھاتا ہے۔

قطعہ :۔ غضب ناک شیر غار کی گہرائی میں بیٹھے ہوئے کیا کھائے گا۔ نیچے گرے ہوئے باز کو غذا کیسے ملے گی۔ اگر تو گھر میں ہی شکار کرنا چاہے تو تیرے ہاتھ اور پیر مکڑی جیسے ہو جائیں گے باپ نے جواب دیا۔ بیٹے! اس مرتبہ آسمان نے تیری مدد کی اور تیری قسمت بھی بھلی تھی کہ دولتمند تیرے پاس آیا اور تجھے عنایت کیا۔ اور تیری شکستہ حالت کو اپنی دلجوئی سے درست کر دیا ہر اتفاقی بات نادر ہوتی ہے اور نادر امور پر کلی حکم نہیں لگا سکتے۔

بیت :۔ شکاری ہر مرتبہ گیدڑ کا شکار کر کے نہیں لے جاتا ایسا بھی وقت آتا ہے کہ چیتا اسکو پھاڑ ڈالتا ہے جس طرح ملک پارس کا ایک بادشاہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ ایک قیمتی انگوٹھی پہنے ہوئے شیراز کی عیدگاہ کو تفریح کے لیے گیا تا کہ عضدالدین کے گنبد پر انگوٹھی نصب کرے اور اعلان کرے جس کی تیر اس انگوٹھی کے حلقہ میں سے گزرے گی وہ انگوٹھی کا مالک ہوگا۔

اتفاقاً سوا چھے تجربہ کار تیرانداز آئے اور قسمت آزمائی مگر بے فائدہ۔ ایک لڑکا کسی سرا

ئے کے بالا خانہ پر کھیل رہا تھا، ہر طرف تیر چلا رہا تھا۔ اتفاقاً اس کا تیر انگوٹھی کے حلقہ سے گزر گیا۔ انعام پایا۔ آسانی سے انگوٹھی حاصل کر لی۔ کہتے کہ لڑکے نے تیر اور کمان جلا دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا تاکہ پہلی عزت باقی رہ جائے۔

قطعہ :۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی اچھے حکیم کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی، مگر کبھی ناداں (لڑکا) غلطی سے تیر نشانہ پر مار دیتا ہے۔

حاصلِ مقصود :۔ رزق کی ہوس میں انسان کو مارا مارا نہ پھرنا چاہئے یعنی دربدر کی ٹھو کریں نہیں کھانا چاہئے۔ صرف جسمانی طاقت کے بھروسہ پر سفر نہ کرنا چاہئے سفر کر نے کے لیے صاحب علم یا صاحبِ جمال یا اچھی آواز والا یا پیشہ ور، صاحبِ ہنر ہونا چاہئے۔ جس دولت سے ایمان و عزّت خطرہ میں پڑ جائیں اس کو ٹھکرا دینا بہتر ہے۔

4-3-8 :۔ درویشے را شنیدم کہ بغارے نشستہ...... حکایت نمبر ۲۹

میں نے ایک درویش کے متعلق سنا کہ وہ ایک غار میں بیٹھا ہوا تھا۔ دروازہ دنیا والوں کے لیے اپنے اوپر بند کر دیا تھا دنیا سے کنارہ کشی کر کے ایک غار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس آنکھوں میں بادشاہوں اور امیروں کی شوکت وہیبت نہ تھی یعنی بادشاہوں اور امیروں کا خوف ودبدبہ نہیں تھا

قطعہ :۔ جو خود پر سوال کا دروازہ کھول دیتا ہے اپنی موت تک عاجز ہو جاتا ہے یعنی مانگنے والا زندگی بھر لوگوں کے سامنے نیاز مند رہے گا۔ حرص چھوڑ اور شہنشاہی کر۔ بے حرص کی گردن ہمیشہ بلند رہتی ہے۔ کسی کے سامنے نہیں جھکتی

ایک بادشاہ نے اس کی طرف اشارہ کیا (درخواست کی) کہ جناب کے اخلاق وکرم سے توقع ہے کہ ایک بار ہمارے ساتھ کھانا کھالیں۔ شیخ راضی ہو گیا کیونکہ دعوت قبول کرنا سنّت ہے دوسرے دن بادشاہ درویش کے پاس عذرِ خدمت کے لیے گیا۔ شیخ اٹھا اور معانقہ کیا۔ تعریف کی اور مہربانی سے پیش آیا۔ جب بادشاہ رخصت ہوا تو اس کے ساتھی نے پوچھا۔ آج اتنی نرمی جو بادشاہ کے ساتھ کی۔ آپ کی عادت کے خلاف

تھی۔اس سے پہلے نہیں تھی۔اس نے کہا' کیا آپ نے صاحدلوں کی بات نہیں سنی

فرد :۔ تو جس کے دستر خوان پر بیٹھا اس کی عزت کرنا واجب ہے یعنی اس نے کہا'

کیا آپ نے صاحبدلوں کی بات نہیں سنی

مثنوی :۔ ایسے کان بھی ہوتے ہیں کہ عمر بھر ان تک دف' بانسری اور چنگ کی آواز نہ پہنچی ہو آنکھ باغ کا تماشا کیے بغیر اور دماغ گل ونسرین سے نا آشنا رہے۔اگر پروں سے بھرا ہوا نرم تکیہ نہ ہو، سر کے نیچے پتھر رکھ کے سویا جا سکتا ہے اور اگر دلبر ساتھ نہ رہے تو ہاتھ اپنے گود میں رکھے جا سکتے ہیں اور یہ پیٹ غذا کے بغیر پر پیچ ہو جاتا ہے۔ صبر کی طاقت نہیں رہتی۔

حاصلِ مقصود :۔ فقیر کو اسراف اور بادشاہوں کی صحبت سے بچنا چاہئے ورنہ رفتہ رفتہ دامنِ صبر وقناعت ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

اگر حاجت بری نزدِ کسے بر ÷ کہ از رویش بنقد آسودہ گردی

اپنی معلومات کی جانچ !نمونہ جوبات

سوال ا متن کے حوالے سے ان کی تشریح کیجئے

ا۔اگر آب چاہِ نصرانی نہ پاک ست جہود مردہ می شوئی چہ باک ست

۲۔دست تضرع چہ سود بندہ محتاج را وقت دعا بر خدا وقت کرم در بغل

۳ دام ہر بار ماہی آوردے ماہی ایں بار رفت ودام ببرد

۴۔دراں دم کہ دشمن پیاپے رسید کمانے کیانی نباید کشید

جواب ا،۲،۳،۴،ان سوالوں کے جوابات 4.3. 4.3.2 4.3..3

اور 4.3.4 میں دیکھئے

سوال ۳؎ کسی ایک حصہ کا با محاورہ اردو میں ترجمہ کیجئے

ا۔ مال دارے را شنیدم کہ بہ بخل اندر چناں معروف بود کہ حاتم طائی در کرم ظاہر حالش بہ نعمت دنیا آرستہ و خست نفس اندر جبلی ہمچناں درو ے متمکن تا بجائے رسید کہ نانے از دست ندادے و گربہ ابو ہریرہؓ را بہ لقمہ نںواختے و سگ اصحاب کہف را استخوانے نیندا کتے فی جملہ خانۂ اورا کس ندیدے در کشادہ و سفرۂ اورا سر

یا

ii صیاد ضعیف را ماہی قوی بدام افتاد طاقتِ حفظ آں نداشت ماہی برہ غالب آمدو دام از دستش درر بود۔

قطعہ شد غلامے کہ آب جو آرد آبِ جو آمد و غلام ببرد

: دام ہر بار ماہی آوردے ماہی ایں بار رفت و دام ببرد

بیت: صیادنہ ہر بار شکارے ببرد ک روز بہ بینی کہ پلنگش بخورد

4-4 :- نمونہ امتحانی سوالات

۱ ۔ متن کے حوالے سے کسی تین کی تشریح کیجئے۔

ا۔ گفت چشمِ تنگ دنیا داررا ۔ یا قناعت پر کند یا خاکِ گور

۲۔ اگر بہر سرِ موئیت ہنر دوصد باشد۔ ہنر بکار نیاید چو بخت بد باشد

۳۔ وجودِ مردمِ دانا مثالِ زرّ طلاست ۔ کہ ہر کجا کہ او وقد رو قیمتیں دانند

۴۔ گفت خاموش کہ ہر کس کہ جمالے دارد۔ ہر کجا پائے نہد وست بدا وندش پیش

۵۔ رزق ہر چند بے گماں برسد ۔ شرطِ عقل ست جستن از درہا

۶۔ چو پر خاش بینی تحمل بیار ۔ کہ سہلے بہ بند درِ کارزار

II کسی ایک حصہ کا با محاورہ اردو میں ترجمہ کیجئے۔

گدائے مستول را حکایت کنند کہ نعمتے وافراندوختہ بود یکے از بادشاہاں گفتش ہمی نمایند کہ مالِ بیکراں داری و مارا مہمیست اگر ببرخے ازاں دستگیری کنی چوں ارتفاع برسد وفا کردہ شود و شکر گفتہ آید۔ گفت اے خداوند روئے زمین لائق قدرِ بزرگوارِ پادشاہ نباشد دست بمالِ چوں من گدائے آلودہ کردن کہ جو جو بگدائی فراہم آوردہ ام گفت غم نیست کہ بکافرمید ہم کہ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ

مشت زنے را حکایت کنند کہ از دہرِ مخالف بفغاں آمدہ بود واز حلقِ فراخ ودستِ تنگ بجاں رسیدہ۔ شکایت پیش پدر برد واجازت خواست کہ عزمِ سفر دارم مگر بقوّتِ بازو دامنِ کامے فراچنگ آرم کہ بزرگاں گفتہ اند

بیت :۔ فضل وہنر ضائع ست تانمایند ۔ عود بر آتش نہند ومشک بسایند

پدر گفت اے پسر خیالِ محال از سر بدر کن و پائے قناعت در دامنِ سلامت کش کہ خردمنداں گفتہ اند دولت نہ بکوشیدن ست وچارۂ آں کم جوشیدن ست

4.5 ۔ خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے آپ کو گلستانِ سعدی کے باب سوم "درفضیلت قناعت" کی نو حکایتوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اغراض ومقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ نے ان حکایتوں کا مکمل متن فارسی زبان میں پڑھا۔ ان حکایتوں کے ترجمے سے بھی آپ واقف ہوئے۔ اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی، آخر میں نمونۂ امتحانی سوالات بھی دیئے گئے ہیں اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی بھی۔ اور سفارشی کتب کا حوالہ بھی ۔ یقین ہے کہ ان سب سے آپ استفادہ کریں گے۔

4.6 ۔ فرہنگ

.4:۔ گدائے سوال = بہت زیادہ بھیک مانگنے والا فقیر

وافر = زیادہ

مہم = دشوار مشکل کام

برخ = تھوڑا، کچھ حصہ

قدر = مرتبہ

غم نیست = کوئی پرواہ نہیں ہے

ارتفاع = آمدنی

وفا کردہ شود = ادا کردیا جائے

عجین = خمیر

کلس = چونا

حجت = دلیل

طافت = نرمی

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ = بری (عورتیں) بروں (برے مرد) کے لیے ہیں

باک = ڈر

شوخ چشمی = بے باکی،

قَالُوْا = لوگوں نے کہا

قُلْنَا = ہم نے کہا

نَسُرَّ = بند کریں گے

شُقُوْق = جمع شق کی یعنی شگاف، پھٹن، درزیں

زجروتوبیخ = جبراً، ڈانٹ ڈپٹ کرنا

مخلص کردند = چھین لیا

ناچار = مجبوراً

4.2.1 بازرگانے رادیدم.....

بازرگاں = تاجر،سوداگر

صدوپنجاہ = ڈیڑھ سو

چہل = چالیس

کیش = ایک جزیرہ کا نام ہے

انبار = ذخیرہ،ڈھیر

انبارم = میرا ذخیرہ

سخنہاے پریشاں = بہکی بہکی باتیں

قِبالہ = دستاویز

ضمین = ذمہ دار

دریائے مغرب مشوّش = مغربی سمندر میں طغیانی ہے

بضاعت = پونجی

خاطر = خیال، دل

گوگرِ پارسی = ایرانی گندھک

کاسۂ چینی = چینی کے پیالے، برتن

پولاد = فولاد

بردِ یمانی = یمن کی چادریں

مالیخولیا = پاگل پن

آبگینہ = شیشہ

پار = پارسال، گزشتہ سال

ستور =اونٹ، گھوڑا، بیل وغیرہ۔ جانور

خاکِ گور = قبر کی مٹی

دیدہ و شنیدہ = تو نے دیکھا ہے اور سنا ہے

غور = مشہور شہر (افغانستان کا ایک مشہور شہر جو قندھار کے قریب ہے)

سالار = تاجروں کا سردار

4.2.2 ۔ مالدارے راشنیدم

بخل = کنجوس

کرم = سخاوت

خسّت = بخل، بخالت،

متمکن = ثابت، قائم

گربہ = بلی

سگ = کتا

استخوان = ہڈی،

درکشادہ = دروازہ کھلا ہوا

سفراوراسر = دسترخوان پھیلا ہوا

بوئے طعامش = اس کے کھانے کی بو

خیالِ فرعونی = تکبر

حتّٰی = یہاں تک

اِذَا = جب

بادِ مخالف = مخالف ہوا

بادِ شرطہ = وہ خوشگوار ہوا، جو طوفان کے بعد سمندر میں چلتی ہے۔

تضرّع = عجز وانکساری، عاجزی، رونا

تمتع = نفع حاصل کرنا

خشت = اینٹ

اقارب = رشتہ دار

خز = ریشمیں کپڑا

دمیاطی = دمیاط میں تیار کردہ ریشمی کپڑا

بادپا = تیز رفتار

وہ = ہائے، افسوس

قبیلہ و پیوند = خاندان و برادری

سرہ = خالص

گرد کرد = جمع کیا

رد = واپس کرنا

4.2.3۔ صیّاد ضعیف را ماہی قوی.....

صیاد = شکاری

ضعیف = کمزور

ماہی = مچھلی

قوی = طاقتور، بڑی

دام = جال

آب جو = نہر

پلنگ = چیتا

اجل = موت

دریغ = افسوس

نگاہ داشتن = حفاظت کرنا

روزی ماندہ بود = مقررہ مقدار میں غذا باقی تھی

4.2.4۔ دست و پا بریدہ......

دست و پا بریدہ = ہاتھ، پیر کٹا ہوا مراد سانپ

ہزار پائے = کن کھجورا

اجلش فراز آمد = اس کی موت پہلے آ گئی

مردِ دواں = دوڑنے والا، تیز رفتا

کمانِ کیانی = شاہی کمان

جان ستاں = جان لینے والا

4.2.5۔ ابلہے را دیدم سمین......

ابلہ = بے وقوف

سمین = موٹا

ثمین = قیمتی

مرکب تازی = عربی گھوڑا

قصب = ریشمی کپڑا

معلم = منقش

لا یعلم = بے علم، جاہل

قَدْ شَابَہَ بِالْوَریٰ حِمارٌ = ایک گدھا انسانوں کے مشابہ ہو گیا ہے

ور = اگر

العجل = بچھڑا

خُوَارٌ = آواز

دستار = پگڑی

طلعتِ زیبا = اچھی صورت

پائگاہ = مرتبہ

خلعتِ دیبار = ریشمی لباس

متضعّف = کمزور

آستانۂ سیمیں = چاندی کی چوکھٹ

دراعہ = پیرہن، عبا

4.2.6 ۔ دزدے گدائے را ......

دزد = چور

گدا = فقیر

جوے سیم = ایک جو چاندی

لئیم = کمینہ، کنجوس

حبّہ = رتی، دانہ

دانگ = چھ رتّی

4.2.7۔ مشت زنے را حکایت کنند......

مشت زن = پہلوان

فغاں = فریاد

حلق فراخ = چوڑا حلق یعنی بسیار خوری

عزم = ارادہ

کام = مقصد

بدرکن = نکال دے

فراچنگ آوردن = حاصل کرنا

کم جوشیدن = صبر کرنا، سکون

کور = اندھا

خیالِ محال = ناممکن خیال

پائے قناعت در دامن سلامت کش = قناعت کا پاؤں سلامتی کے دامن میں کھینچ لے

وسمہ = خضاب، ایران میں زیب وزینت کے لیے ابروؤں کو وسمے سے سیاہ کرتے ہیں

واژواں بخت = الٹے نصیب والا

نزہت خاطر = تفریح طلب

جرِ منافع = فائدے حاصل کرنا، منفعتیں حاصل کرنا

تفرج بلدان = شہروں کی تفریح

خام = کچا

خلّان = خالص دوست،

مکتسب = کمانے والا

تفرّج کن = سیر کر

طائفہ = جماعت

از جہاں بروی = مرنے سے پہلے

مکنت = طاقت

تفرج گاہ = تفریح گاہ

دسترس = قابو، قدرت

بارگاہ ساخت = دربار جمایا

زادبوم = پیدائش کی جگہ، پیدائشی وطن

واماند = عاجز رہتا ہے

طاؤس = مور

طلا = سونا

غریب = اجنبی

روئے زیبا = حسین چہرہ، خوبصورت

صدف = سیپ

کلید = چابی

دُرِّ یتیم = یکتا موتی

دست بدارندش پیش = اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں

حظ = حصہ

قوت = روزی

پنبہ دوز = رفوگر

آہنگ = الاپ

صبوح = وہ شراب جو صبح کو پی جاتی ہے

کمین پیشہ ور = جس کا پیشہ کم درجہ کا ہو، حجام، درزی موچی وغیرہ

حنجرۂ داؤدی = حضرت داؤدؑ کا سا گلا

آب از جریان = حضرت داؤدؑ کی آواز کو سنکر اڑتے پرند اور بہتا پانی رک جاتا تھا یہ معجزہ تھا

داعیہ = سبب

طیب عیش = زندگی کا مزا اچھی زندگی

کین = دشمنی، مخالفت

اژدر = اژدھا

مقسوم = قسمت میں لکھا ہوا

حذر = ڈر

پیل دماں = مست ہاتھی

ژیاں = غضبناک

سہمگیں = خوفناک

معبر = کشتی

سنگ آسیا = چکّی کا پاٹ

قراضہ = ریزگاری

شرہ = حرص، لالچ

بے محابا = بے تحاشا

پشتی کند = مدد کریں

مسامحت = چشم پوشی درگذر

پرخاش = لڑائی

خطام = رسّی یعنی کشتی کی رسّی

ستیز = لڑائی

لطافت = نرمی

خصم آزردہ دل = ستایا ہوا دشمن، رنجیدہ دل دشمن

پاداش = بدلہ ،عوض

پیکان = تیر

جراحت = زخم

یکتاش = غلام

خیلتاش = آقا

ایمن = بے خوف

بارۂ حصار = قلعہ کی دیوار

مقود = لگام، رسی

زمام = مہار مراد کشتی کی رسّی

رمق = تھوڑی

متحیر = حیران،

بعد از شباں روزے = ایک رات اور ایک دن کے بعد

شربت آب = پانی کے گھونٹ

پشیزہ = پیسہ، کوڑی

تعدی = ظلم

صلابت = سختی

جواب گویم = مقابلہ کروں گا

بدر آرند پوست = کھال کھینچ لیں

مور چگاں = چیونٹیاں

لاف = شیخی

آتش معدہ = یعنی بھوک

سر در بیاباں نہاد = جنگل کی طرف چلدیا

دیو درونش = اس کا نفس

بدرقہ = رہبر، نگہباں

عیاری = چالاکی

لوریا = گانے بجانے اور حجامت کرنے والے، لوگوں کو پھانس کر لوٹنے والے

مہابت = خوف

تعبیہ = پوشیدہ

کتف = مونڈھا

معتمد = جس پر اعتماد ہو، بھروسہ کا آدمی

روستا = دیہاتی

درشتی = سختی

ہنگام = وقت

سلحشور = سپاہی

نیش = ڈنک

نہنگ = مگرمچھ

عنکبوت = مکڑی

شغال = گیڈر

بام = بالاخانہ

رباط = مسافر خانہ، سرائے

گنبدِ عضد = عضدالدین بادشاہ کا مقبرہ

رونقِ نخستیں = پہلی آبرو

4.2.8 ۔ درویشے را شنیدم......

شوکت = دبدبہ

ہیبت = خوف

درِسوال کشاد = مانگنا شروع کیا

با ما بنان و نمک موافقت کنند = ہمارے ساتھ کھانا کھالیں

اجابت = قبول کرنا

تلطف = مہربانی

بالش آگندہ پر = پروں کا تکیہ یعنی پروں سے بھرا ہوا تکیہ

حجر = پتھر

ورنہ بود = اگر نہ بود، اگر نہ ہو

گل = گلاب

سماط = دسترخوان

بخدمتش برخاست = اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوا

4-7 : سفارشی کتب

حیات سعدی	الطاف حسین حالی
گلستان	شیخ سعدیؒ

برجیس سلطانہ

سینئر، لکچرر شعبہ اردو۔ مانا سا گنگوتری، میسور

Course - V

Block:2 Unit :5

گلستان سعدی

اکائی (۵) گلستان سعدی: ساتواں باب: درتاثیر تربیت

ساخت

5.0 :اغراض ومقاصد

5.1 :تمہید

5.2 :متن (سترہ حکایتیں)

5.3 :متن کا ترجمہ

5.4 :نمونہ امتحانی سوالات

5.5 :خلاصہ

5.6 فرہنگ

5.7 :سفارشی کتب

5.0 : اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- ساتواں باب ''درتاثیر تربیت'' کی سترہ حکایتوں کے متن سے واقف ہو سکیں
- ان حکایتوں کا ترجمہ کر سکیں
- علم وہنر والے کی ہر تو ماننا ہےاور ہر جگہ قدر ہوتی ہے۔
- تعلیم وتربیت کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کر سکیں۔

5.1 : تمہید

گزشتہ دو اکائیوں میں آپ نے گلستانِ سعدی کے باب سوم کی انتیس (۲۹) حکایتوں کا مطالعہ کیا۔ آپ سعدی کے اسلوب سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ اس اکائی

میں ہم آپ کو باب ہفتم ''در تاثیر تربیت'' کی سترہ حکایتوں کے متن سے تفصیلی طور پر واقف کرائیں گے۔ان حکایتوں کا ترجمہ بھی کیا جائے گا۔

آپ کو متن کا مطالعہ کرتے ہوئے اس بات کا احساس ضرور ہوا ہوگا کہ سعدی نے نصیحت کی کڑوی دوا خوش طبعی کے شہد سے میٹھا کر کے پلا دی ہے۔یعنی سعدی کی نصیحتیں ظرافت سے ملی ہوئی ہیں۔

5.2 . متن (سترہ حکایتیں)

باب ہفتم در تاثیر تربیت

5.2 حکایت نمبر ۱:۔ یکے را از وزرا پسرے کودن بود پیش دانشمندے فرستاد کہ مرایں را تربیتے کن مگر عاقل شود روزگارے تعلیم کرد مؤثر نبود پیش پدرش کس فرستاد کہ ایں عاقل نمی شود و مرا دیوانہ کرد۔

قطعہ:۔
هیچ صیقل نکو نداند کرد — آہنے را کہ بد گہر باشد
چوں بود اصلِ جوہرے قابل — تربیت را درو اثر باشد
سگ بدریائے ہفت گانہ بشوی — چونکہ تر شد پلید تر باشد
خرِ عیسیٰ گرش بہ مکّہ برند — چون بیاید ہنوز خر باشد

5.2.1 حکایت نمبر ۲:۔ حکیمے پسراں را پند میداد کہ اے جانانِ پدر ہنر آموزید کہ مُلک و دولتِ دنیا اعتماد را نشاید و سیم وزر در محلِّ خطرست یا دزد بیکبار ببرد یا خواجہ بتفاریق بخورد اما ہنر چشمۂ زایندہ است و دولتِ پائندہ اگر ہنرمند از دولت بیفتد غم نباشد کہ ہنر در نفسِ خود دولت ست ہر کجا کہ رود قدر بیند و صدر نشیند و بے ہنر لقمہ چیند و سختی بیند

شعر:۔
سخت ست پس از جاہ تحکّم بردن — خو کردہ بناز جورِ مردم بردن

قطعہ:۔
وقتے افتاد فتنۂ در شام — ہر کس از گوشۂ فرا رفتند
روستا زادگانِ دانشمند — بوزیریِ پادشاہ رفتند
پسرانِ وزیرِ ناقص عقل — بہ گدائی بر دستار رفتند

5.2.2 حکایت نمبر ۳:۔ یکے از فضلاء تعلیم ملکِ زادہ ہمی کردے و ضرب

بے محابا زدے وزجر بے قیاس کردے بارے پسر از بے طاقتی شکایت پیشِ پدر بردو جامہ ازتنِ دردمند برداشت پدر رادل بہم برآمد اُستاد را بخواند وگفت پسرانِ رعیت را چنداں زجر وانمی داری کہ فرزندِ مرا سبب چیست ۔ گفت سبب آنکہ سخن اندیشیدہ گفتن وحرکتِ پسندیدہ کردن ہمہ خلق را علی العموم باید و پادشاہاں را علی الخصوص بموجب آنکہ بردست وزبانِ ایشاں ہرچہ رود ہر آئینہ بافواہ بگویند وقولِ فعلِ عوام را چنداں اعتبارے نباشد

قطعہ:۔ اگر صد عیب دارد مردِ درویش رفیقانش یکے از صد ندانند
وگر یک ناپسندید آید زِ سلطان ۔ ز اقلیمے با قلیمے رسانند

پس واجب آمد معلّم پادشاہ زادہ را در تہذیب اخلاق خداوندزادگاں **اَنْبَتَهُمُ اللّٰهُ نَبَاتًا حَسَنًا** اجتہاد ازاں بیش کردن کہ در حقِ ابنائے عوام

قطعہ:۔ ہر کہ در خردیش ادب نہ کنی در بزرگی فلاح از و برخاست
چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ نشود خشک جز بآتش راست

فرد: ہر آں طفل کو جورِ آموزگار نہ بیند جفا بیند از روزگار

مَلک را حُسن تدبیر فقیہ وتقریرِ جواب او موافق آمد وخلعت ونعمت بخشید و پایۂ منصب بلند گردانید۔

5.2.3 حکایت نمبر ۳:۔ معلم کتابے را دیدم در دیارِ مغرب ترش روئے وتلخ گفتار بدخوی ومردم آزار کند طبع وناپرہیزگار کہ عیش مسلماناں بدیدن او تبہ گشتے وخواندن قرآنش دل مردم سیہ کردے و جمعے پسرانِ پاکیزہ ودخترانِ دوشیزہ بدستِ جفائے او گرفتار نہ زہرۂ خندہ نہ

یارائے گفتار کہ عارضِ سیمیں یکے را تبانچہ زدے وگاہ ساقِ بلّورین یکے را شکنجہ کردے۔ القصہ شنیدم کہ طرفے از خیانت نفس او معلوم کردند و بزدندش و براندند پس آنگہ مکتب وے بمصلحے دادند پارسائے سلیمے نیک مَردے حکیمے کہ سخن جز بحکمِ ضرورت نہ گفتے وموجب آزار کس بر

زبانش نرفتے کودکاں را ہیبتِ استاد نخستیں از سر برفت ومعلّمِ دومی را اخلاقِ ملکی دیدند و

یک یکشد ند باعتماد حلم او علم فراموش کردند و بچنیں اغلبِ اوقات بباز یچہ فراہم نشستندے و لوح درست ناکردہ برسر ہم نشستندے۔

بیت:۔ استاد معلّم چو بود بے آزار خرسک بازند کودکاں در بازار

بعد از دو ہفتہ براں مسجد گذر کردم معلّم اولیں را دیدم کہ دل خوش کردہ بودند و بمقام خویش باز آوردند برنجیدم ولاحول گفتم کہ دیگر بارہ ابلیس را معلم ملائکہ چرا کردند . پیرے مردے ظریف جہاں دیدہ بشنید بخندید و گفت

مثنوی:۔ پادشاہے پسر بمکتب داد لوح یمینش در کنار نہاد

برسرِ لوح او بنشتہ بزر جورِ استاد بہ از مہر پدر

5.2.4 حکایت نمبر ۵ :۔ پارسازادۂ رانعمتِ بیکراں از ترکۂ عماں بدست افتاد فسق و فجور آغاز کرد و مبذری پیشہ گرفت فی الجملہ نماند از سائر معاصی منکرے کہ نکرد و مسکرے کہ نخورد بارے بہ نصیحتش گفتم اے فرزند دخل آہ روانست وخرج آسیائے گرداں یعنی خرج فراواں کردن مسلم کسے را باشد کہ دخل معین دارد۔

قطعہ:۔ چوں دخلست نیست خرج آہستہ ترکن کہ میگویند ملاّ حاں سرودے

بکوہستاں اگر باراں نبارد بسالے دجلہ گرددخشک رودے

عقل وادب پیش گیر ولہو ولعب بگذار کہ چوں نعمت سپری شود سختی بری و پشیمانی خوری پسر از لذّتِ نای و نوش ایں سخن در گوش نیاورد و برقولِ من اعتراض کرد و گفت راحت عاجل را بتشویش محنتِ آجل منغض کردن خلافِ رائے خردمنداں ست

مثنوی:۔ خداوندانِ کام و نیک بختی چرا سختی برند از بیم، سختی

بروشادی کن اے یارِ دل افروز غم فردا نشاید خوردن امروز

فلیف مراکہ درصدر مروّت نشستہ ام و عقد فتوت بستہ و ذکر انعام درافواہ عوام افتادہ

مثنوی:۔ ہر کہ علم شد بسخاءَ و کرم بند نشاید کہ نہد بر درم

نام نکوئی چو بروں شد بکوی درنتوانی کہ بہ بندی بروی

دیدم کہ نصیحت نمی پذیرد و دم گرمِ من در آہنِ سرد وے اثر نمیکند ترک مناصحت کردم

دروئے از مصاحبت بگردانیدم قول حکمارا کار بستم کہ گفتند اند

بَلِّغْ مَاعَلَیْک فَاِنْ لَمْ یقْبَلُوا اَمَا عَلَیْک ةٍ

قطعہ:۔ گرچہ دانی نشونند بگوی ہرچہ دانی تو از نصیحت وپند

زود باشد کہ خیرہ سر بینی بدو پائی افتادہ اندر بند

دست بردست میزند کہ دریغ نشنیدم حدیثِ دانشمند

تا پس از مدتے انچہ اندیشۂ من بود از نکبتِ حالش بصورت بدیدم کہ پارہ پارہ برہم میدوخت ولقمہ لقمہ ہمی اندوخت دلم از ضعفِ حالش بہم برآمد ومروّت ندیدم در چناں حالے ریش درویش را بملامت خراشیدن ونمک پاشیدن پس با خود گفتم

مثنوی:۔ حریف سفلہ در پایانِ مستی نیندیشد ز روز تنگدستی

درخت اندر بہاراں برفشاند زمستاں لاجرم بے برگ ماند

5.2.5 حکایت نمبر۶ :۔ پادشاہے پسرے را بہ ادیبے داد وگفت تربیتش چناں کن کہ یکے از فرزندانِ خود را سالے بروسعی کردو بجائے نرسید وپسرانِ ادیب در فضل وبلاغت منتہی شدند ملک دانشمند را مواخذت کرد ومعاتبت فرمود کہ خلاف کردی ووفا بجانیاوردی گفت بررائے خداوندروئے زمین پوشیدہ نماند کہ تربیت یکساں ست ولیکن طبائع مختلف

قطعہ:۔ گرچہ سیم وزر زسنگ آید ہمی در ہمہ سنگے نباشد زر وسیم

بر ہمہ عالم ہمی تابد سہیل جائے ابناں میکند جائے اویم

5.2.6 حکایت نمبر۷ :۔ یکے را شنیدم از پیرانِ مربی کہ مریدے را ہمیگفت چنانکہ تعلق خاطر آدمی بروزی است اگر بروزی دہ بودے بمقام از ملائکہ درگذشتے

قطعہ:۔ فراموشت نکرد ایز ددراں حال کہ بودی نطفۂ مدفون ومدہوش

روانت داد وطبع وعقل وادراک جمال ونطق ورای وفکرت وہوش دہ

انگشتت مرتب کرد برکف دو بازویت مرتب ساخت بردوش

کنوں پنداری اے ناچیز ہمت کہ خواہد کردنت روزے فراموش

5.2.7 حکایت نمبر۸ :۔ اعرابی را دیدم کہ پسر را ہمی گفت یا **بُنَیَّ اِنَّک**

مَسئُولَ يَومَ القِيَامَةِ بِمَا ذَاا کتَسَبت وَلَا یُقَال بِمَن انتَسَبت یعنی تراخواہند پرسید کہ ہنرت چیست ونگویند پدرت کیست۔

قطعہ:۔ جامۂ کعبہ را کہ می بوسند اونہ ازکرم پیلہ نامی شد

باعزیزے نشست روزے چند لاجرم ہمچواو گرامی شد

5.2.8 حکایت نمبر ۹ :۔ درتصانیف حکما آوردہ اندکہ کژدم راولادتِ معہودنیست چنانکہ دیگر حیوانات را بلکہ احشائے مادر را بخورند وشکمش رابدرندوراہ صحرا گیرند وآں پوستہا کہ درخانۂ کژدم بینند اثر آں ست بارے این نکتہ پیشِ بزرگے ہمی گفتم گفت دل من برصدقِ ایں سخن گواہی می دہد وجز چنیں نشاید جوددرحالتِ خردی باما در وپدر چنیں معاملت کردہ اند لاجرم دربزرگی چنیں مقبول ومحبوب اند.

قطعہ: پسرے را پدر وصیت کرد کاے جواں مردیادگیرایں پند

ہرکہ بااہل خود وفا نہ کند نشود دوست روئے دانشمند

مثل:۔ کژدم راگفتند چرابزمستاں بدرنمی آئی گفت بتابستانم چہ حرمت ست کہ بزمستاں نیز بیروں آیم

5.2.9 حکایت نمبر ۱۰ :۔ زن درویشے حاملہ بودمدتِ حمل برآوردودرویش را ہمہ عمرفرزند نیامدہ بودگفت اگرخداوندِتعالےٰ مراپسرے بخشد جزیں خرقہ کہ پوشیدہ ام ہرچہ درملکِ من ست ایثارِ درویشاں کنم اتفاقاً آوردسفرۂ درویشاں بموجبِ شرط نہاد پس از چند سال ازسفرِ شام بازآمدم بمحلّتِ آں دوست برگذشتم وازچگونگی حالش خبر پرسیدم گفتند بزندانِ شحنہ درست گفتم سبب چیست گفتند پسرش خمرخوردہ وعربدہ کردہ وخون کسے ریختہ وازمیاں گریختہ پدررابعلّت وے سلسلہ درنائے ست وبندگراں برپای گفتم ایں بلائے راوے بحاجت ازخدائے عزوجل خواستہ است

قطعہ:۔ زنانِ باردار اے مردِ ہشیار اگروقت ولادت مارزایند

ازاں بہتر بنزدیک خردمند کہ فرزندانِ ناہموار زایند

5.2.11 حکایت نمبر ۱۱:۔ طفل بودم کہ بزرگے را پرسیدم از بلوغ گفت در کتب مسطور ست کہ سہ نشان دارد یکے پانزدہ سالگی و دوم احتلام و سوم بر آمدنِ موئے زہار امّا در حقیقت یک نشان دارد و بس آنکہ در رضائے خدائے عز و جل بیش ازاں باشی کہ در بند حظِّ نفس خویش وہر کہ درو ایں صفتہا موجود نیست نزدِ محققاں بالغ نہ شمارندش

قطعہ:۔ بصورت آدمی شد قطرہ آب کہ چل روزش قرار اندر رحم ماند
دگر چل سالہ را عقل و ادب نیست بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند

قطعہ:۔ جواں مردی و لطف ست آدمیت ہمیں نقش ہیولائی مپندار
ہنر باید کہ صورت می تواں کرد بایوانہا در از شنگرف و زنگار
چو انساں را نباشد فضل و احساس چہ فرق از آدمی تا نقشِ دیوار
بدست آوردن دنیا ہنر نیست یکے را گر توانی دل بدست آر

5.2.11 حکایت نمبر ۱۲:۔ سالے نزاعے میان پیادگانِ حجاج افتادہ بود و داعی ہم دراں سفر پیادہ بود انصاف در سر وری ہم افتادیم و دادِ فسوق و جدال دادیم کجاوہ نشینے را دیدم کہ با عدیل خویش میگفت یاللعجب پیادہ عاج عرصہ شطرنج را بسر ے بر د فرزین مے شود یعنی بہ ازاں میشود کہ بود و پیادگانِ حاج بادیہ را بسر بر دند و تبر شدند

قطعہ:۔ از من بگوی حاجئ مردم گزائے را کو پوستینِ خلق با آزار درد
حاجی تو نیستی شتر ست از برائے آنکہ بیچارہ خار می خورد و باری برد

5.2.12 حکایت نمبر ۱۳:۔ ہندوئے نفط اندازی می آموخت حکیمے گفت ترا کہ خانہ نئین ست بازی نہ این ست

بیت:۔ تا ندانی کہ سخن عین صواب ست مگو آنچہ دانی کہ نہ نیکوش جواب ست مگو

5.2.13 حکایت نمبر ۱۴:۔ مردکے را چشم درد خاست پیش بیطارے رفت تا دو اکند بیطار از انچہ در چشمِ چہار پایاں می کرد در دیدۂ او کشید کور شد حکومت پیش داور بردند گفت بر و ہیچ تاوان نیست اگر این خر نبودے پیش بیطار نر فتے مقصود ازیں سخن آن ست تا بدانی کہ ہر کہ نا آزمودہ را کارِ بزرگ فرماید با آنکہ ندامت بر د بنز دیک خردمنداں بخفت

رای منسوب گردد۔

قطعہ:۔ ندہد ہوش مند روشن رای بفرومایہ کارہائے خطیر
بوریاباف گرچہ بافندہ است نبرندش بکارگاہِ حریر

5.2.14 حکایت نمبر ۱۵:۔ یکے از بزرگانِ ایمہ راپسرے وفات یافت پرسیدند کہ برصندوقِ گورش چہ نویسیم گفت آیات کتاب مجید راعزّت بیش ازاں ست کہ روا باشد برچنیں جایگاہ نوشتن کہ بروزگار سودہ گرور خلائق بروگذرند وسگان بروشاشند اگر بضرورت چیزے نویسند ایں بیت کفایت می کند

قطعہ:۔ وہ کہ ہرگہ سبزہ در بُستان بدمیدے چہ خوش بدے دلِ من
بگذرا اے دوست تا بوقتِ بہار سبزہ بینی دمیدہ بر گلِ من

5.2.15 حکایت نمبر ۱۶:۔ پارسائے بریکے از خداوندانِ نعمت گذر کرد کہ بندہ را دست وپائے بستہ عقوبت ہمی کرد گفت اے پسر ہمچوتو مخلوقے راخدائے عزّ وجلّ اسیر حکم تو گردانیدہ ست واوترا بروے فضیلت دادہ شکرِ نعمتِ باری تعالیٰ آرد چندیں جفا بروے مپسند نباید کہ فردائے قیامت بہ از تو باشد وشرمساری بری

مثنوی:۔ بر بندہ مگیر خشم بسیار جورش مکن و دلش میازار
اوراتو بدہ درم خریدی آخر نہ بقدرت آفریدی
ایں حکم وغرور وخشم تاچند ہست ازتو بزرگ تر خداوند
اے خواجۂ ارسلان وآغوش فرمان دہ خود مکن فراموش

درخبرست از سیدّ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ گفت بزرگ ترین حسرتے درروزِ قیامت آں بود کہ بندۂ صاحب رابہ بہشت برند وخداوندگارِ فاسق رابدوزخ

قطعہ:۔ برغلامے کہ طوعِ خدمت تست خشم بے حد مراں وطیرہ مگیر
کہ فضیحت بود بروزِ شما بندہ آزاد وخواجہ در زنجیر

5.2.16 حکایت نمبر ۱۷:۔ سالے از بلخ بامیانم سفر بود وراہ از حرامیاں پُرخطر جوانے بدرقہ ہمراہِ ماشد سرباز چرخ انداز سلحشور بیش زور کہ دہ مردتوانا کمان اوراہ زہ نکردند

ے وزورآورانِ روئے زمین پشت اورادر مصارعت برزمین نیاوردندے اماّ چنانکہ دانی متنعّم بوددوسایہ پروردہ نہ جہاں دیدہ وسفر کردہ رعد کلاوراں بگوشش نرسیدہ وبرق شمشیر سواراں ندیدہ

شعر:۔ نیفتادہ دردستِ دشمن اسیر بگردش نباریدہ بارانِ تیر

اتفاقاً من وایں جوان ہردودر پیہم دواں ہر دیوار قدیمش کہ پیش آمدے بقوتِ با زوبیفگندے وہر درختِ عظیم کہ دیدے بزوئے سرپنجہ برکندے وتفاخر کنان گفتے

بیت:۔ پیل کوتا کتف وبازوئے گرداں بیند شیر کوتا کف وسرپنجۂ مرداں بیند

مادریں حالت کہ دو ہندواز پس سنگے سربرآوردندوآہنگ قتال ما کردند بدست یکے چوبے ودر بغل دیگر کلوخ کوبے جواں راگفتم چہ پائی کہ دشمن آمد

بیت:۔ بیارانچہ داری زمردی وزور کہ دشمن بپائے خودآمد بگور

تیروکماں رادیدم' زدستِ جواں افتادہ ولرزہ براستخواں۔

فرد:۔ نہ ہرکہ موئے شگافد بہ تیرجوشن خای بروزحملۂ جنگ آوراں بدارد پای

چارہ جزآں ندیدیم کی رخت وسلاح وجامہ رہا کردیم وجاں بہ سلامت بدرآوردیم

قطعہ:۔ بکارہاے گراں مردکاردیدہ فرست کہ شیرشرزہ درآرد بزیرخم کمند

جواں اگرچہ قوی بال وپیلتن باشد بہ جنگ دشمنش ازہول بگسلد پیوندبردہ

پیش مصاف آزمودہ معلوم ست چنانکہ مسئلہ شرع پیش دانشمند

5.3 متن کا ترجمہ

حکایت نمبر1 یکے راازوزرا پسرے

ایک وزیر کا ایک کندذہن لڑکا تھا، اس کو ایک عقلمند کے پاس بھیجا ایک مدت تک تعلیم دی لڑکے پر تعلیم وتربیت کا اثر نہ ہوا تو اسکے باپ کو بھیجدیا کہ یہ لڑکا ہرگز عقل مندو نہیں ہوتا برعکس مجھے دیوانہ کردیا ہے یعنی دیوانہ بنادیا

قطعہ:۔ بداصل لوہے کو صیقل بہتر نہیں بنا سکتا یعنی بداصل لوہا کسی صیقل سے سے جلا نہیں پاسکتا۔ جب کسی ذات میں جوہر قابل ہوگا یعنی جس کی اصل اچھی ہوتی ہے وہ تربیت کے

قابل ہوتا ہے اس پر تربیت کا کا اثر پڑے گا اگر کتے کو سات سمندروں کے پانی سے بھی غسل د

جائے تو وہ جس قدر بھیگتا ہے اسی قدر ناپاک ہو جاتا ہے حضرت عیسیٰؑ کا گدھا مکہ معظمہ کا سفر بھی کرے جب وہ واپس آئیگا تو وہ گدھا ہی رہتا ہے۔

حاصل مقصود:۔ اگر طبیعت میں صلاحیت نہ ہو تو پند و نصیحت رائیگاں ہوتی ہے۔ تعلیم و تربیت کا اثر نہیں ہوتا۔

5.3.1 حکایت نمبر 2 — حکیمے پسراں را پند میداد کہ اے جانانِ پدر

ایک دانا اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتا تھا۔ اے باپ کے پیارے بچو! ہنر سیکھو کیونکہ ملک اور دنیا کی دولت اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ سونا و چاندی کی چوری یا ضائع ہونے کا خطرہ رہتا ہے یا خود مالک خرچ کر دیتا ہے۔ ہنر ایک ابلنے والا چشمہ ہے اور یہ ہمیشہ رہنے والی دولت ہے۔ اگر ہنر مند مفلس بھی ہو جائے تو اسے کسی بات کا غم نہیں ہوتا کیونکہ ہنر بذات خود ایک دولت ہے ہنر مند جہاں بھی جائے باعزت رہتا ہے۔ صدر نشین بن جاتا ہے لیکن بے ہنر لقمہ لقمہ چنتا ہے اور سختی جھیلتا ہے۔

شعر:۔ جاہ و حشمت کے بعد کسی کا حکم ماننا دشوار ہوتا ہے۔ جس کو ناز و نعمت کی عادت ہو اس کو لوگوں کا ظلم سہنا بہت مشکل ہے

قطعہ:۔ ایک مرتبہ ملک شام میں ایک ایسا فتنہ برپا ہو گیا کہ ہر شخص اپنا گھر بار چھوڑ کر دور دور تک پہنچ گیا۔ دہقانوں کے عقلمند لڑکے یا کسانوں کے تعلیم یافتہ لڑکے شاہی وزارت تک پہنچ گئے اور وزیروں کے کم عقل لڑکے یا وزراء کی کم عقل اولاد دہقانوں کے در پر گدائی کرنے لگی۔

حاصل مقصود:۔ ماں باپ کی دولت پر اعتماد کر کے ذاتی کمال نہ پیدا کرنا بڑی نادانی ہے۔ یعنی باپ دادا کی دولت اعتماد کے لائق نہیں ہے علم و ہنر حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ علم و ہنر والے کی ہر زمانہ میں اور ہر جگہ قدر و قیمت ہوتی ہے۔

5.3.2 حکایت نمبر 3 — یکے از فضلا تعلیم ملک زادہ ہمی کرد

فاضلوں میں سے ایک فاضل ایک شہزادے کو پڑھاتا تھا، مارنے میں کوئی رعایت نہیں کرتا تھا بے تحاشا مار مارتا تھا اور بہت جھڑکتا تھا۔ ایک مرتبہ لاچار ہو کر لڑکے نے اپنے باپ سے شکایت کی اور کپڑے اتار کر مار کے نشان دکھلائے باپ کا دل بھر آیا، استاد کو بلایا اور فرمایا کہ رعیت کے بچوں کو جس قدر سزا دیتے ہو اس سے زیادہ میرے لڑکے کو سزا دینے کی وجہ کیا ہے۔ اس نے عرض کیا سوچ سمجھ کر بات کرنا، پسندیدہ کام کرنا عام طور سے تمام مخلوق کے لیے لازم ہے مگر بالخصوص بادشاہوں کو یہ ضروری ہے۔ کیونکہ عوام کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں مگر بادشاہ کے قول و فعل کی شہرت ہو جاتی ہے

قطعہ:۔ اگر فقیر کے پاس سو عیب بھی ہیں، اس کا ایک عیب بھی اس کے دوستوں کو معلوم نہیں رہتا اور اگر بادشاہ کی کوئی ناپسند چیز معلوم ہو تو لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچا دیتے ہیں۔

پھر واجب ہو گیا کہ شہزادے کے استاد کو شاہی اخلاق و تہذیب سے آراستہ کرے، ان کو صحیح تربیت کرے عام لوگوں کے بچوں سے زیادہ توجہ دے اور ان کی تربیت کرے۔

قطعہ:۔ جب بچپن میں تربیت نہ کرو گے تو بڑی عمر میں اس سے فلاح کی امید نہیں ہو سکتی ہے بھیگی لکڑی کو حسبِ خواہش موڑ لو، سوکھی لکڑی سوائے آگ کے سیدھی نہیں ہوتی۔

فرد:۔ جو بچہ زندگی میں معلم کی سختی برداشت نہیں کرتا وہ زمانے کی مصیبتیں جھیلتا ہے۔

بادشاہ کو معلّم کا بہترین جواب اور حسن تدبیر پسند آئی خلعت و نعمت سے نوازا اور اس کا مرتبہ بلند کیا۔

حاصل مقصود:۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں کبھی رعایت سے کام نہیں لینا چاہئے، خصوصاً رؤسا کے بچوں پر کڑی نگرانی رکھنی چاہئے۔ یعنی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مناسب سختی کی ضرورت ہوتی ہے، محض شفقت سے کام نہیں چلتا۔

5.3.3 حکایت نمبر 4 معلم کتاب را دیدم در دیارِ مغرب

میں نے دیارِ مغرب میں مکتب کے ایک استاد کو دیکھا کہ وہ ترش رو، مردم آزاد، بدکردار و سخت کلام، غبی اور بد پرہیز تھا، مسلمانوں کا عیش اس کے دیدار سے ہی تباہ ہو جاتا اور اس کی

قرآن خوانی سے انسان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں یعنی اس کا قرآن پڑھنا لوگوں کے دل کو سیاہ کرتا تھا بہت سے پاک طینت لڑکے اور لڑکیاں اس کے ظلم کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے نہ انہیں ہنسنے کی طاقت اور نہ ہی کہنے کی جرأت تھی، کبھی کسی کے چاندی جیسے گالوں پر طمانچہ مار دیتا تو کبھی ساق بلّورین کو شکنجہ میں جکڑ دیتا۔ آخر کار میں۔ نے سنا کہ لوگوں نے اس کی تھوڑی سی نفس کی خیانت وخباثت کا حال معلوم کیا اور اس کو مار پیٹ کر نکال دیا، اور مکتب ایک نیک آدمی کے حوالے کیا جو نیک اخلاق صالح متقی اور صاحب علم تھا ضرورت کے بغیر زبان نہیں کھولتا تھا اور کسی کو تکلیف دینے کی بات بھی اسکی زبان پر نہیں آتی تھی۔ سابق استاد کی ہیبت بچوں کے دل سے بالکل ختم ہوگئی۔ انہوں نے دوسرے استاد کو فرشتہ صفت پایا اور وہ یکے بعد دیگرے شیطان بنتے گئے۔ استاد کی بردباری پراعتماد کرتے ہوئے اسباق بھولنے لگے۔ ہر وقت کھیل کود میں وقت صرف ہوتا رہا اور بغیر لکھی تختی ایک دوسرے کے سر پر مار کر توڑ ڈالتے۔

بیت:۔ اگر استاد رحم دل ہو جائے تو بچے بازار میں ریچھ کے مداری بن جاتے ہیں یعنی بازار میں خرسک کھیلیں گے دو ہفتہ کے بعد اسی مسجد پر سے میرا گزر ہوا تو پہلا استاد ہی نظر آیا تو میں رنجیدہ ہوا اور کہا دوبارہ کس لیے معلم شیطان کو ملائکہ کو پڑھانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ ایک تجربہ کار ضعیف (بوڑھا) میری بات پر ہنسا اور کہا۔

مثنوی:۔ ایک بادشاہ نے اپنے لڑکے کو مکتب میں بھیجا۔ اس کے بغل مین چاندی کی تختی رکھی تھی۔ اس تختی پر سنہرے حروف میں لکھا تھا باپ کے پیار سے استاد کا ظلم بہتر ہے۔

حاصل مقصود:۔ بچوں کی تعلیم وتربیت میں رحم وشفقت سے کام نہیں چلتا۔ نرم دل استاد سے بچے بدتمیز ہو جاتے ہیں۔ استاد کو سخت ہونا چاہئے اور استاد کی سختی کو نعمت سمجھنا چاہئے۔

5.3.4 پارسازادہ را نعمت بیکراں از ترکہ عماں بدست افتاد۔ حکایت نمبر 5

ایک پرہیز گار کے لڑکے کو اپنے چچاؤں کے ترکے میں سے بہت زیادہ دولت ہاتھ لگی۔ بدکاری و عیاشی شروع کر دی۔ اسراف کرنے لگا القصہ کوئی گناہ ایسا نہ تھا جو اس نے نہیں کیا اور کوئی نشہ آور چیز ایسی نہیں تھی جو اس نے چکھی نہ تھی، میں۔ نے بطور نصیحت اس سے کہا کہ برخوردار زندگی بہتے ہوئے پانی کی طرح ہے اور خرچ چلتی ہوئی چکّی کی مانند جس شخص کی مقررہ آمد

نی نہ ہو اس شخص کے لیے زیادہ خرچ کرنا مناسب نہیں۔

قطعہ:۔ جب تجھے آمدنی نہیں ہے تو خرچ کم کر دے کیونکہ ملاح گاتے ہیں کہ اگر پہاڑوں پر بارش نہ آئی تو ایک سال کے اندر ہی دجلہ جیسی ندی سوکھ جائیگی عقل و ادب اختیار کر کھیل کو و چھوڑ دے جب دولت ختم ہو جائے گی تو سختی اٹھائے گا اور پشیمان ہو گا۔ لڑکے نے راگ رنگ اور مستی کی لذت میں اس بات پر کان نہ دھرا الٹا میرے قول پر اعتراض کر بیٹھا اور کہا موجودہ آرام کو آنے والی سختی و مشکل پر قربان کرنا عقل مندوں کی رائے کے خلاف ہے۔

مثنوی:۔ نعمت و دولت کے مالک سختی کے خوف سے رنجیدہ نہیں ہوتے اے روشن دل دوست! جا اور شادکام رہ آئندہ کا غم آج مت کھا۔ میں خرچ کرنے اور مزے اڑانے سے کیسے باز آ سکتا ہوں۔ اس لیے کہ میں مروت کی مسند پر بیٹھا ہوں، جواں مردی کا میں نے عہد کر لیا ہے اور میری سخاوت عام لوگوں میں مشہور ہے

مثنوی:۔ جو بھی سخی و کریم کے طور پر مشہور ہو گیا ہو وہ کسی پر دروازہ بند نہیں کر سکتا اور جب نیکی کی دھوم ہو گئی تو کسی پر بندش لگا نہیں سکتا۔ میں نے دیکھا کہ وہ کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا اور اس کے دل سرد پر میری دل سوزی کی باتیں کارگر نہیں ہوتی ہیں میں نے نصیحت کرنا اور اس کے ساتھ رہنا چھوڑ دیا۔ حکیموں کے قول پر کاربند ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا تھا جو تیرا فرض ہے تو پہنچا دے اگر نہ مانیں تو پھر تجھ پر ذمہ داری نہیں ہے یعنی تجھ پر کوئی الزام نہیں۔

قطعہ:۔ جو کچھ بھی تجھ سے نصیحت بن پڑے کئے جا اگرچہ تو جانتا ہے کہ وہ نہیں سنیں گے تو بہت جلد دیکھے گا کہ وہ حیران و پریشان قید میں پڑا ہوا ہو گا ہاتھ مل مل کر افسوس کر رہا ہو گا کہ میں نے عقلمند کی بات نہیں سنی۔

ایک مدت کے بعد میرے اندیشے کے مطابق میں نے اس کی حالت دیکھی کہ پیوند پر پیوند لگاتا تھا، لقمہ لقمہ جمع کرتا تھا، میرا دل اس کی تباہ حالی پر بھر آیا اور اس حالت میں اس کے زخموں پر نمک پاشی کرنا مروت کے خلاف سمجھا میں نے خود دل میں کہا

مثنوی:۔ کمینہ دوست نے مستی کی حالت میں تنگ دستی کا کچھ بھی خیال نہیں کیا جس

درخت کے پتے موسم بہار میں جھڑنے لگتے ہیں وہ درخت سردی کے موسم میں (خزاں میں) لاچار بغیر پتوں کے رہ جاتا ہے۔

حاصل مقصود:۔ اگر کسی کی بچپن میں صحیح تربیت نہ ہو اور جوانی میں دولت ہاتھ لگ جائے تو لامحالہ ایسا آدمی برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس پر کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

5.3.5 بادشاہے پسرے رابہ ادیبے داد وگفت حکایت نمبر 6

ایک بادشاہ نے اپنے بیٹے کو ایک معلم کے حوالے کیا اور کہا کہ وہ اپنے فرزندوں کی طرح اس کی تربیت کرے استاد نے اس پر چند سال محنت کی اُسے کچھ نہیں آیا۔ معلم کے بیٹے فصاحت و بلاغت میں بامِ عروج پر پہنچ گئے بادشاہ نے استاد سے پوچھا اور ناراضی سے کہا تو نے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ خلاف وعدہ ہے۔ اس نے کہا روئے زمین کے ما لک پر پوشیدہ نہ رہے، کہ تربیت یکساں ہے مگر طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں

قطعہ:۔ اگر چہ سونا چاندی پتھر ہی سے نکلتے ہیں مگر ہر پتھر میں سونا چاندی نہیں ہوتا۔ اگر چہ کہ سہیل (ستارہ) پوری دنیا میں چمکتا ہے کہیں خوشبو دار نرم چمڑا تیار ہوتا ہے، کہیں بد بو دار سخت دھوڑی۔

حاصل مقصود:۔ شاگردوں کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ تربیت کا سب پر ایک سا اثر نہیں ہو تا

5.3.6 یکے راشنیدم از پیرانِ مربی کہ مرید ے حکایت نمبر 7

میں نے سنا ہے کہ ایک پیرانِ مربی اپنے مرید سے فرما رہے تھے جس قدر تعلق اپنی روزی سے رکھتا ہے اگر وہی تعلق اللہ سے ہوتا تو انسان کا مقام فرشتوں سے بھی زیادہ اونچا ہو جاتا۔

قطعہ:۔ اگر چہ کہ جب تو پوشیدہ و مدہوش نطفہ تھا اللہ تعالیٰ تجھے بھولا نہیں تھا تجھے ز ندگی دی طبیعت دی عقل دیا اور سمجھ بھی۔ جمال، کلام، رائے فکر اور ہوش دیا، ہتھیلیوں پر دس انگلیاں ترتیب سے رکھی گئیں اور دونوں بازو کندھے سے جوڑے اے کم عقل ذرا سوچ تو سہی جس نے اس قدر احسانات کئے کیا وہ تجھے رزق پہنچانا بھول جائیگا۔

حاصل مقصود:۔ اللہ تعالیٰ رازق مطلق اور اپنے بندوں کے احوال سے باخبر ہے اور بندہ کو ہمیشہ اس کے لطف و کرم کا امیدوار ہونا چاہئے۔ روزی سے زیادہ روزی دینے والے کے ساتھ تعلق ہونا چاہئے۔

5.3.7 اعرابی را دیدم کہ پسر را ہمی گفت حکایت نمبر 8

میں نے ایک بدو کو دیکھا جو اپنے فرزند سے کہہ رہا تھا کہ اے بیٹے تم سے قیامت کے دن یہ پوچھا جائیگا کہ تم نے کیا کیا؟ یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ تو کس سے نسبت رکھتا ہے یعنی تجھ سے سوال کریں گے کہ تیرا عمل کیا ہے یہ نہیں کہیں گے کہ تیرا باپ کون ہے۔

قطعہ:۔ لوگ غلافِ کعبہ کو بوسہ دیتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ ریشم کے کیڑے یا نافہ سے تیار ہوا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ خانۂ کعبہ سے لگا ہوا تھا اس وجہ سے وہ بھی باعزت ہو گیا

حاصل مقصود:۔ نسلی شرافت پر تکیہ کر کے انسان کو ذاتی شرافت سے محروم نہ رہنا چاہئے۔ قیامت کے دن اعمالِ صالحہ کام آئیں گے نہ کہ خاندانی شرافت۔

5.3.8 در تصانیفِ حکما آوردہ اند کہ کژدم حکایت نمبر 9

حکماء کی تصانیف میں آیا ہوا ہے یعنی حکماء کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ دوسرے جانوروں کی طرح بچھو کی جنس میں عام طور پر بچہ دینے کا طریقہ نہیں ہے یعنی بچھو کی پیدائش عام طریقہ کے موافق نہیں ہے۔ بلکہ ماں کی انتڑیوں یعنی اندرونی حصہ کو شکم میں ہی کھا لیتے ہیں اور شکم کو پھاڑ دیتے ہیں اور صحرا کا راستہ لیتے ہیں چنانچہ بچھوؤں کی بل میں چمڑے کے جو ٹکڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے ایک مرتبہ بزرگ کے روبرو میں نے یہ نکتہ بیان کیا تو فرمایا میرا دل اس بات کی تصدیق کرتا ہے اس کے سوا کوئی اور طریقہ کا نہیں ہے جب بچپن میں ہی والدین کے ساتھ یہ سلوک ہو تو بڑے ہو کر یہی مشغلہ اسے محبوب ہو جاتا ہے۔ یعنی بڑے ہونے پر ایسے مقبول اور محبوب ہیں کہ جو پاتا ہے جوتے سے خبر لیتا ہے

قطعہ:۔ باپ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے جواں مرد اس نصیحت کو یاد رکھ جو اپنے

متعلقین سے وفانہیں کرتا وہ کامیاب اور دولت مند نہ ہوگا۔

مثل :۔ لوگوں نے بچھو سے پوچھا کہ جاڑوں میں باہر کیوں نہیں نکلتا جواب دیا کہ گرمی میں میری عزت کیا ہوتی ہے جو کہ میں جاڑوں بھی باہر نکلوں۔

حاصل مقصود:۔ بڑوں کا احترام کرنا چاہئے، بچپن ہی سے ایذا رسانی کی عادت ہے تو بڑی عمر تک بھی یہی عادت رہتی ہے۔اپنے احباب اور متعلقین سے وفاداری اور محبت کا معاملہ کرنا چاہئے اسلئے کہ جو اپنوں کا نہ ہوگا اس سے غیر کیا بھلائی کی امید کر سکتے ہیں

5.3.9 زن درویشے حاملہ بود حکایت نمبر 10

ایک درویش کی بیوی حاملہ تھی مدت حمل پوری ہوئی اور درویش کو کوئی لڑکا نہیں ہوا تھا کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا بخش دے یا عطا فرمائے تو سوائے اس خرقہ کے جو کچھ میری ملکیت میں ہے درویشوں پر قربان کردوں گا۔اتفاقاً اس کو لڑکا ہوا حسبِ وعدہ غریبوں کی دعوت کی۔چند سال بعد شام کے سفر سے جب میں واپس آیا اس دولتمند کے محلّہ سے گذر ہوا میں نے اس کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کوتوال کے قید خانے میں مقید ہے۔میں نے کہا اس کا سبب کیا ہے۔لوگوں نے جواب دیا۔اس کے لڑکے نے شراب پی کر لڑائی جھگڑا کیا اور ایک شخص کا خون کردیا اور شہر سے فرار ہوگیا۔باپ کو اس کے عوض گرفتار کیا گیا ہے میں نے کہا اس مصیبت کو خدائے بزرگ و برتر سے اس نے دعا مانگ کر طلب کی تھی۔

قطعہ:۔ اے عقلمند آدمی اگر حاملہ عورتیں وقت ولادت سانپ کو جنم دیں تو عقلمند کے نزدیک یہ نالائق اولاد کی پیدائش سے بہتر ہے

حاصل مقصود:۔ بدترین اولاد والدین کے لئے سوہان روح ہوتی ہے۔لہذا ان کی تربیت پر زیادہ توجہ دینی چاہئے۔اسی لئے حق تعالیٰ سے اولادِ صالح طلب کرنی چاہئے

5.3.10 طفل بودم کہ بزرگے را پرسیدم حکایت نمبر 11

ایک بزرگ سے میں نے بالغ ہونے کی علامت دریافت کی جواب دیا کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اس کی تین نشانیاں ہیں۔پہلا پندرہ سال کی عمر ہونا، دوسرا نیند میں غسل کی حاجت تیسرا زیر ناف بال نکل آنا درحقیقت ایک ہی علامت کافی ہو جاتی ہے

اس وقت اپنی خواہشات پر رضائے الٰہی کو ترجیح دینے لگے۔ جس میں یہ صفات نہیں ہوتے محققین اسے بالغ نہیں کہتے یعنی اس کو بالغ شمار نہیں کرتے ہیں۔

قطعہ:۔ رحمِ مادر میں چالیس دن پانی کے قطرہ کی طرح یہ آدمی ٹھہرا رہا اور اگر چالیس سال میں علم و ادب حاصل نہ کیا تو اس کو آدمی نہیں کہا جا سکتا۔

قطعہ:۔ اس مرکب جسم کو انسان نہ سمجھ آدمیت جواں مردی، سخاوت اور لطف، ہمدردی اور نرمی اور اخلاق کا نام ہے آدمیت کے لیے اصل میں ہنر مندی کی ضرورت ہے ور نہ تصویریں تو قلعوں کی دیواروں پر شنگرف او وزنگار سے بہت کچھ بنا دیجاتی ہیں یعنی ہنر وہی ہے جو ایوان کو رنگین، دلکش تصویروں سے بھر دے جب انسان میں فضل و ہنر، احسان و کرم نہ ہو تو آدمی اور دیوار کی رنگین تصویر دونوں مساوی ہیں، دنیا حاصل کر لینا ہی ہنر مندی نہیں ہے اگر طاقت ہے تو کسی کا دل حاصل کرے۔ یعنی اگر تجھ سے ہو سکے تو کسی کا دل خوش کر دے۔

حاصل مقصود:۔ انسانیت دراصل اچھا خلق اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی اپنی خواہشات پر مقدم رکھنا چاہئے۔ انسانیت علم و ہنر حاصل کرنے اور خلقت پر شفقت کرنے کا نام ہے۔

5.3.11 حکایت نمبر 12: حجاجِ پیادگان میانِ نزاعے

ایک سال پیدل حج کرنے والوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ یہ داعی (سعدی) بھی اس سفر میں شامل تھا۔ آپس میں خوب مار پیٹ ہوئی اور ہم نے لڑنے جھگڑنے اور مار پیٹ کا حق ادا کر دیا۔ میں نے ایک کجاوہ نشین کو دیکھا اپنے ساتھی سے کہ رہا تھا کہ تعجب ہے کہ شطرنج کے میدان میں چلنے والے چلتے چلتے وزیر بن جاتے ہیں۔ اور حاجی پیادوں نے جنگل کو طے کیا اور بدتر ہو گئے یعنی حج کے لیے جنگل میں چلنے والے آگے بڑھے اور بدترین بن گئے۔

قطعہ:۔ مردم آزار حاجی سے کہدو کہ ظلم و ستم سے لوگوں کے کپڑے پھاڑنے والے ہرگز حاجی نہیں ہوتے یعنی وہ تکلیف پہونچانے کے لیے لوگوں کی عیب جوئی و عیب گوئی کرتا

ہے تو حاجی نہیں بلکہ اونٹ حاجی سے بہتر ہے اس لیے کہ بیچارہ کانٹے کھاتا ہے اور بو جھ اٹھاتا ہے

<u>حاصل مقصود:۔</u> بڑی عبادت کا جنہیں اللہ تعالیٰ موقع عطا فرمائے تو انہیں چاہیئے کہ پہلے نفس پر قابو پائیں اور دوسروں کو تکلیف نہ دیں۔ جنگلوں، بیابانوں کو طے کر کے بیت الحرام تک پہونچ جانے کا نام حج نہیں ہے۔ اگر تکلیف اٹھانے کا نام حج ہے تو حاجی کا او نٹ حاجی ہے جس نے کانٹے چبائے اور بوجھ لادا۔ اس آیت کے بموجب **وَلَا فُسُوْق وَلَا جِدَال فِی الْحَجِ** ۔حج میں گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے)سورۂ بقرہ۔197

<u>5.3.12 ہندوئے نفط اندازی می آموخت ۔حکایت نمبر 13</u>

ایک ہندو نفط اندازی سیکھ رہا تھا ایک عقلمند نے کہا تو جھونپڑے کا مالک ہے یہ کھیل موافق نہیں ہے یعنی تیرا گھر نے کا بنا ہوا ہے یہ کھیل تیرے لیے مناسب نہیں ہے۔

<u>بیت:۔</u> جب تجھے یقین نہ ہو کہ بات بالکل ٹھیک ہے زبان نہ کھول جب یہ جانتا ہے کہ اس کا جواب اچھا نہ ملے گا تو زبان کو بند رکھ۔

<u>حاصل مقصود:۔</u> موقع و محل دیکھ کر بات کرنی چاہئے۔ اور اسی طرح جو کام بھی کرنا ہو تو اس کے محل اور موقع کو بھی دیکھ لینا چاہئے

<u>5.3.13 مردے کے راچشم درد خاست حکایت نمبر 14</u>

ایک بے وقوف شخص کی آنکھ میں درد ہوا وہ ایک جانوروں کے ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے گیا جانوروں کے معالج نے جانوروں کے آنکھ کی دوا اس بے وقوف کی آنکھ میں ڈا لی وہ اندھا ہو گیا۔ حاکم کے پاس فیصلہ چاہا حاکم نے جواب دیا کہ اس ڈاکٹر پر کوئی جرمانہ عائد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ گدھا نہ ہوتا تو جانوروں کے ڈاکٹر کے پاس نہ جاتا اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی ناتجربہ کار کو جو شخص بڑا کام سونپ دیتا ہے وہ شرمندگی اٹھاتا ہے۔ عقلمند وں کے نزدیک یہ بے وقوفی ہے۔

<u>قطعہ:۔</u> عقلمند اور روشن خیال شخص کسی ناتجربہ کار، سفلہ کے حوالے بڑے کام ہرگز نہیں سونپتا

۔بوریا بنانے والا اگرچہ کہ کاریگر ہے مگر اس بوریاباف کو ریشم کے کارخانے کو نہیں لیجاتے۔
حاصلِ مقصود:۔ ہر فن کے لیے ایک فنکار ہوتا ہے اور وہی اس کام کے لائق ہوتا ہے۔کام سپرد کرنے سے پہلے اہلیت کا اندازہ کرنا چاہیئے اور نا اہل کے سپرد بڑا کام ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔یعنی نا اہل کو بڑا کام سونپنا نہیں چاہیئے۔

5.3.14 یکے از بزرگانِ ائمہ را پسرے وفات یافت حکایت نمبر 15

ائمہ کبار سے کسی ایک امام کا لڑکا فوت ہو گیا لوگوں نے پوچھا کہ قبر کی تعویذ پر کیا لکھا جائے۔انہوں نے فرمایا کہ قرآنِ مجید کی آیات کریمہ کا بڑا مقام ہے ایسی جگہ پر لکھنے کو روا نہ رکھا جائے کیونکہ زمانہ گزر جائیگا، مخلوق اس پر چلتی پھرتی رہے گی اور کتے اس پر پیشاب کرینگے اور اگر کوئی چیز لکھنا ہی ہے تو یہ بہت کافی ہیں۔

قطعہ:۔ موسم بہار مین جہاں سبزہ اگتا تھا میرا دل باغ باغ ہو جاتا تھا، اے دوست موسم بہار میں میری قبر پر آ تو میری قبر پر سبزہ اُگا ، داد یکھے گا

حاصلِ مقصود:۔ قبور پر قرآن مجید کی آیتوں کی کتابت مناسب نہیں ہے۔اس لیے کہ مرورِ زمانہ سے قبروں کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنی کی بھی بے حرمتی ہوتی ہے۔

5.3.15 پارسائے بر یکے از خداوندانِ نعمت گذر کرد حکایت نمبر 16

ایک پرہیز گار کا کسی دولتمند کی طرف گذر ہوا جو اپنے غلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر سزا دے رہا تھا۔ پرہیز گار نے "اللہ نے تجھے سرداری دی ہے تجھ کو مخلوق پر شرف عطا کیا ہے۔اس خدائی نعمت کا شکر بجالا اور اس قدر ظلم اس پر نہ کر ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن وہ تجھ سے بہتر ہو جائے اور تو شرمندگی اٹھائے۔

مثنوی:۔ اپنے غلام پر زیادہ غصہ مت کر، ظلم نہ کر، اس کے دل کو رنجیدہ مت کر تو نے اسے دس درہم میں خریدا ہے، مگر اپنی قدرت سے پیدا نہیں کیا، یہ حکم، غصہ اور غرور کب تک رہے گا؟ خداوندِ قدوس تجھ سے بہت بڑا ہے، غلاموں اور باندیوں (کنیزوں) کے مالک! اپنے حکمرا ان کو مت بھول حدیث شریف میں آیا ہے کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا قیامت کے د

ن سب سے بڑی حسرت وہ ہوگی کہ نیک غلام کو جنت میں لے جائیں گے اور بدکار آقا کو دوزخ میں۔

قطعہ:۔ جو تیرا فرمانبردار غلام ہے اس کو غصہ سے نہ دیکھ اور اس پر ظلم نہ کر کیونکہ قیامت کے دن رسوائی ہوگی جبکہ غلام آزاد ہوگا اور آقا زنجیروں میں ہوگا۔

حاصل مقصود:۔ ماتحتوں کی معمولی لغزش پر غیظ و غضب نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تیرے اعمال کی وجہ سے تجھ کو اپنے ماتحتوں کے سامنے رسوائی اٹھانی پڑے گی

5.3.16 سالے از بلخ بامیانم سفر بود حکایت نمبر 17

ایک سال بلخ سے بامیان کی طرف ہمارا سفر ہوا یعنی ایک سال میں نے بلخ سے کوہستانی علاقہ بامیان کی طرف سفر کیا، راستہ ڈاکوؤں کے خطرہ سے پر تھا، ایک رہبر ہمارے ساتھ تھا اور وہ بہادر، نیزہ باز، تیرانداز پہلوان سا تھا اتنا جوانمرد کہ دس آدمی بھی مل کر اس کی کمان کو چلّہ پر نہیں چڑھا سکتے تھے اور کشتی میں بڑے بڑے پہلوان اس کو پچھاڑ نہیں سکتے تھے۔ نازوں سے پلا ہوا تھا۔ نہ دنیا دیکھی تھی، نہ سفر کیا تھا، حتیٰ کہ بہادروں کے نقاروں کی آواز سے بھی اس کے کان نا آشنا تھے اور نہ اس کی آنکھوں نے کبھی سپاہیوں کے تلواروں کی چمک دیکھی تھی۔

شعر:۔ نہ اس کے اطراف تیروں کی بارش ہوئی تھی اور نہ کبھی وہ دشمنوں کے ہاتھوں قید ہوا تھا اتفاقاً میں اور یہ نوجوان آگے پیچھے دوڑتے ہوئے آگے بڑھے جب کبھی کوئی قدیم دیوار راستہ میں حائل ہو جاتی تو وہ اسے اپنے زورِ بازو سے گرا دیتا تھا اور راستہ میں کوئی بڑا درخت آجاتا تو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا اور گھمنڈ سے کہتا:

بیت:۔ ہے کوئی ہاتھی جو پہلوانوں کا زورِ بازو دیکھے اور ہے کوئی شیر جو طاقتوروں سے ہاتھ ملا سکے یعنی مردوں کا ہاتھ اور پنجہ دیکھ لے۔

ایسی حالت میں دو ڈاکو کسی چٹان کے پیچھے سے ابھر آئے اور ہم سے لڑنے، بھڑنے کی ٹھانی ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، اور دوسرے کے بغل میں موگری، میں نے جوان سے کہا کیوں رکے ہوئے ہو کہ دشمن آ گیا یعنی کیا کھڑا دیکھتا ہے یہ تو دشمن آیا ہوا ہے

بیت:۔ تیری طاقت وقوت کو بتادے، کیونکہ دشمن خود اپنی قبر تک آ گیا ہے۔ یعنی جو کچھ مردانگی اور زور رکھتے ہو دکھاؤ اس لیے کہ دشمن اپنے پاؤں سے قبر تک آ گیا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ جوان کانپ رہا ہے، تیر وکمان ہاتھ سے چھوٹ گئے ہیں

فرد:۔ ایسا نہیں ہے کہ جو شخص زرہ کو پار کرنے والے تیر سے بال چیر دے وہ جنگ کرنے والے کے حملہ کے دن بھی ٹھہر سکے یعنی ایسا نشانہ لگانا جو بال چیر دیوے یا زرہ توڑ کر تیر نکل جائے جوانمردی نہیں بلکہ جنگ کے دن اپنے آپ پر قابو پانا کمال کی بات ہے

سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہ تھا کہ زادِراہ، ہتھیار اور کپڑے ڈاکوؤں کے حوالہ کر کے ہم دونوں جان سلامتی کے ساتھ لے آئے یعنی ہم دونوں جان بچا کر نکلیں۔

قطعہ:۔ کسی مہم پر آزمودہ جوانمرد کو روانہ کرتا کہ غضب ناک شیر کو بھی کمند میں پھانس کر لاسکے۔ ناتجربہ کار جوان اپنے تن وتوش میں خواہ کتنا ہی بڑا طاقتور اور فیل پیکر ہو مفید نہیں ہوتا مگر جنگ کے میدان میں اس کی صرف للکار سے دشمن پیوندِ خاک ہو جائے۔ جنگ آزمودہ لڑائی کے کام سے ایسا ہی واقف ہے جیسا شرع کے مسئلہ کو عالم وفاضل جانتے ہیں یعنی آزمودہ لڑائی میں ایسا ماہر ہوتا ہے جیسے مسائل شریعت میں ایک فقیہ ہوتا ہے

اپنی معلومات کی جانچ! نمونہ جوابات

سوال ا:۔ متن کے حوالے سے ان کی تشریح کیجیے۔

ا۔ پسر انش وزیر ناقص عقل ÷ بگدائی بروستا رفتند

۲۔ بکوہستان اگر باراں نبارد ÷ بسالے دجلہ گردد خشک رودے

۳۔ ہرکہ با اہل خود وفا نکند ÷ نشود دوست روی دانشمند

۴۔ بدست آوردنِ دنیا ہنر نیست ÷ یکے را گر توانی دل بدست آر

۵۔ بوریا باف گرچہ بافندہ است ÷ بنرندش بکارگاہِ حریر

۶۔ بربندہ مگر خشم بسیار ÷ جورش نکن ودلش میازار

جواب ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ اور ۶ ترجمے کے لیے حکایت نمبر ۲، ۵، ۹، ۱۱، ۱۴ اور ۱۶ دیکھئے

5.4 نمونہ امتحانی سوالات

متن کے حوالے سے کسی تین کی تشریح کیجئے۔

۱۔ خرِ عیسیٰ گرش بمکہ برند ÷ چون بیاید ہنوز خر باشد

۲۔ وگر یک ناپسند آید ز سلطاں ÷ ز اقلیمے باقلیمے رسانند

۳۔ گرچہ سیم و زر ز سنگ آید ہمی ÷ در ہمہ سنگے نباشد زر و سیم

۴۔ بگزرا اے دوست تا بوقتِ بہار ÷ سبز بینی دمیدہ بر گلِ من

۵۔ ایں حکم و غرور و خشم تا چند ÷ ہست از تو بزرگ تر خداوند

۶۔ نیفتادہ در دستِ دشمن اسیر ÷ بگردش بنارید بارانِ تیر

کسی ایک حصہ کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیجئے۔

حکیمے پسراں را پند میداد کہ اے جانانِ پدر ہنر آموزید کہ مُلک و دولتِ دنیا اعتماد افشاید و سیم و زر در تحمل خطر است یا دزد بیکبار ببرد یا خواجہ بتفاریق بخورد د اما ہنر چشمہ زایندہ است و دولتِ پایندہ اگر ہنر از دولت بیفتد غم نباشد کہ ہنرمند دولت بے خند غم نباشد کہ ہنر در نفسِ خود دولت ست ہر کجا کہ رود قدر بیند و صدر نشیند و بے ہنر لقمہ چیند و سختی بیند

شعر :۔ سخت ست پس از جاہ تحکم بردن ÷ خو کردہ بناز جورِ مردم بردن

یا

پارسازادۂ را نعمتِ بیکراں از ترکہ عماں بدست افتاد و فسق و فجور آغاز کرد و ممبذّری پیشہ گرفت فی الجملہ نماند از سائر معاصی منکرے کہ نکرد و مسکرے کہ نخورد بارے بہ نصیحت گفتم اے فرزند دَخل آبِ روانست و خرج آسیائے گرداں یعنی خرجِ فراواں کردن مسلّم کسے را باشد کہ دخرج معین دارد

قطعہ :۔ چو دخلت نیت خرج آہستہ تر کن ÷ کہ میگویند ملاّ حاں سرودے

بکوہستاں اگر باراں نبارد ÷ بسالے دجلہ گردد خشک رودے

III:۔ کسی ایک حصہ کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیجئے۔

(۱) پادشاہے پسرے بہ ادیبے داد و گفت تربیتش چنا کن کہ یکے از فرزندان را سالے برو

سعی کردو بجائے نرسید و پسرانِ ادیب در فضل و بلاغت منتہی شدند ملک دانشمند را مواخذت کردو معاتبت فرمود کہ خلاف کردی و وفا بجانیاوردی گفت رائے خداوند روئے زمین پوشیدہ نماند کہ تربیت یکساں ست ولیکن طبائع مختلف

یا

(۱۱) مرد کے راچشم درد خاست پیش بیطارے رفت تا دوا کند بیطار ازانچہ در چشم چہار پایاں میکرد در دیدۂ او کشید کور شد حکومت پیش داور بردند گفت بروہیچ تاواں نیست اگر این خر نبودے پیش بیطار نرفتے مقصود ازیں سخن آنست تا بدانی کہ ہر کہ نا آزمودہ را کارِ بزرگ فرماید با آنکہ ندامت بردبنز دیک خردمنداں بخفتِ رای منسوب گردد

5.5 خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے آپ کو گلستانِ سعدی کے باب ہفتم ''در تاثیر تربیت'' کی سترہ حکایتوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ آپ کے علم میں آچکا ہے کہ کس طرح سعدی نے نصیحتوں کو دل نشین انداز میں پیش کیا ہے۔ سعدی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ''ہم نے نصیحت بجائے خود کی اور اس میں ایک زمانہ گذرا کوئی سننے والا ہماری نصیحتوں کو قبول کرے یا نہ کرے، ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔

اغراض و مقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ آپ نے ان حکایتوں کا مکمل متن فارسی زبان میں پڑھا۔ ان حکایتوں کے ترجمے سے بھی آپ واقف ہوئے اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی، آخر میں نمونۂ امتحانی سوالات بھی دیئے گئے ہیں اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی بھی سفارشی کتب کا حوالہ بھی پیش کیا گیا۔ یقین ہے کہ ان سب سے آپ استفادہ کریں گے

5.6 فرہنگ

یکے راازوزراپسرے

تربیت = علم وحکمت سکھانا،

کودن، کم فہم، کم سمجھ

دریائے ہفت گانہ = سات سمندر

صیقل۔ ایک آلہ جس سے لوہا چمکایا جاتا ہے یا ہتھیار تیز کیا جاتا ہے

خرعیسیٰ = حضرت عیسیٰؑ اکثر سفر میں رہتے تھے بار برداری کے لئے پاس گدھا رہتا تھا جسے خرعیسیٰ کہتے ہیں

مگر = شاید

موثر = اثر کرنے والا

اصل = سرشت یعنی طبیعت انسانی

بدگہر = مراد وہ لوہا ہے جس کو زنگ لگ گیا ہو

5.21 حکیمے پسراں را پند میداد

حکیم = دانا ، دانشمند

سیم = چاندی

اعتماد را نشاید = بھروسہ کے قابل نہیں

زر = سونا

در محل خطر ست = خطرہ میں ہے

دزد = چور

خواجہ = آقا، مالک

تفاریق = متفرق طور پر

چشمۂ زایندہ: سوت والا چشمہ ابلنے والا چشمہ

از دولت بیفتد = مفلس ہو جائے

جاہ = مرتبہ

تحکم = کسی کا حکم سہنا، حکم دینا

خو کردہ بناز = جس کو ناز و نعمت کی عادت ہو

جور مردم = لوگوں کا ظلم

فرا = زیادہ

روستازادگاں = دیہاتیوں کے لڑکے

لقمہ چیند = ایک ایک لقمہ جمع کرتا پھرے

روستا = گاؤں

گدائی = فقیری

در نفس خود = اپنے آپ ہی

5.2.2 یکے از فضلا تعلیم ملک زادہ ہمی کردے

ملک زادہ = شہزادہ

بے محابا = رعایت کے بغیر

زجر = سرزنش

ڈانٹ = جھڑکنا۔

ضرب = مارنا

علی العموم = عام طور پر

سخن اندیشیدہ گفتن = سمجھ کر بات کرنا، سوچ کر بات کرنا

بافواہ بگویند = شہرت پکڑتی ہے، شہرت پا جائے گی

علی الخصوص = خاص طور پر

خداوند زادگاں = شہزادے

رفیقانش = اس کے ساتھی

آموزگار = استاد

خردیش = بچپن

موافق آمد = پسند آئی

یکے از صد = سو میں سے ایک

اجتہاد = کوشش

چوب تر = گیلی لکڑی

چوبِ خشک = سوکھی لکڑی

زاقلیمے بہ اقلیمے رسانند = شہر در شہر مشہور ہو جاتی ہے

بہم برآمد = ناراض ہوا

رعیت = رعایا

دل بہم برآمد = دل بھر آیا

5.2.3 معلم کتابے را دیدم

معلم = استاد

کُتاب = مکتب

کند ذہن طبع = غبی

دوشیزہ = کنواری (لڑکی) نابالغ

تبانچہ = طمانچہ

ساق بلّوریں = بلور جیسی پنڈلی , بہت سفید پنڈلی

نُخستین = اول، پہلا

بازیچہ = کھلونا، کھیلنا

خرسک باز = ریچھ کا مداری، کھیل کی ایک قسم

کنار = بغل

از سر برفت = بالکل ہو گئی

مہر = محبت

لوح = تختی

دل خوش کردہ بودند = منا کر لے آئے

دیگر بارہ = دوسری مرتبہ

برسرہم شکستند ے = ایک دوسرے کے سر پر مار کر توڑ دیتے اپس میں سر
پھوڑ لیتے

اغلب اوقات = زیادہ تر وقت

جور = ظلم

حلم = بردباری

5.2.4 پارسازادۂ را نعمت بیکراں

عماں = عم کی جمع ۔ چچا

بیکراں = لامحدود

مبذّ ری = فضول خرچی

مُسکر = نشہ آور

دخل = آمدنی

سرود = گانا

خرج = خرچ

رود = چھوٹی نہر

آسیا = چکی

سپری = ختم

فتوت = جواں مردی

نای = گانا

علم شد = مشہور ہوا

نوش = پینا (شراب)

دم گرم نصیحت (کلام دلسوز و پراثر)

آہن سرد ٹھنڈا لوہا

دست بر دست میزند افسوس سے ہاتھ ملنا

نکبت	نحوست، غربت
بہم برآمد	رنجیدہ ہونا
ریش	زخم
حریف سفلہ	کمینہ دوست
زمستان	جاڑا
آنچہ اندیشۂ من بود	جس بات کا مجھے ڈر تھا
لقمہ لقمہ ہمی اندوخت	ایک ایک لقمہ بھیک جمع کرتا تھا
حدیث دانشمند	عقلمند کیباتا

5,2.5 بادشاہے پسرے را بادیبے

فضل	بزرگی
مواخذت	گرفت
معاتبت	غصہ کرنا ناراضی
وفا بجانیاردی	تونے وفاداری نہیں کی، دھوکہ دینا
سہیل	ایک ستارا جس کی روشنی مین یمن میں بہترین چمڑہ تیار ہوتا ہے
ادیم	سخت چمڑا، بد بودار
انباں	دباغت کیا ہوا چمڑا
طبائع	جمع طبیعت
سیم وزر	سونا چاندی

5.2.6 یکے راشنیدم از پیرانِ مربی

مربی	تربیت کرنے والا
آدمی زاد	انسان
روزی دہ	روزی دینے والا۔ اللہ تعالی
فراموش	بھلا دینا

ایزد	اللہ تعالیٰ
ادراک	عقل، احساس
نطق	قوت گویائی
رواں	جان
مدہوش	بے ہوش

5.2.7 اعرابی را دیدم کہ پسر را

اعرابی	بدو
کرم	کیڑا

پیلہ = ریشم کا کویا' نافہ

عزیز = مراد خانۂ کعبہ

گرامی = باعزت ۔ بزرگ

نامی = مشہور

یا بُنی = اے بیٹے

انک مسئول یوم القیامہ = بے شک تجھ سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا

ماذا = تو نے کیا کیا (کیا چیز)

اکتسبت = تو نے کیا حاصل کیا' تو نے کیا عمل کیا

لایقال = نہ کہا جائے گا یہ نہیں پوچھا جائیگا

بمن انتسبت = تمہارا نسب کیا ہے

5.2.8 <u>در تصانیف حکما آوردہ اند</u>

کژدم = بچھو

ولادتِ معہود = پیدائش کا عام طریقہ

احشاء = انتڑیاں

صدق = سچائی

لاجرم = لامحالہ، بیشک

زمستاں = جاڑا (سردی کا موسم)

تابستاں = موسم گرما۔ (گرمی کا موسم)

تصانیف = جمع تصنیف

5.2.9 زنِ درویشے

خرقہ = کفنی

ایثار = اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دینا

سفرہ نہاد = دعوت دی ' دعوت کی

محلت بدہ = لڑائی

عربدہ = لڑائی

پسرش خمر خوردہ = اس کے لڑکے نے شراب پی

وقتِ ولادت = پیدائش کے وقت

مار = سانپ

ناہموار = نالائق

5.3.10 طفل بودم کہ بزرگے را پرسیدم

مسطورست = لکھا ہوا ہے

بلوغ = بالغ ہونا

پانزدہ = پندرہ

چل سالہ = چالیس سال

ایوان = محل

احتلام = نیند کی حالت میں غسل کی حاجت ہو جانا

نقش ہیولانی = گوشت پوست کا بنا ہوا جسم

چل روز = چالیس روز

5.2.11 سالے نزاعے میانِ پیادگان

نزاع = جھگڑا

پیادگانِ حجاج = پیدل حج کرنے والے

داعی = دعا کرنے والا مراد شیخ سعدیؒ

در سر و روی ہم افتادیم = آپس میں خوب مار پیٹ ہوئی

عدیل = ہم وزن، وزن برابر کرنے والا۔ وہ آدمی جو اونٹ پر ایک دوسرے کا وزن قائم رکھنے کے لیے بیٹھتا ہے

پیادہ = شطرنج کا ایک مہرہ

عاج = ہاتھی دانت

عرصہ = میدان مراد بساطِ شطرنج

فرزین = وزیر شطرنج

بادیہ = جنگل

مردم گزاے = لوگوں کو ستانے والا

خار = کانٹا

بار = بوجھ

پوستین خلق دریدن = لوگوں کی عیب جوئی اور عیب گوئی کرنا

5.2.12 ہندوے نفط اندازی

نفط = وہ تیل یا پٹرول جو پانی پر گرنے سے آگ پکڑ لیتا ہے، جو آگ لگانے لیے دشمنوں کے گھروں پر پھینکتے ہیں

خانۂ نئین = نے کا بنا ہوا گھر یعنی جھونپڑی

5.2.13 مردکے را چشم درد خاست

مردک = احمق

بیطار = جانوروں کا ڈاکٹر

کور شد = اندھا ہو گیا

تاوان = جرمانہ

خفت رائے = کم عقلی، بے وقوفی

کارہائے خطیر = بڑے کام، مہتم بالشان کام

کارگاہ = کارخانہ

حریر = ریشمی کپڑا

بوریا باف = بوریا بننے والا

داور = حاکم، قاضی

چشمِ درد خاست = آنکھ میں درد ہوا

5.3.14 یکے از بزرگان ایمہ

ائمہ = امام کی جمع

صندوق = قبر کا تعویذ

شاشند = پیشاب کرنا (شاشیدن) پیشاب کرتے ہیں

برگلِ من = میری مٹی پر یعنی میری قبر پر

5.2.15 پارسائے بر یکے از خداوندان نعمت

خداوندوانِ نعمت = آقا، مال والے

بندہ = غلام

عقوبت = سزا

اسیر = قیدی

جفا = ظلم

دست و پابستہ = ہاتھ پیر باندھ کر خشم = غصہ

ارسلان = ترکی زبان میں شیر کو کہتے ہیں۔ اکثر غلاموں کا نام رکھا جاتا تھا

چراز= غلام

5.2.16 سالے از بلخ میانم

بلخ=خراساں کا ایک شہر

بامیان=غزنی اور بلخ کے درمیان کوہستانی علاقہ ہے

حرامیاں = ڈاکو

بدرقہ = رہبر

متنعّم = نازوں کا پالا ہوا

رعدِ کوس = نقارہ کی گرج

برق =بجلی

موئے بشگافد= بال پر نشانہ مارے۔

جوش خائے = وہ تیر جو زرہ توڑ کر نکل جائے

شرزہ=غضبناک , شیر

ہول=خوف

سلاح=ہتھیار

نبرزد= جنگ' لڑائی

مردکار دیدہ= تجربہ کار آدمی

نبرد= زور،لڑنا

قوت= طاقت

چرخ انداز= کمان چلانے والا

سلحشور= مسلح سپاہی

سرباز=سر کی بازی لگانا' سر کی بازی لگانے والا

زہ کردن= کمان کا چلہ چڑھانا

مصارعت= کشتی کرنا

برزمین نیاوردندے = اس کو نہ پچھاڑ سکتے

دانی = تو جانتا ہے

5.7 [illegible]

حیات سعدی	الطاف حسین حالی
گلستان	شیخ سعدیؒ

برجیس سلطانہ

سینئر، لکچرر، شعبہ اردو، میسور یونیورسٹی۔ ماناساگنگوتری

میسور

Unit : 6

Block : 2

گلستانِ سعدی

باب ہفتم : ساتواں باب

درتاثیر تربیت : پرورش کرنے کی تاثیر میں

اکائی (۶) گلستانِ سعدی : ساتواں باب : درتاثیر تربیت

ساخت

6-0 : اغراض ومقاصد

6-1 : تمہید

6-2 : متن : (تین حکایتیں)

6-3 : متن کا ترجمہ

6-4 : نمونہ امتحانی سوالات

6-5 : خلاصہ

6-6 : فرہنگ

6-7 : سفارشی کتب

6-0 : اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ ساتواں باب ''درتاثیر تربیت'' کی تین حکایتوں کے متن سے واقف ہو سکیں۔

☆ ان حکایتوں کا ترجمہ کر سکیں

☆ مالداروں کی سخاوت کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کر سکیں۔

6-1 تمہید

گزشتہ تین اکائیوں میں آپ نے ''گلستانِ سعدی'' کے ''باب سوم'' اور ''باب ہفتم'' کی 46 حکایتوں کا مطالعہ کیا۔ آپ سعدی کے اسلوب سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ گلستان ایرانی ادبیات کا گل سرسبد ہے۔ سعدی نے گلستان شیریں اور رواں نثر میں لکھی۔ آپ سے پہلے کسی نے ایسی نثر نہیں لکھی۔ گلستان پند و نصیحت اور تہذیب و اخلاق کا گنجینہ ہے۔ اب اس اکائی میں ہم آپ کو باب ہفتم ''در تاثیر تربیت'' کی باقی تین حکایتوں کے متن سے تفصیلی طور پر واقف کرائیں گے۔ ان حکایتوں کا ترجمہ بھی کیا جائے گا۔

6.2 متن (تین حکایتیں) حکایت نمبر 18

:۔ توانگرزادہ را دیدم بر سرِ گورِ پدر نشستہ و با درویش بچّہ مناظرہ در پیوستہ کہ تُربتِ پدرر اسنگین ست و کتابہٗ رنگین وفرش خام انداختہ وخشت پیروزہ درو ساختہ بگورِ پدرت چہ ماند خشتے دو فرا ہم نہادہ و مشتے دو خاک برو پاشیدہ درویش پسر ایں بشنید وگفت تا پدرت درزیر آں سنگہائے گراں برخود بجنبد پدرِ من بہ بہشت رسیدہ بود

فرد :۔ خر کہ بروے نہند کمتر بار ÷ بیشک آسودہ تر کند رفتار

قطعہ:۔ مردِ درویش کہ بارِ ستم فاقہ کشید ÷ بدرِ مرگ ہمانا کہ سبک بار آید

وآنکہ در دولت و در نعمت آسانی زیست ÷ مردنش زیں ہمہ شک نیست کہ دشوار آید

بہمہ حال اسیرے کہ ز بندے بجہد ÷ خوشترش داں ز امیرے کہ گرفتار آید

6-2-1 :۔ حکایت نمبر 19:۔

بزرگے را پرسیدم از معنیٰ ایں حدیث **اَعْدیٰ عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ** گفت بحکم آنکہ ہر آن دشمنے کہ باوے احسان کنی دوست گردد مگر نفس راچندانکہ مدارا بیش کنی مخالفت زیادہ کند

قطعہ : رشتہ خوی شود آدمی بکم خوردن ÷ وگر خورد چو بہائم بیوفتد جو جماد

مراد ہر کہ برآری مطیع امر تو گشت ÷ خلافِ نفس کہ فرماں دہد چو یافت مراد

6.2.2:۔ جدال سعدی بامدّعی دربَیان توانگری ودرویشی حکایت نمبر 20

یکے برصورتِ درویشاں نہ برصفت ایشاں درمحفلے دیدم نشستہ وشنعتے درپیوستہ و دفترِ شکایت باز کردہ ذمِ توانگراں آغاز نہادہ سخن بدینجا رسانیدہ کہ درویش راوستِ قدرت بستہ است وتونگراں راپائے ارادت شکستہ

بیت:۔ کریماں رابدست اندر درم نیست ÷ خداوندانِ نعمت راکرم نیست

مراکہ پروردۂ نعمت بزرگانم ایں سخن آمد گفتم اے یارے توانگراں دخل مسکینا نند وذخیرۂ گوشہ نشیناں ومقصد زائران وکہفِ مسافراں ومتحمل بارِگراں از بہرراحتِ دیگراں دست بطعام آنگہ برند کہ متعلقان وزیردستان نجورند وفضلۂ مکارمِ ایشاں بہ ارامل وپیران واقارب وجیران رسد۔

نظم:۔ توانگراں راوقف ست ونذرومہمانی ÷ زکوۃ وفطرۂ واعتاق وہدی وقربانی

توکے بدولتِ ایشاں رسی کہ نتوانی ÷ جزیں دورکعت وآنہم بصد پریشان

اگرقدرت جودست واگرقوتِ سجودتوانگراں بہترمیسّر می شود کہ مال مزکیٰ دارند وجامۂ پاک وعرضِ مصون ودل فارغ وقوّتِ طاعت درلقمۂ لطیف ست وصحتِ عبادت درکسوت نظیف پیدا ست کہ ازمعدۂ خالی چہ قوّت آید واز دستِ تہی چہ مروت واز پائے پستہ چہ سیر واز دستِ گرسنہ چہ خیر

قطعہ:۔ شب پراگندہ خسپد آں کہ پدید ÷ نبود وجہِ بامدادانش

مورگردآوردہ تابستاں ÷ تافراغت بودزمستانش

فراغت بافاقہ پیوندد وجمعیّت درتنگدستی صورت نہ بندد یکے تحریمۂ عشابستہ ودیگرے منتظرعشا نشستہ ہرگزایں بداں کے ماند

بیت:۔ خداوندروزی بحق مشتغل ÷ پراگندہ روزی پراگندہ دل

پس عبادت ایشاں بقبول نزدیک ترست کہ جمع اندوحاضرنہ پریشان وپراگندۂ خاطر اسباب معیشت ساختہ وبہ اورادعبادت پرداختہ عرب گوید کہ اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ

الْفَقْرِ الْمُكِبِّ وَجِوَارِ مَنْ لَا يُحِبُّ در خبر ست اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ

گفت ایں شنیدی وآں نشنیدی کہ فرمودہ اند اَلْفَقْرُ فَخْرِی گفت خاموش کہ اشارت سید عالم علیہ السلام بفقر طائفہ ایست کہ مردِ میدان رضااند وہدفِ تیرِ قضانہ ایناں کہ خرقۂ ابرار پوشند ولقمۂ ادرار فروشند

رباعی :۔ اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ ÷ بے توشہ چہ تدبیر کی وقتِ پسیچ

اوئے طمع ازخلق بہ پیچ ارمردی ÷ تسبیح ہزار دانہ بر دست مپیچ

درویش بے معرفت نیارامد تا کارش بکفر نینجامد کہ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا ونشاید جز بوجود نعمتِ برہنہ واپوشیدن یا دراستخلاص گرفتارے کوشیدن ابنائے جنس مارا بمرتبۂ ایشاں کہ سانند وَيَدُ عُلْيَا بِيَدِ سُفْلٰے چپ اندنہ بنی کہ حق جل شانہٗ در محکم تنزیل ازنعیم اہل بہشت خبرمی دہد اُوْلٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ

فرد :۔ تشنگاں رانماید اندر خواب ÷ ہمہ عالم بچشم چشمۂ آب

حالے کہ من ایں سخن بگفتم عنانِ طاقت درویش از دستِ تحمل برفت تیغ زباں بر کشید واسپِ فصاحب بمیدانِ وقاحت جہانید وگفت چنداں مبالغت دروصفِ ایشاں کردی وسخن ہائے پریشاں گفتی کہ وہم تصور کند کہ تریاق اند یا کلید خانۂ ارزاق۔ مشتے متکبر، مغرور، معجب، نفور، مشتغل مال ونعمت ومفتتن جاہ وثروت کہ سخن نگویند اِلّا بشغاعت ونظر نکنند اِلّا بکراہت علماء را بگدائی منسوب کنند وفقراء را بے سروپائی طعنہ زنند بعلت مالے کہ دارند وعزّتِ جاہی کہ پندارند برتر از ہمہ نشینند نہ آں درسر وراند کہ یکسے بردارند بے خبر از قول حکیماں کہ گفتہ اند ہر کہ بہ طاعت از دیگراں کم ست وبہ نعمت بیش بصورت توانگر است وبمعنیٰ درویش۔

بیت :۔ گربے ہنر بمال کند کبر برحکیم ÷ کونِ خرش شمار اگر گاوعنبر ست

گفتم مذمّتِ ایناں روامدار کہ خداوند کرم اند گفت غلط گفتی کہ بندۂ درم اند چہ فائدہ

کہ ابرآذار اندونمی بارندوچشمۂ آفتاب اندوبرکس نمی تابندوبرمرکب استطاعت سوارندونمیر انند قدمے بہرِ خدانہندودرمے بےمنّ واذیٰ ندہند مالے بمشقت فراہم آرندونمیرا نندوبحسّت نگاہ دارندوبحسرت بگذارند چنانکہ بزرگاں گفتہ اند سیمِ بخل از خاک وقتے بر آید وے درخاک رود

شعر:۔ برنج وسعی کسے نعمتے بچنگ آرد ÷ دگرکس آید وبے رنج وسعی بردارد

جواب گفتمش بربخل خداوندانِ نعمت وقوف نیافتہ الاّ بعلّتِ گدائی وگرنہ ہرکہ طمع یکسونہد کریم وبخیلش یکے نماید محک داند کہ زرچیست وگدادا ند کہ مُمسک کیست گفتا بتجربتِ آں می گویم کہ متعلقاں بردرداروغلیظان شدیدرا برگمارند تابارِ عزیزاں ہندودستِ جفابرسینۂ صالحاں واہل تمیزنہندوگویندکس ایں جانیست وبحقیقت راست گفتہ باشند

بیت:۔ آنراکہ عقل وہمّت وتدبیرورائےنیست ÷ خوش گفت پردہ دارکہ کس درسرائےنیست

گفتم بعدازآنکہ ازدستِ متوقعاں بجاں آمدہ اندوازرقعۂ گدایاں بفغاں ومحالِ عقل ست کہ اگرریگِ بیاباں دُرشودچشمِ گدایاں پُرشود

شعر:۔ دیدۂ اہل طمع بہ نعمتِ دنیا ÷ پُرنشودہمچناں کہ چاہ بہ شبنم

ہرکجاسختی دیدۂ تلخی کشیدہ رابینی خودرابہ شرہ درکارہائےمخوف اندازدوازعقوبتِ آخرت نہ ہراسدوحلال ازحرام نشناسد

قطعہ:۔ سگےراگرکلوخے برسرآید ÷ زشادی برجہدکاں استخوانےست

وگرنعشے دوکس بردوش گیرندو ÷ لئیم الطبع پندارد کہ خوانےست

امّا صاحبِ دنیابعینِ عنایتِ حق ملحوظ وبحلال ازحرام محفوظ من ہماں انگارکہ تقریر ایں سخن نگفتم وبیان وبرہان نیاوردم انصاف ازتوتوقع دارم کہ ہرگزدیدی دستِ دغائی بر کتف بستہ یابینوائے بزنداں درنشستہ یاپردۂ معصومے دریدہ یاکف ازمعصم بریدہ الاّ بعلّتِ درویشی شیرمرداں رابحکم ضرورت درنقبہاگرفتہ اندوکعبہاسُفتہ ومحتمل ست اینکہ یکے رازدرویشاں

نفس امّارہ مرادے طلب کند چوں قوّتِ احصانش بناشد بعصیاں مبتلا گردد کہ بطن وفرج

توام اند یعنی دوفرزند یک شکم مادام کہ این یکے برجائے است آں دیگر بر پائے شنیدہ ام

کہ دور یشے را باحَدَثے برخبثے بدیدند با آنکہ شرمساری بردبیم سنگساری بود گفت اے

مسلماناں قوّت ندارم کہ زن کنم وطاقت نہ کہ صبر کنم لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامَ واز جملہ موا

جب سکون وجمعیّت دروں کہ توانگراں را میسّر می شود یکے آنکہ ہرشب صنمے در برگیرند وہر

جوانے از سر کہ صبحِ تاباں رادست از صباحتِ او بردل وسرو خراماں راپائے از خجالتِ او در

گلِ

بیت :۔ بخونِ عزیزاں فروبردہ چنگ ÷ سرانگشتہا کردہ عناب رنگ

محال ست کہ باحُسنِ طلعت اوگردمناہی گردد یارائے تباہی زند

شعر:۔ ولے کہ حورِ بہشتی ربود و یغما کروں ÷ کے راالتفات کند بربتانِ یغمائی

عربی شعر:

۔مَنْ كَانَ بَيْنَ يَدَيهِ مَا اشْتَهٰى رُطَبُ ÷ يُغْنِيْهِ ذَالِكَ مِنْ رَجْمِ الْعَنَا قِيْدِ

اغلب تہی دستاں دامنِ عصمت بمعصیّت آلایند وگرسنگاں نان ربایند

بیت: چوں سگِ درندہ گوشت یافت نپرسد ÷ کیں شترِ صالحؑ ست یا خرِ دجّال

چہ طائفہ مستوراں بعلّتِ درویشی در عین فساد افتادہ اند وعرض گرامی را بہ بادِ زشت نامی

بربادداده

فرد :۔ باگرسنگی قوّتِ پرہیز نماند ÷ افلاس عنانِ از کفِ تقویٰ بستاند

آنکہ تو گفتی در بروئے مسکیناں بہ بندند حاتم طائی کہ بیاباں نشیں بود اگر شہری بودے از

جوشِ گدایاں بیچارہ شدے وجامہ بروپارہ کردندے چنانکہ در طیبّات آمدہ است ۔

شعر :۔ درمن منگرتا دگراں چشم ندارند ÷ کزدستِ گدایاں نتواں کرد ثوابے

گفتانہ کہ من برحالِ ایشاں رحمت میبرم گفتم نہ کہ برمالِ ایشاں حسرت میخواری مادریں

گفتار وہر دو بہم گرفتار ہر بیذ قے کہ براندے بدفع آں کوشیدے وہر شاہے کہ بخواندے بفرزین بپوشیدے تا نقد کیسۂ ہمّت در باخت وتیر جعبۂ حجت ہمہ بینداخت

قطعہ:۔ ہاں تا سپر نیفگنی از حملۂ فصیح ÷ کورا جزیں مبالغۂ مستعار نیست

دیں ورزِ معرفت کہ سخنداں سجع گوئی ÷ بردر سلاح دارد وکس درحصار نیست

تا عاقبۃ الامر دلیلش نماند وذلیلش کردم دستِ تعدی دراز کرد وبے ہودہ گفتن آغاز وسنّت جاہلاں ست کہ چوں بدلیل از خصم فرو مانند سلسلۂ خصومت بجنبانند چوں آزر بت تراش کہ بحث باپسر برنیامد بجنگ برخاست آیۂ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ دشنام وسقطش گفتم گریبانم دریدزنخدانش شکستم

قطعہ :۔ اودرمن ومن دروفتادہ ÷ خلق ازپۓ مادواں وخنداں

انگشت تعجب جہانے ÷ ازگفت وشنید مابدنداں

القصہ مرافعتِ ایں سخن پیش قاضی بردیم وبحکومتِ عدل راضی شدیم تا حاکم مسلمانوں مصلحتے بجوید ومیانِ تونگراں ودرویشاں فرقے بگوید قاضی چوں حالتِ مابدید ومنطق بشنید سر بجیب تفکر فرو برد وپس از تاّمل سر برآورد وگفت ایکہ توانگراں را ثنا گفتی وبر درویشاں جفا روا داشتی بدانکہ ہر جا کہ گلے ست خارست وباخمر خمارست وبرسرِ گنج مارست آنجام کہ دُرشاہوارست نہنگِ مردم خوارست لذت عیش دنیا را لاذغہ اجل درپے ست ونعیم بہشت را دیوارِ مکارہ درپیش

بیت :۔جورِدشمن چہ کند گرنکشد طالب دوست ÷ گنج ومار وگل وخار وغم وشادی بہم اند

نظر نہ کی دربستاں کہ بیدِ مشک ست وچوب خشک ہمچنیں درزمرۂ توانگراں شاکرانند وکفور ودرحلقۂ درویشاں صابرند وضجور

شعر :۔ اگر ژالہ ہر قطرۂ درشدے ÷ چوخرمہرہ بازار ازو پُر شدے

مقربان حضرتِ جلّ وعلا توانگرانند درویش سیرت ودرویشانند توانگرا ہمّت ومہین توانگراں آنست کہ غم درویش خورد وبہین درویشاں آنکہ کم توانگراں گیرد وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى

اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُہٗ

پس روئے عتاب ازمن بجانبِ درویش کردوگفت اے کہ گفتی توانگراں مشتغل اند بمناہی ومستِ ملاہی غمِ طائفہ ہستند بریں صفت کہ بیان کردی قاصرِ ہمّت ، کافرِ نعمت کہ ببرندو بنہند وغورندونہ ہندو اگر بمثل باراں نبارد و یا طوفاں جہاں را بردارد و باعتمادِ مکنتِ خویش ازمحنتِ درویش نپرسند وازخدائے تعالےٰ نترسند

شعر :۔ گرازنیستی دیگرے شُد ہلاک ÷ مراہست بطّ رازطوفاں چہ باک ۔

شعر :۔

وَرَاكِبَاتِ نِيَاقٍ فِيْ هَوَادِجِهَا ÷ لَمْ يَلْتَفِتْنَ اِلىٰ مَنْ غَاصَ فِى الْكُثُبِ

فرد :۔ دوناں چوگلیم خویش بیروں بردند ÷ گویند چہ غم گرہمہ عالم مردند

قومے بدیں نمط ہستند کہ شنیدی وطائفہ خوانِ نعمت نہادہ ودستِ کرم کشادہ طالبِ نام اند ومغفرت وصاحب دنیاوآخرت چوں بندگانِ حضرتِ پادشاہِ عادل مؤید مظفّر و مالکِ ازمّۂ انام حامئ ثغورِاسلام وارثِ ملک سلیمان اعدلِ ملوکِ زمان

مُظَفَّر الدُّنْيَا والدِّيْنِ اَتَابِكْ اَبُوْ بَكْرِبْنُ سَعْد زَنْگِیْ اَدَامَ اللّٰه اَيَا مَهُ وَنَصَرَ اَعْلَا مَهُ

قطعہ : پدر بجائے پسر ہرگزایں کرم نکند ÷ کہ دست جودتو باخاندآدم کرد

خدائے خواست کہ برعالمے بخشاید ÷ ترا برحمتِ خود بادشاہِ عالم کرد

قاضی چوں سخن بدیں غایت برسانیدواز حد قیاس ماسپ مبالغت درگذرانید بمقتضائے حکمِ قضارضادرادیم واز مامضیٰ درگذشتیم وبعدازمجازاطریق مدارا گرفتیم وسر بتدارک برقدم یک دیگرنہادیم وبوسہ برسرورونے ہم دادیم وختمِ سخن بریں دوبیت کردیم

قطعہ :۔

مکن زگردشِ گیتی شکایت اے درویش ÷ کہ تیرہ بختی اگرہمبریں نسق مردی

توانگر چو دل ودستِ کامرانت ہست ÷ بخور بخش کہ دنیاؤ آخرت بردی

6-3 متن کا ترجمہ : توانگرزادہ را دیدم بر سرِ گورِ پدر نشستہ حکایت نمبر (18)

میں نے ایک امیر زادہ کو دیکھا کہ وہ اپنے والد کی قبر پر بیٹھے ہوئے ایک فقیر کے لڑکے سے بحث کر رہا تھا کہ میرے والد کی قبر کا تعویذ سنگین ہے اور کتبہ رنگین، سنگ مرمر کے فرش پر فیروزہ کے اینٹ جڑے ہوئے ہیں۔اس نے کہا کہ تمہارے باپ کی قبر کیا ہے۔یہی تو ہے کہ دو اینٹیں جما کر رکھی ہوئی ہیں اور ان پر دو مٹھی خاک ڈال دی گئی ہے۔فقیر کے لڑکے نے یہ بات سنی اور کہا جب تک تیرا باپ ان پتھروں کے نیچے سے حرکت کر کے نکلے گا۔میرا باپ جنت میں پہنچ جائے گا

فرد :۔ جس گدھے پر بوجھ کم رکھا جائے وہ تیز دوڑ سکتا ہے یعنی بے شک وہ آرام سے چلتا ہے

قطعہ :۔ جو فقیر فاقہ کی مصیبت سہہ کر مرا ہے، وہ مرنے کے وقت آسانی سے مرتا ہے، اور جو ناز و نعمتوں میں پلا ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا مرنا دشوار ہوجاتا ہے

بہرحال جو قیدی مصیبت میں مبتلا ہو اس امیر زادے سے بہتر ہے جو گرفتار لایا جائے یعنی اس امیر سے اچھا ہے جو عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو جائے

حاصلِ مقصود :۔ تنگدستی پر صبر کرنا چاہئے'' تا کہ خوشحالی سے زندگی بسر ہو۔جو فقراء دنیاوی مصائب پر صبر کرتے ہیں وہ آخرت میں امیروں سے بہتر رہیں گے۔

6,3.1 بزرگے را پرسیدم از معنی حکایت نمبر 19

ایک بزرگ سے میں نے اس حدیث شریف کے معنیٰ دریافت کئے'' تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے'' فرمایا کہ جس دشمن کے ساتھ تو احسان کرے گا وہ دوست ہو جائیگا مگر نفس کی تو جس قدر خاطر تواضع کرے گا اسی قدر مخالفت کرے گا

قطعہ :۔ کم کھانا آدمی کو فرشتہ خصلت بنا دیتا ہے جو جانوروں کی طرح زیادہ کھاتا ہے وہ پتھر کی طرح پڑے رہتا ہے یعنی بے کار ہو جاتا ہے۔تو جس کی مراد پوری کرتا ہے وہ تیرا فرماں بردار ہے۔ بخلاف نفس کے کہ جب وہ اپنی مراد پالیتا ہے اور زیادہ حکومت کرنے لگتا ہے اور غلام بنالیتا ہے نفس کی جس قدر مراد پوری کی جائے اسی قدر حاکم بنتا ہے

حاصل مقصود :۔ نفس کی اصلاح اور تربیت پر خاص توجہ دینا چاہیے کیونکہ نفس' انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے جتنی اس کی خاطر مدارت کی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ دشمنی کرتا ہے

6-3-2 :۔ جدال سعدی بامدّعی در بیان توانگری ودرویشی :حکایت نمبر 20

مالدار اور غربت کے متعلق سعدی کی بحث ــــ

کسی مجلس میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کی صورت درویش کی تھی مگر اس کی سیرت درویشوں کے بالکل مخالف تھی یعنی سیرت درویشوں سے مختلف تھی۔وہ بیٹھے ہوئے طعن تشنیع کر رہا تھا۔شکوہ وشکایت کا دفتر کھول کر مالداروں کی برائی کر رہا تھا اور بات یہاں تک پہنچی کہ امیروں کا عقیدت مندی کا پاؤں ٹوٹا ہوا ہے اور فقیر کا قدرت کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔

بیت :۔ جن کے پاس جود وکرم کی صفت ہے ان کے پاس پیسہ نہیں ہے اور جن کے پاس دولت ہے ان کے پاس جود وکرم کی نعمت نہیں ہے۔یعنی سخیوں کے ہاتھ میں درہم نہیں ہے اور دولت مندوں کے پاس بخشش نہیں ہے۔

میں تو مالداروں کی نعمتوں کا پروردہ ہوں۔ مجھے یہ بات ہرگز پسند نہیں آئی۔ میں نے کہا کہ اے دوست مالدار مساکین کی آمدنی، گوشہ نشینوں کا ذخیرہ، زیارت کرنے والوں کا مقصد،مسافروں کی جائے پناہ مصیبت زدہ لوگوں کے لیے راحت یعنی دوسروں کے آرام کے لیے بھاری بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ جب تک ملازمین اور متعلقین نہ کھا لیں وہ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے اور ان کی سخاوت وخیرات کا بچا ہوا

بیواؤں، بوڑھوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو پہنچتا ہے۔

نظم :۔ مالدروں کے لئے احسان ومنت اور مہمانی کے علاوہ ہر سال قربانی، زکوٰۃ، فطرہ، غلاموں کو آزاد کرنا اور قربانی کے جانور بھیجنا بھی ان کا شیوہ وفطرت ہے۔ تو ان کے مرتبہ کو کب پہنچ سکتا ہے۔ اس لیے کہ تجھ سے ناممکن ہے۔ سوائے دو رکعت نماز کے اور وہ بھی سو طرح کی پریشانیوں کے ساتھ۔

اگر سخاوت کی قدرت اور اگر سجدہ کی طاقت ہے تو وہ بھی مالداروں کو بہتر طریقہ پر حاصل ہوسکتی ہے اس لئے کہ وہ زکوٰۃ دیا ہو (پاکیزہ) مال، صاف ستھرے کپڑے رکھتے ہیں۔ ان کی عزت محفوظ اور دل مطمئن ہیں پاکیزہ غذا میں فرمانبرداری کی قوت ہوتی ہے اور صاف ستھرے کپڑوں میں عبادت کا صحیح اظہار ہوتا ہے۔ خالی معدہ سے کیا قوت حاصل ہوتی ہے یعنی خالی ہاتھ سے ہمدردی، بندھے ہوئے پیر سے سیر وتفریح اور بھوکے کے ہاتھ سے کوئی بھلائی ظاہر نہیں ہوتی۔

قطعہ :۔ وہ شخص جس کے پاس صبح کے کھانے کا سامان مہیا نہ ہو رات کو پریشان سوتا ہے۔ یعنی جس شخص کو مستقل آمدنی کے آثار نظر نہیں آتے وہ پراگندہ حال رہ کر رات گزارتا ہے۔ چیونٹی بھی گرمی کے موسم میں غذا جمع کر لیتی ہے تاکہ جاڑے میں آرام سے زندگی گذارے۔ یعنی جاڑے میں فراغت یا اطمینان یا بےفکری حاصل رہے۔

فاقہ سے آرام کا جوڑ نہیں ہے اور غربت میں طمانیت حاصل نہیں ہوتی۔ کوئی تکبیر تحریمہ سے نماز (عشاء) کی نیت کرتا ہے تو کوئی رات کے کھانے کا منتظر بیٹھا ہوا ہے۔ ہرگز یہ اس جیسا ہو نہیں سکتا

بیت :۔ روزی کا مالک (مالدار) خدا سے لو لگائے رہتا ہے یعنی اطمینان سے حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتا ہے جس کی آمدنی متعین نہ ہو وہ پریشان رہتا ہے۔

ان کی (مالداروں) عبادت قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ مطمئن اور حضورِ قلب کے ساتھ رہتے ہیں وہ پریشان نہیں رہتے۔ اسبابِ زندگی ان کو مہیا ہیں اس لیے وہ عبا

دت کے معمولات (وظائف) میں مشغول رہتے ہیں۔ جیسا کہ ایک عرب کہتا ہے کہ خدا کی پناہ چاہتا ہوں اس افلاس سے جو اوندھے منہ گرا دیتا ہے اور اس شخص کے پڑوس سے جو محبت نہیں کرتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ افلاس دو جہاں میں روسیاہی ہے اس نے کہا تو نے یہ تو سنا وہ نہیں سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ فقر میرے لئے فخر کا باعث ہے۔ میں نے کہا کہ چپ رہ سردار عالم علیہ السلام کی مراد فقر سے اس گروہ کی طرف ہے جو رضائے الٰہی کے مرد میدان ہیں اور تقدیر الٰہی کے تیر کا نشانہ خوشی سے بنتے ہوئے

ہیں نہ کہ یہ لوگ جو نیکوں کا لباس پہنتے ہیں اور وظیفہ کا لقمہ خیرات کے تکڑے بیچتے ہیں

رباعی :۔ طلبہ کی آواز بہت بلند ہے لیکن باطن بالکل خالی ہے یعنی وہ فقیر صورت سے درویش نظر آتا ہے اور باطن درویشی سے خالی ہے۔ توشہ کے بغیر سفر کے وقت تو کیا تدبیر کرے گا اگر تجھ میں ہمت ہے تو مخلوق سے بے نیاز ہو جا۔ ہزار دانوں والی تسبیح ہاتھ پر لپیٹ رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں جس درویش کو خدا کی معرفت نہ ہو کفر کی حد تک پہنچنے تک آرام نہیں کرے گا۔ فرمان رسول ﷺ ہے کہ محتاجی کفر بن جائے۔ نعمت و مال کے بغیر ننگے کو پہنانا یا قیدیوں کی رہائی کے لئے کوشش کرنا بیکار ہے۔ ہم جیسے غریب لوگ اس مرتبہ تک کب پہنچ سکتے ہیں۔ دینے والا ہاتھ، لینے والے ہاتھ کے برابر کب ہو سکتا ہے۔ یعنی دینے والا اور لینے والا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ رب العزت نے قرآن کریم میں اہل جنت کی نعمتوں کی خوشخبری دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کا رزق متعین ہے''

فرد :۔ پیاسوں کو خواب میں تمام دنیا پانی کا چشمہ نظر آتی ہے

میری یہ باتیں سن کر درویش کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا' زبان کی تلوار نکالے ہوئے فصاحت کے گھوڑے پر سوار ہو کر بےشرمی کے میدان میں کود پڑا اور کہا کہ تو نے مالداروں کی تعریف میں اتنا مبالغہ کیا اور اتنی فضول باتیں بیان کیں،'' گمان ہوتا ہے

کہ یہ گروہ تریاق ہیں یا روزی کے خزانے کی کنجی۔ لیکن یہ مٹھی بھر مالدار متکبر اور مغرور ہیں، نفرت کے لائق ہیں، مال و نعمت میں مصروف ہیں۔ دولت و ثروت کے فتنہ میں مبتلا ہیں، سفارش کے بغیر کوئی بات نہیں کرتے اور کراہت کے بغیر کسی پر ایک نظر نہیں ڈالتے ۔علماء کو فقیری سے منسوب کرتے ہیں اور فقراء کو بے سروسامانی کا طعنہ دیتے ہیں اپنے مال وعزت کی وجہ سے یہ خود کو سب سے برتر سمجھتے ہیں۔ انہیں کسی کو سر اٹھا کر دیکھنے کا خیال بھی نہیں آتا۔ عقلمندوں کے قول سے بے خبر ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جو دوسروں کی بہ نسبت عبادت میں کم اور نعمت زیادہ رکھتے ہیں وہ ظاہر میں امیر ہیں مگر باطن میں وہ فقیر ہیں۔

بیت :۔ اگر کوئی بے ہنر صرف مال کے بل پر خود کو کسی عقلمند پر فوقیت دے اگر چہ وہ گاؤ عنبر بھی ہو تو اسے گدھے کی شرمگاہ سمجھ۔

میں نے کہا کہ ان لوگوں کی ایسی مذمت مت کر وہ اہلِ کرم ہیں۔ اس نے کہا تیری بات غلط ہے۔ بلکہ وہ پیسے کے غلام ہیں، موسم بہار کے بادل بن کر بھی نہ برسیں تو کیا فائدہ ہے، سورج رہنے کے باوجود وہ کسی کو روشنی نہیں بخشتے، طاقت و وسعت کے مرکب پر سوار ہیں مگر چلتے نہیں ہیں۔ خدا کی راہ میں ایک قدم آگے نہیں بڑھاتے، احسان جتائے اور تکلیف دیئے بغیر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتے۔ مشکل سے پیسہ جمع کرتے ہیں۔ بے عزتی سے رکھتے ہیں اور حسرت کے ساتھ چھوڑ جاتے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ بخیل کا مال مٹی سے اسوقت نکلتا ہے جب وہ بخیل مٹی میں مل جاتا ہے۔

شعر :۔ ایک شخص محنت ومشقت سے مال جمع کرتا ہے اور دوسرا شخص آتا ہے محنت وتکلیف کے بغیر اٹھا لے جاتا ہے

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ مالداروں کی بخالت سے تو واقف نہیں ہے۔ یہ اپنی غربت کی وجہ سے ہے ورنہ جو شخص طمع چھوڑ دیتا ہے وہ سخی اور بخیل کے درمیان فرق نہیں کرتا۔ کسوٹی سے سونا پہچانا جاتا ہے اور فقیر جانتا ہے کہ بخیل کون ہے۔ اس نے کہا ہم تجربے کی روشنی میں بتاتے ہیں کہ دولتمند دروازے پر ملازمین (دربان) رکھتے ہیں اور بد

مزاجوں کو مقرر کرتے ہیں، تا کہ دوستوں کو اندر آنے کا موقع نہ دیں۔ ظلم کا ہاتھ نیکوں اور اہل تمیز کے سینے پر رکھتے ہیں یعنی نیکوں کو دھکے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں کوئی نہیں ہے درحقیقت یہ سچ کہتے ہیں۔

بیت :۔ جس شخص میں عقل و ہمت، تدبیر اور رائے نہیں ہے اس کے متعلق دربان اگر یہ کہے کہ گھر میں کوئی نہیں ہے تو ٹھیک بات ہے۔

میں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مانگنے والوں سے تنگ آگئے ہیں اور محتاجوں کی مرضیوں سے بھی بیزار ہو گئے ہیں اگر صحرا کی ریت موتی بن جائے تو بھی فقراء کا سیر ہونا محال ہے

شعر :۔ حریصوں کی آنکھیں دنیا کی نعمت سے کبھی سیر نہیں ہوتیں جس طرح کنواں شبنم سے نہیں بھر سکتا جس جگہ کسی مصیبت زدہ کو دیکھو تو پتہ چلے گا کہ اس نے حرص سے اپنے آپ کو خطرناک کاموں میں ڈال دیا ہے۔ ایسے حریص لوگ آخرت کی سزا سے نہیں ڈرتے اور حلال و حرام میں بھی فرق نہیں کرتے

قطعہ :۔ اگر کسی کتے کے سر پر ڈھیلا مارو تو وہ ہڈی سمجھ کر خوش ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی دو آدمی میت اٹھالائیں تو بد مزاج سمجھتا ہے کہ وہ دستر خوان ہے

لیکن دولتمند پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہے اور وہ حلال ملنے کی وجہ سے حرام سے محفوظ ہے۔ مجھے بھی تم ایسا ہی فرض کرلو کہ میں نے کچھ نہیں کہا اور اور کوئی ثبوت اور دلیل پیش نہیں کی۔ میں تجھ سے انصاف کی امید رکھتا ہوں کہ تو نے کبھی دیکھا ہے کہ کسی آدمی کا ہاتھ کسی دھوکہ بازی کی وجہ سے کندھے پر بندھا ہوا ہے، یا غریب کسی جیل میں بیٹھا ہوا ہے، یا کسی معصوم کی عزت نکالے ہوئے" یا کسی کا ہاتھ کلائی سے کٹا ہوا ہے۔ تو فقیری کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے۔ البتہ وقت کے تقاضے پر جن بہادروں کے ٹخنے بندھے ہوئے ہیں ان میں سوراخ کر دیا گیا ہے۔ گمان یہی ہے کہ وہ درویشوں میں سے ہوں گے۔ جن کا نفسِ امّارہ اپنی مراد چاہتا تھا جب اس کی پاکدامنی کمزور ہو جاتی ہے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پیٹ اور شرم گاہ جڑواں ہوتے ہیں، یعنی ایک ماں کے دو بچے جب تک پیٹ

اپنا کام کرتا ہے شہوت قائم رہتی ہے میں نے سنا ہے ایک درویش کو لوگوں نے ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے دیکھا وہ شرمندہ تھا اور اس کو سنگساری کا خوف بھی تھا اس نے کہا کہ اے مسلمانوں عورت سے شادی کرنے کی مجھ میں طاقت بھی نہیں ہے کیا کروں اسلام ترک دنیا نہیں سکھاتا تونگروں کی طرح دلبری کے سامان اور طمانیت کے اسباب نہیں ہیں وہ ہر شب ایک نئے معشوق کو بغل میں رکھتے ہیں یعنی ہر شب ان کے پہلو پر خوبرو معشوق ہوا کرتی ہے اور روزانہ نئی جوانی میسر ہے۔ ایسا معشوق حاصل ہوتا ہے جس کے حسن کو دیکھ کر روشن صبح کو بھی اپنا دل تھام لینا پڑتا ہے سروخراماں کے پیر شرم کے مارے زمین میں دھنسے رہتے ہیں

بیت :۔ اپنے پنجے عاشقوں کے خون میں ڈوبو دیئے ہیں اور انگلیوں کے سروں کو عنابی رنگ سے رنگا ہے یعنی مہندی لگائی ہوئی ہے۔ ایسی حسین صورت معشوق کے ہوتے ہوئے کسی گناہ میں ملوّث نہیں ہوسکتا۔

شعر :۔ جس دل کو جنتی حور چھین کرلے جائے وہ مالِ غنیمت میں آئی ہوئی حسین نوکرانیوں پر کب توجہ کرے گا۔

عربی شعر :۔ جس شخص کے روبرو حسبِ خواہش تازہ کھجوریں ہوں یہ کھجوریں اس کو انگور کے خوشوں پر پتھر مارنے سے بے نیاز رکھیں گی۔

اکثر مفلس وفقیر اپنے دامن عصمت کو معصیت سے ملوث کردیتے ہیں اور بھوکے روٹی لوٹ لیتے ہیں

بیت :۔ جب چیر پھاڑنے والا کتا، گوشت کا لتھڑا پالیتا ہے تو یہ نہیں دریافت کرتا کہ یہ گوشت حضرت صالحؑ کی اونٹی کا ہے یا مردود دجّال کے گدھے کا۔

کتنے پاکدامن غربت وافلاس کی وجہ سے فساد میں مبتلا ہو چکے ہیں اپنی عزت کو بے آبرو کا شکار بنادیتے ہیں یعنی صرف مفلسی کی وجہ سے آبرو کھوکر بدنامی مول لی ہے۔

فرد :۔ بھوک کے ساتھ پرہیزگاری کی قوت کمزور پڑ جاتی ہے۔ افلاس تقویٰ کے ہا

تھ سے لگام چھین لیتا ہے یعنی مفلسی انسان کو پرہیز گاری کے خلاف کاموں پر مجبور کر دیتی ہے، غریبی میں استقامت مشکل ہے اور جو کچھ تو نے کہا یہ سب مسکینوں پر پھبتا ہے۔ حاتم طائی صحرانشین تھا اگر شہر میں ہوتا تو فقراء کے ہاتھوں عاجز ہو جاتا اور اس کے بدن سے کپڑے کی دھجیاں اڑ جاتیں یعنی فقراء اس کے کپڑوں کو تار تار کر دیتے۔ جیسا کہ طیبات میں آیا ہوا ہے۔

شعر :۔ یعنی مجھ سے توقع مت رکھ تا کہ دوسرے بھی امید نہ لگالیں۔ جب فقیر زیادہ تنگ کرتے ہیں تو جھڑکنا ہی پڑتا ہے اور ثواب سے محرومی ہو جاتی ہے۔

اسنے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے، ان کے حال پر ترس آتا ہے کہ باوجود مال ہونے کے آخرت کے ثواب سے محروم رہتے ہیں یعنی مال خرچ کر کے ثواب حاصل کر سکتے ہیں اور نہیں کرتے۔ میں نے کہا یہ غلط ہے تجھ کو ان کے حال پر حسد ہے یعنی ان کے مال پر حسرت کھاتا ہے کہ یہ مال میرے ہاتھ کیوں نہیں آیا۔ غرض ہم دونوں اس مباحثہ میں الجھے ہوئے تھے۔ جب بھی وہ تقریر کی شطرنج کا پیادہ آگے بڑھاتا میں اسے ہٹانے کی کوشش کرتا جب بھی وہ کسی بادشاہ کو لاتا میں اپنے فرزین کو اس کی حجت سے بچالیتا، مطلب یہ کہ جو کچھ وہ کہتا میں اس کو رد کر دیتا یہاں تک کہ اس نے ہار مان لی اور حجت واعتراض کے تیروں کا ترکش پھینک دیا یعنی میرے دلائل کے مقابلہ میں ہمت ہار دی اور اس کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہی۔

قطعہ :۔ خبردار! فصیح وبلیغ مرد کے حملوں سے تو سپر مت ڈال کیونکہ اس کے پاس سوائے جھوٹ اور بے اصل باتوں کے کوئی اور چیز نہیں رہتی۔ دین ومعرفت اختیار کر یعنی دین ومعرفت کی باتیں سیکھ جو فصیح باتیں کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو محض دشمن کو ڈرانے کے لئے قلعہ کے درودیوار پر ہتھیار سجائے رہتا ہے مگر قلعہ کے اندر ایک شخص بھی نہیں ہوتا

آخر کار اس کے پاس کوئی دلیل نہ رہی اس کو ذلیل کر دیا اب وہ ظلم کرنا شروع

کر دیا اور بے ہودہ بکنے لگا اور یہ تو جاہلوں کی عادت ہے جب دلیل سے عاجز آجاتے ہیں تو لڑنے پر اتر جاتے ہیں یعنی برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں اور کڑنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ بت تراش آزر اپنے لڑکے کی حجت کا جواب نہ دے سکا تو لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا اور کہا کہ اگر تو بتوں کو برا کہنے سے باز آیا تو تجھ پر سنگساری کروں گا۔اس نے مجھے گالیاں دیں، میں نے برا بھلا کہا تو اس نے میرا گریبان پھاڑ دیا میں نے مار کر اس کی ٹھوڑی پھوڑ دی۔

قطعہ :۔ میں اس پر اور وہ مجھ پر حملہ کرتا رہا، لوگ ہمارے پیچھے دوڑے آئے اور ہماری ہنسی اڑاتے رہے۔ ہماری نامناسب گفتگو سے تمام لوگ تعجب سے انگلیاں دانتوں میں ڈالے ہوئے ہمارا مذاق اڑا رہے تھے۔

قصہ مختصر ہم نے فیصلہ کے لئے اپنا مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کر دیا اور اس کا فیصلہ مان لیا کیونکہ حاکم مسلمان تھا، مصلحت سے کام لے گا، امیروں اور غریبوں کے درمیان صحیح فیصلہ کرے گا جب قاضی نے ہماری حالت دیکھی اور گفتگو سنی، کچھ دیر گردن جھکائے سوچا پھر سر اٹھایا اور کہا اے شخص تو نے امیروں کی تعریف اور غریبوں کی مذمت کی یہ جان لے کہ ہر گلاب کے پھول کے پاس کانٹا بھی رہتا ہے اور بغیر سانپ کے کوئی خزانہ نہیں رہتا۔ شراب کے ساتھ ساتھ نشہ بھی رہتا ہے۔ یعنی اعضاء شکنی کے بغیر شراب کارگر نہیں ہوتی۔ جس جگہ بادشاہ کے لائق موتی ہوتا ہے وہاں آدمیوں کو کھانے والا مگرمچھ بھی بسا رہتا ہے۔ دنیا کی ہر لذت عیش کے پیچھے موت کا کھٹکا ضروری ہی رہتا ہے اور جنت کی نعمتوں کے حصول کے لیے مکروہات کی ایک دیوار سامنے آجاتی ہے۔

بیت :۔ دوست کے خواہش مند کو دشمن کا ظلم سہنا ہی پڑتا ہے۔ خزانہ اور سانپ، پھول اور کانٹا اور غم وخوشی ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہر باغ میں بید مشک کے ساتھ چوبِ خشک بھی رہتی ہے۔

اسی طرح مالداروں کے حلقے میں شکر گزار بھی ہیں اور ناشکرے بھی اور مفلسون کی جماعت میں صابر بھی ہیں اور حریص بھی

شعر :۔ اگر بارش (شبنم) کا ہر قطرہ موتی بن جاتا تو پورا بازار کوڑیوں کی طرح موتیوں سے بھر جاتا۔

خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ کے مقرب ترین وہ مالدار ہیں جو درویش صفت ہو تے ہیں اور وہ درویش ہیں جو امیروں کی سی ہمت رکھتے ہیں یعنی بلند ہمت ہوتے ہیں ۔بڑے مالدار وہ ہیں جو مفلسوں کے خیر خواہ ہوتے ہیں اور بہترین مفلس وہ ہیں جو مالداروں کے پیچھے نہیں پڑتے اور جس شخص نے اللہ پر بھروسہ کیا پس وہ اللہ اس کے لیے کافی ہے۔یعنی جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے

اس کے بعد فقیر کی طرف متوجہ ہو کر غصہ سے کہنے لگا تو نے کہا تھا کہ مالدار لہو لعب میں مشغول ہیں اور کھیل کود میں مست، ٹھیک ہے آپ کے بیان کردہ اوصاف کے بالکل مطابق یہ ایک گروہ کم ہمت اور منکر نعمت ہے ۔ مال لے جاتے ہیں ، رکھتے ہیں ۔نہ کھاتے ہیں اور نہ کسی کو کھلاتے ہیں اور اگر بارش نہ برسے یا طوفان دنیا کو تباہ کر دے تو اپنی طاقت پر اعتماد کر کے غریبوں کی تکلیف پر دھیان نہیں دیتے اور خدا سے بھی نہیں ڈرتے

شعر :۔ اگر کوئی غربت کی وجہ سے مر جائے تو اس کو کوئی غم نہیں۔میری مثال بط کی سی ہے بط کو طوفان سے کیا ڈر۔(میرے پاس مال و دولت موجود ہے۔مجھے کسی بات کا ڈر نہیں)

شعر :۔ اونٹوں کے ہودج میں بہت سی ایسی سواریاں ہیں جنھوں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ ریت کے ٹیلوں میں کون پھنس گیا ہے۔

فرد :۔ کمینے جب اپنی کملی نکال کر لے گئے تو اس وقت کہیں گے اگر تمام عالم جائے تو کیا غم ہے ایک قوم اسی طریقے پر ہے جو آپ نے سنا اور ایک دوسرا گروہ مالداروں کا ایسا بھی ہے جو خوانِ نعمت بچھائے ہوئے ہے۔سخاوت کا ہاتھ کھولے ہوئے ہے۔یعنی بخشش

کا ہاتھ کھولے ہوئے ہیں وہ مغفرت کے طالب ہیں۔ دنیا اور آخرت دونوں ان کو حاصل ہیں۔ جیسے ہمارے بادشاہ جو اسلامی سرحدوں کا محافظ، ملک سلیمانؑ کا وارث اتابک ابوبکر بن سعد زنگی اللہ اس کا پرچم ہمیشہ بلند و برتر رکھے۔

قطعہ :۔ جس طرح تو انسانوں پر احسان کرتا ہے اس قدر احسان کوئی باپ بھی اپنے بیٹے پر نہیں کرتا اللہ تعالیٰ ایک دنیا کو نواز نا چاہتا تھا لہذا تجھ جیسے بادشاہ کو ابر رحمت اپنی رحمت سے دنیا کا بادشاہ بنادیا

قاضی صاحب نے جب اپنی بات یہاں تک پہنچادی اپنا مبالغہ ہماری حد سے پرے لے گیا تب ہم نے رضائے الٰہی سے ہمنوائی کی۔ پچھلی باتیں چھوڑ دیں۔ معذرت کے ساتھ صحیح تدارک کرتے ہوئے ہم نے ایک دوسرے کی خاطر تواضع شروع کی منت وسماجت کے ساتھ آپس میں ہاتھ چوما اور چہرہ کو بوسہ دیا اور یہ جھگڑا ان دوشعروں پر ختم کیا

قطعہ :۔ اے فقیر زمانہ کی گردش کی ہرگز شکایت نہ کر اگر گردشِ زمانہ کی شکایت کرتے ہوئے کوئی مرا تو بہت بڑا کم بخت ہے۔ اے تونگر جب تک تیرا دل اور ہاتھ مقصد حاصل کرنے والا ہے یعنی تجھ کو مال و دولت پر دسترس ہے جو کچھ تجھ سے ہو سکے کھا اور بخشش کر یعنی دوسروں کو کھِلا کہ دنیا اور آخرت دونوں کو حاصل کرے گا

اپنی معلومات کی جانچ / نمونہ جوابات

سوال ۱: متن کے حوالے سے ان کی تشریح کیجئے

خرکہ بروے نہند کمتر بار — بیشک آسودہ تر کند رفتار

۲: خداوند روزی بحق مشتغل — پراگندہ روزے پراگندہ دل

۳: دیدۂ اہل طمع بہ نعمت دنیا — پُر نشود ہمچناں کہ چاہ بہ شبنم

۴: اگر ژالہ ہر قطرہ دُر شود — چو خرمہرہ بازار ازاو پُر شدے

سوال۲ کسی ایک حصہ کا با محاورہ اردو میں ترجمہ کیجئے۔

(ا) گفتم مذمت اینان روامدار کہ خداوندِ کرم اند گفتن غلط گفتی کہ بندۂ درم اند چہ فائدہ کہ ابر آذارند ونمی بارند وچشمہ آفتاب اند و بر کس نمی تابند و بر مرکب استطاعت سوارند ونمیرانند قدمے بہر خدا ننہند ودرمے بےمن واذی ندہند مالے بمشقت فراہم آرند وبخست نگاہ دارند وبحسرت بگذارند چنانکہ بزرگاں گفتہ اند سیم بخیل از خاک وقتے برآید کہ وے درخاک رود۔

یا

ii گفت ایکہ توانگراں راثنا گفتی وبر درویشاں جفاردا داشتی بدانکہ ہر جا کہ گلے ست خارست وباخمر خمارست وبرسرِ گنج ماست آنجا کہ دُرِ شاہوارست نہنگ آدم خوارست لذّت عیش دنیارالاغۂ اجل درپے ست ونعیم بہشت رادوارِ مکارہ درپیش۔

بیت: جوردشمن چہ کند گرنکشد طالب دوست گنج ومار وگل وخار وغم وشادی بہم اند

نظر نہ کنی در بستان کہ کہ بید مشک ست و چوبِ خشک ہم چنیں در زمرۂ توانگراں شاکراند وکفور در حلقۂ درویشاں صابر ند وضجور۔

جواب ۲ (i) اور (ii) اور iii کی تشریح کے لئے حکایت 18 اور 20 حکایتوں کا ترجمہ 6.3.2 میں دیکھئے

6.4 نمونہ امتحانی سوالات

ا۔ متن کے حوالے سے کسی تین کی تشریح کیجئے

ا۔ خرکہ بروے نہند کمتر بار ÷ بیشک آسودہ ترکند رفتار

۲۔ مراد ہر کہ براری مطیع امر تو گشت ÷ خلافِ نفس کہ فرمان دہد چو یافت مراد

۳۔ کریماں رابدست اندر درم نیست ÷ خداوندانِ نعمت راکرم نیست

۴۔ تو کے بدولتِ ایشاں رسی کہ نتوانی ÷ جزیں دو رکعت وآنہم بصد پریشانی

۵۔ سیم بخیل از خاک وقتے برآید کہ وے درخاک رود۔

۶۔ اگر ریگِ بیاباں دُرشود چشم گدایاں پُرشود

۶۔ اگر ریگِ بیاباں دُر شود چشمِ گدایاں پُر شود

II۔ کسی ایک حصہ کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیجئے

توانگرزادہ را دیدم بر سرِ گور پدر نشستہ وبا درویش بچہ مناظرہ در پیوستہ کہ صندوقِ تربتِ پدرِ ماسنگین ست وکتابہَ رنگین وفرشِ رخام انداختہ وخشت پیروزہ درو ساختہ بگورِ پدرت چہ ماند خشتے دوفراہم نہادہ ومشتے دوخاک بروپاشیدہ درویش پراین بشنید وگفت تاپدرت در زیر آں سنگہائے گراں برخود بجنبد پدرِ من بہ بہشت رسیدہ بود

خرکہ بروے نہند کمتر بار۔ بیشک آسودہ تر کند رفتار ۔ یا ۔

اگر قدرتِ جودست واگر قوّتِ سجو د توانگراں رابہتر میسّر می شود کہ مالِ مزکیٰ دارند وجامہَ پاک وعرضِ مصون ودلِ فارغ وقوّتِ طاعت در لقمہَ لطیف است وصحتِ عبادت در کسوتِ نظیف پیداست کہ از معدہَ خالی چہ قوّت آید واز دست تہی چہ مروّت واز پائے بستہ چہ سیر واز دستِ گرسنہ چہ خیر

قطعہ :۔ شب پراگندہ حسپد آنکہ پدید ÷ نبود وجہِ بامدادنش

مور گرد آورد بتابستاں ÷ تا فراغت بود زمستانش

6-5 :۔ خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے آپ کو گلستان سعدی کے باب ہفتم ''در تاثیر تربیت'' کی مین حکایتوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اغراض ومقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اس اکائی میں ایک طویل حکایت ''مالداری اور غربت کے بارے میں سعدی کی بحث'' ہے۔ جس میں سعدی'' نے امیروں اور درویشوں کی خوبیوں اور خامیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ کے علم میں آچکا ہے کہ کس طرح سعدی نے اپنی حکایتوں کے ذریعے بڑے اہم، پرلطف حالات اور واقعات بیان کئے ہیں۔ اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی، آخر میں نمونہ امتحانی سوالات بھی دیئے گئے ہیں اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی بھی۔ اور سفارشی کتب کا حوالہ بھی

یقین ہے ان سب سے آپ استفادہ کریں گے

6-6 :۔ فرہنگ

6-3- : توانگرزادہ

صندوق : قبر کا تعویذ

رخام : سنگ مرمر

پیروزہ : فیروزہ : مشہور پتھر

چہ ماند : کیا مشابہت ہے

درِ مرگ : موت کا دروازہ

ہمانا : یقیناً

سبکسار : ہلکا پھلکا

زیرِ سنگہائے گراں : بھاری پتھروں کے نیچے

اسیر : قیدی

6-3-1 : بزرگے را پرسیدم......

بہائم : بہیمہ کی جمع، جانور

جماد : پتھر

مدار : خاطر تواضع

اَعدیٰ : عدو کی جمع

عدو : دشمن

جَنْبَیْکَ : تیرے دونوں پہلو

6-3-2 :۔ جدال سعدی با مدعی ......

جدال : جھگڑا سعدی کا مناظرہ

شنعت : برائی

درم : درہم

کرم : سخاوت

دستِ قدرت : قدرت کا ہاتھ

خداوندانِ نعت : مال والے

سخت آمد : ناگوار ہوئی

زائران : زیارت کرنے والے، ملنے جلنے والے

کہف : جائے پناہ

بارِ گراں : بھاری بوجھ

مکارم : خوبیان

ارامل : بیوائیں

عرِض : آبرو

ہدی : قربانی کا وہ جانور جو حرم میں لے جا کر ذبح کیا جائے

مصون : محفوظ

کسوت نظیف : پاک لباس

پدید : ظاہر

پراگندہ روزی : جس کی آمدنی متعین نہ ہو

اسباب معیشت : گزر بسر کے ذرائع

اوراد : وردی کی جمع، معمولات، وظیفہ معمول اذکار، تسبیح وغیرہ

جوار : پڑوسی

مکب : ذلیل کرنے والا (اوندھا گرنے والا)

خبر : حدیث شریف

تیر قضا : خدائی فیصلہ

ہدفِ تیرِ قضا : تقدیر الٰہی کے تیرے کا نشانہ

ابرار : نیک لوگ (نیکوکار)

الفقر فخری : فقر میرے لئے باعث فخر ہے

استخلاص : رہائی، چھڑانا

ید علیا : اونچا ہاتھ یعنی دینے والے کا

ید سفلیٰ : نچلا ہاتھ یعنی لینے والے کا

محکم تنزیل : قرآن مجید

وقاحت بے شرمی

تریاق : دوا کا نام، اکسیر: زہر یہ رکی ن دو

مشتے : ایک مٹھی یعنی تھوڑے سے لوگ

معجب : خود پسند

مفتتن : فریفتہ، فتنہ میں مبتلا

کبر : تکبر، غرور

آذار : موسمِ بہار کا پہلا مہینہ

مرکب : سواری

مَنّ : احسان جتانا

اَذیٰ : تکلیف، مشقت تکلیف پہنچانا

بچنگ آوردن : حاصل کرنا

طمع بیکسو نہادن، لالچ نہ کرنا

محک : کسوٹی

مُمسک : بخیل

متعلقات : دربان

غلیظانِ شدید : بدمزاج

متوقّعاں : امیدوار، مانگنے والے

فغاں : فریاد

ریگِ بیاباں : جنگل کی ریت

دُر : موتی

محال : مشکل

چاہ : کنواں

دغائی : دھوکہ باز

برکتف بستہ : مقیّد۔قید ہاتھ باندھے ہوئے

احصان : پاک دامنی

عصیان : گناہ

بطن : پیٹ

توام : جڑواں

بیم : خوف

طیبّات : پاکیزہ باتیں (شیخ سعدی کے دیوان کا نام)

بیذق : پیادہ، شطرنج کا ایک مہرہ

شاہ : مراد شاہِ شطرنج یعنی شطرنج کا بادشاہ

فرزین : شطرنج کا ایک مہرہ

جعبہ : ترکش

کیسہ : تھیلی

حصار : قلعہ

عاقبۃ الامر : انجام کار، آخرکار

تعدّی : ظلم

لَئِن لَّم تَنۡتَہِ : اگر تو باز نہ آئے گا

لَاَرۡجُمَنَّکَ : تمہیں سنگسار کروں گا

سقط : برا بھلا (کہنا)

زنخداں : ٹھوڑی

دُشنام : گالی

مرافعت : مقدمہ

درشہوار : بادشاہ کے لائق موتی، قیمتی موتی

نہنگ : مگرمچھ

لاغہ : ڈنگ مارنا

لاغہ اجل : موت کا کھٹکا یا موت کا ڈنک

مکارہ : مکروہ کی جمع، ناپسندیدہ

کفور : ناشکرگذار

ضجور : تنگ دل

خرمہرہ : کوڑی

مَہین : بڑا

بہین : بہتر

مناہی : جن چیزوں سے روکا گیا ہے یعنی خلافِ شرع امور

ملاہی : کھیل کود

نمط : طریقہ

خوان : دسترخوان

شغر : سرحد

حکمِ قضا : عدالت کا فیصلہ

ماضیٔ : جوگذارا، گذاشتہ

تدارک : تلافی یعنی گزشتہ بات کی تلافی کرنا

نَسَق : طریقہ، ترتیب دیا ہوا

کامران : کامیاب

گردکردن : جمع کرنا

گیتی : زمانہ، دنیا

تیرہ بخت : بدنصیب

گلیم : کملی

دوناں : کمینے

شترِ صالحؑ : حضرت صالحؑ کی اونٹنی

خرِ دجّال : دجّال کا گدھا، مشہور ہے کہ دجّال گدھے پر سوار ہو کر سفر کرے گا

6.7 سفارتی کتب

حیات سعدی	الطاف حسین حالی
گلستان	شیخ سعدیؒ

برجیس سلطانہ

سینیر لکچرر، شعبۂ اردو، مانا سا گنگوتری،

میسور

Unit - 7

Block - 2

اکائی (۷) حافظ شیرازی (حیات اور ادبی خدمات)

ساخت

7.0 :- اغراض و مقاصد

7.1 :- تمہید

7.2 :- حافظ شیرازی کی زندگی کے حالات

7.3 :- نمونۂ امتحانی سوالات

7.4 :- خلاصہ

7.5 :- فرہنگ

7.6 :- سفارشی کتب

7.0 :- اغراض و مقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ حافظ کے حالاتِ زندگی بیان کر سکیں

☆ حافظ کا عہد

☆ شیراز سے محبت

☆ ممدوحین

☆ شہرت اور وفات سے واقف ہو سکیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کر سکیں۔

7.1 :- تمہید

آپ کے نصاب میں دیوانِ حافظ کی تائے فوقانی کی ابتدائی دس غزلیں شامل ہیں ۔اکائی نمبر ۹ اور ۱۰ میں یہ غزلیں نقل کی گئی ہیں اور ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ان غزلوں کو سمجھنے

کے لیے حافظ شیرازی کی زندگی اور ان کے اسلوب سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔اس اکائی میں ہم آپ کو مغلوں اور تیموریوں کے دور کے ایک اہم غزل گو شاعر حافظ شیرازی کی زندگی کے حالات سے واقف کرائیں گے۔آپ کو ''خدائے سخن'' اور ''لسان الغیب'' کہا جاتا ہے۔آپ کے عہد میں شیراز میں قتل وخون کا بازار گرم تھا۔ایسا لگتا ہے کہ ان پر آشوب حالات میں بھی آپ اپنے فکر وتخیل کی دنیا میں بڑے اطمینان کے ساتھ جی رہے ہیں۔ آپ کی شاعری کے رنگ وآہنگ پر ان حوادث کا کوئی اثر نہ ہو سکا۔کبھی کبھی ان واقعات پر آپ نے روشنی ضرور ڈالی۔لیکن آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے۔آپ دنیا کے مصائب وحوادث سے بےغم اور عالم حقیقت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔حافظ کی زندگی کے حالات کے ساتھ ساتھ آپ کے عہد، حب وطن، ممدوحین، وفات وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

7.2 :- حافظ شیرازی کی زندگی کے حالات

حافظ شیرازی کا نام محمد، تخلص حافظ اور لقب شمس الدین ہے۔آپ کی ولادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں شیراز میں ہوئی۔والد کا نام مولانا کمال الدین تھا بعض جگہ آپ کے والد کا نام (بہاء الدین اصفہانی) لکھا گیا ہے۔اصفہان سے ہجرت کر کے شیراز چلے آئے تھے۔آپ کا شمار علماء اور اہل کمال میں ہوتا تھا۔پیشہ کے اعتبار سے تاجر تھے اور نہایت دولت مند تھے۔خواجہ حافظ کی والدہ کازرون کی رہنے والی تھیں۔آپ کے آبا واجداد شہر نہاوند کے قریب سرکان نامی مقام کے باشندے تھے۔آپ کے دادا کا نام کسی تذکرے میں نہیں ملتا۔ آپ کے دادا بڑے نیک تھے۔تجارت آپ کا پیشہ تھا۔آپ کے ایک چچا بھی تھے جن کا نام سعدی تھا۔وہ ایک صوفی منش شاعر اور بڑے باکمال تھے آپ گلستان بوستان کے مصنف شیخ سعدی نہیں ہیں۔آپ کے خاندانی حالات اس سے زیادہ نہیں ملتے۔بہر حال شیراز میں آپ کا خاندان علم وفضل کے لحاظ سے معزز مانا جاتا تھا۔

7.2.1 :- تعلیم

حافظ نے اپنے وطن ہی میں جید علماء اور فضلا سے علوم وفنون کی تحصیل کی، دینیات اور

ادبیات میں کمال حاصل کیا۔ خصوصاً عربی زبان وادب میں ید طولیٰ پیدا کرلیا۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ اپنے کمالِ سخن کا موجب اسی کو سمجھتے رہے۔ اسی وقت سے حافظ کہے جانے لگے۔ آپ نے اپنا تخلص بھی اسی رعایت سے اختیار کیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ حافظ قرآن نہیں تھے صرف تخلص ہی حافظ تھا۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ آپ کہ دیوان میں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جن سے حافظ قرآن ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کہا ہے۔

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ: بقرآنی کہ تو در سینہ داری

ترجمہ :- حافظ میں نے تیرے شعروں سے اچھے کسی کے شعر نہیں دیکھے۔ اس قرآن کی قسم ہے جو تیرے سینے میں ہے۔

اور کہتے ہیں

عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ

قرآن زبر بخوانی باچاردہ روایت

ترجمہ :- عشق تیری فریادرسی کرے اگر تو بھی حافظ کی طرح قرآن کو چودہ قرأتوں کے ساتھ ازبر (زبانی) پڑھے

حفظِ قرآن کے بعد آپ نے مولانا شمس الدین محمد عبداللہ شیرازی سے تفسیر اور فقہ پڑھی اور قوام الدین عبداللہ کے حلقۂ درس میں بھی شریک ہوتے تھے محمد گل اندام جو حافظ کے ہم عصر تھے ان کے بیان کے مطابق آپ نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے وہ یہ ہیں

۱) بیضاوی کی ''طوالع الانوار و مطالع الانصار'' (حکمت)

۲) قطب الدین رازی کی ''شرح مطالع'' (منطق)

۳) سکاکی کی ''مفتاح العلوم'' (ادب)

۴) مطرزی کی ''مصباح'' (نحو)

۵) زمخشری کی کشاف (تفسیر)

آپ نے تفسیر کشاف اور مصباح پر حاشیہ بھی لکھا۔ کشاف قرآن شریف کی معرکتہ الآ

رِ تفسیر ہے جس کو علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔ قرآن شریف کی تمام تفسیروں سے زیادہ یہ تفسیر حا
فظ کو پسند تھی۔ اس لیے آپ نے عربی زبان میں اس پر حاشیہ لکھا۔

حافظ شروع ہی سے ذہین تھے اس وجہ سے علوم عقلیہ مثلاً منطق، فلسفہ اور فقہ سے دلچسپی تھی اور علم وادب کا بھی ذوق تھا۔ اکثر شعرائے جاہلیت کے دواوین کا مطالعہ کرتے تھے۔

آپ تو جانتے ہیں کہ حافظ مولانا شمس الدین محمد عبداللہ شیرازی کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ مولانا شمس الدین مشہور فقیہہ اور مفسر تھے۔ حافظ کی ذہانت کی وجہ سے انھیں اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اپنا لقب شمس الدین آپ کو عطا کر دیا۔

7.2.2 : عہد

حافظ کا زمانہ قتل وخوں ریزی کا زمانہ تھا۔ اس عہد میں عظیم الشان انقلابات واقع ہو ے۔ شیراز میں آپ نے سات بادشاہوں کی حکومت دیکھی۔ آپ کی جوانی کے آغاز میں سلفری اتابکوں کی حکومت ختم ہوے مدت گذر چکی تھی اور مغلوں کے عامل شیراز میں حکومت کرنے لگے تھے ان کے بعد اینجو خاندان کا محمود شاہ حکومت پر فائز ہوا۔ پھر اس کا بیٹا ابو اسحاق نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی جو بڑا لائق اور قابل تھا۔ شاہ ابو اسحاق کا عہد شیراز والوں کے لیے امن وعیش کا زمانہ تھا۔ ملک میں خوشحالی تھی۔ امیر مبارز الدین محمد مظفر نے شیراز پر حملہ کیا اور شاہ ابو اسحاق کو شکست دے دی۔ اور شیراز والوں پر بہت سختیاں کیں۔ تمام لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ پھر اس کے بیٹوں نے یعنی شاہ محمود اور شاہ شجاع نے اس کے خلا ف بغاوت کر کے اس کو گرفتار کر لیا شاہ شجاع نے امیر مظفر کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر قید کر دیا۔ اور خود تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ شاہ شجاع ادبی ذوق اور شاعرانہ مزاج رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں تمام لوگ بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ علم دوست اور دین دار تھا۔ اس کے دربار میں عالموں کی بڑی قدر ومنزلت ہوتی تھی۔ اس کے زمانہ میں شیراز کو ظاہر پرست خشک متعصبوں کے پنجہ سے رہائی ملی۔ شاہ شجاع کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا زین العابدین تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں شیراز میں پھر سے دور مظفری تازہ ہو گیا۔ ایک سال بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ

شہنشاہِ تیمور کے خوف سے شیراز سے فرار ہو کر اپنے چچا منصور کے پاس پناہ لی۔ تیمور نے شیراز پر قبضہ کر کے شاہ شجاع کو بھی شاہ یحییٰ کے سپرد کر دیا۔ شاہ یحییٰ بہت لائق اور منصف مزاج باد شاہ تھا۔ اہل شیراز تیمور کے آنے سے ڈر گئے تھے مگر جب اس نے وہاں کی حکومت شاہ یحییٰ کے حوالے کی تو ان کو بڑی خوشی ہوئی۔ شاہ منصور نے شاہ یحییٰ کو شکست دیدی۔ شیراز والوں نے شاہ منصور کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا۔ اس لیے کہ وہ بہادر لائق اور عادل تھا۔ حافظ کی زندگی کے آخری ایام میں یہی شیراز کا حاکم تھا۔ آپ نے بھی ایک غزل اس کے خیر مقدم میں لکھی جس کا مطلع یہ ہے

بیا کہ رایت منصور پادشاہ رسید ۔ نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید

ترجمہ :۔ آجاؤ کہ شاہ منصور کا جھنڈا آ گیا فتح کا پیام اور خوش خبری سورج اور چاند تک پہنچ گئی۔

شاہ منصور حافظ کا بہت احترام کرتا تھا۔ آپ نے اپنی کئی غزلوں میں اس کی تعریف کی ہے۔ اور اسی کے عہد میں آپ کی اور آپ کے کلام کی شہرت اپنے انتہائی عروج کو پہنچ چکی تھی

7.2.3 :۔ ذاتی حالات

حافظ نہایت ملنسار اور خوش خلق انسان تھے۔ امیر و غریب ادنیٰ و اعلیٰ سب سے ملتے تھے اور ہر طبقے میں آپ مقبول اور ہر دل عزیز تھے۔ درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ علمی مشاغل، عبادت اور ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ دنیاوی جاہ و مال کی خواہش نہیں تھی۔ جاہ جلال والے بادشاہوں کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ اس لیے آپ نے کنج خلوت میں اطمینان کے ساتھ ایک لمحہ گزار دینے کو تمام دنیا کی بادشاہی پر ترجیح دی۔ کہا ہے

بفراغِ دل جمعی زمانے نظرے بماہ روئے۔ بہ از آنکہ چتر شاہی ہمہ عمر وہای وہوئے

ترجمہ :۔ اطمینان یا دل جمعی کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے کسی ماہ رو کو دیکھنا اس سے بہتر ہے کہ تمام عمر سر پر چتر شاہی ہوا اور سینکڑوں بکھیڑے ہوں۔

آپ بادشاہوں کے دربار میں شاعر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مقدس بزرگ اور ممتاز عالم کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔آپ کی آمدنی بادشاہوں اور امراء کی فیاضی پر منحصر نہیں تھی، مدرسے میں تعلیم دیتے تھے اور اس کی آمدنی سے گزارا کرتے تھے۔حاجی قوام الدین حسن نے جو ابواسحاق کا وزیر تھا ایک مدرسہ ۷۴۵ھ میں آپ کے لیے تعمیر کرا دیا تھا۔ جہاں آپ طلبہ کو فقہ و تفسیر پڑھاتے تھے۔آپ تو جانتے ہیں کہ حافظ نہ صرف حافظ قرآن تھے بلکہ تمام قرأتوں سے بھی واقف تھے اور انھیں قرآن دانی پر ناز تھا۔آپ کے تمام علمی ذوق کا مرکز دراصل قرآن تھا۔کیونکہ علوم قرآنیہ سے دلچسپی تھی اودا کثر آپ تفسیروں کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کا دروازہ سب کے لیے کھلا رہتا تھا۔کوئی بھی سائل آپ کے در سے خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا ۔کیوں کہ آمدنی کا بیشتر حصہ فقرا اور درویشوں کے لیے وقف تھا

آپ کی بیوی نیک سیرت اور حسین و جمیل تھیں۔عین شباب ہی کے زمانے میں انتقال فرما گئیں۔آپ کے دو بیٹے تھے۔ایک بیٹا جوانی میں داغ مفارقت دے گیا۔دوسرے بیٹے کا نام شاہ نعمان تھا۔وہ ہندوستان آئے تھے۔غالباً دکن سے دہلی جاتے ہوئے وفات پائی۔ان کا مزار قلعۂ اسیر (برہان پور) میں ہے۔آپ نے دونوں بیٹوں کی وفات سے متعلق اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے۔اس حادثے کی وجہ سے عمر بھر رنجیدہ اور ملول رہے۔کہا ہے

دلا دیدی کہ آں فرزانہ فرزند ۔ چہ دید اندر خمِ ایں طاقِ نیلیں
بجائے لوحِ سیمیں در کنارش ۔ فلک بر سر نہادش لوحِ سنگیں

ترجمہ :۔ اے دل! تو نے دیکھا کہ اس عقل مند نے اس نیلگوں محراب کے خم میں اور کیا دیکھا اس کی بغل میں چاندنی کی تختی کی بجائے آسمان نے اس کے سر پر پتھر رکھ دیا۔اور کہتے ہیں

بلبل بہزار خوں گلے حاصل کرد ۔ باداز سرِ غیرتش پریشاں دل کرد
طوطی بہوائے شکرے دل خوش بود ۔ مرگ آمد و نقشِ اصلش باطل کرد

ترجمہ :۔ بلبل نے ہزار مصیبت سے ایک پھول حاصل کیا۔ہوا نے غیرت سے اس کا دل پریشان کردیا

دل پریشان کردیا

طوطیٔ شکر کی خواہش میں خوش دل تھی ۔موت آئی اور اس نے اس کی امید کا نقش مٹادیا۔مطلب یہ کہ ہر شخص اپنی تمنا پوری کرنیکی فکر میں ہے۔لیکن موت سب امیدوں کو ختم کردیتی ہے

آں یار کز و خانۂ ماجائے پری بود ۔ سر تابقدم چوں پری از عیب بری بود

از چنگ منش اختر بدمہر بدر کرد ۔ آرے چکنم آفتِ دورِ قمری بود

ترجمہ :۔ وہ یار جس کی وجہ سے ہمارا گھر پری خانہ تھا وہ سر سے پیر تک پری کی طرح عیب سے بری تھا یعنی اس میں کوئی عیب نہیں تھا۔دشمن ستارے نے اس کو میرے قبضے سے نکال دیا ۔ہاں کیا کروں یہ دور قمری کی مصیبت تھی اوپر لکھے ہوئے اشعار ایک غزل کے ہیں۔اس غزل کے بارے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ غزل نہیں بلکہ آ ... اہیہ کا مریہ ہے۔

7.2.4 حب وطن

حافظ کو شیراز اور اس کے مقامات سے اتنی محبت تھی کہ ان کو چھوڑ کے باہر جانا پسند نہ کرتے تھے۔چنانچہ کہا ہے

نمید ہند اجازت مرا بسیر وسفر ۔ نسیمِ خاکِ مصلّٰی وآبِ رکنا باد (دیوان)

ترجمہ :۔ خاکِ مصلّٰی اور رکنا باد کا پانی مجھے سیر اور سفر کی اجازت نہیں دیتے ہیں

شیراز وآبِ رکنی وآں بادِ خوش نسیم ۔ عیبش مکن کہ خالِ رُخِ ہفت کشور ست

ترجمہ :۔ شیراز اور رکنا باد کا پانی اور یہاں کی بہترین نسیم کو برا نہ کہو کیوں کہ یہ ساتوں اقلیم کے رخ کا تل ہے

خاکِ مصلّٰی :۔ ایک خوشنما مرغزار جو شیراز کے مشرقی سمت میں دو میل کے فاصلے پر ہے۔جہاں ہمیشہ قدرتی سبزہ کا فرش بچھا رہتا ہے۔

رکنا باد یا نہر رکنی :۔ ایک نہر جس کو رکن الدین دیلمی نے نکالا تھا۔(اب اس نہر کا برائے نام نشان باقی ہے۔) پانی نہایت صاف اور شیریں ہے اور جس کا منبع اللہ اکبر ہے۔

اکثر شاعروں نے شیراز کی تعریف میں اشعار اور قصیدے لکھے ہیں۔ لیکن شیراز کو ہر دل عزیز بنانے والے وہی چند اشعار ہیں جو آپ نے اس کی تعریف میں لکھ دیے ہیں۔ آپ عمر بھر اپنے وطن شیراز ہی میں رہے۔ صرف تین سفر کئے پہلا سفر شاہ نصرت الدین کی خواہش پر یزد گئے۔ دوسرا سفر محمود شاہ بہمنی کے اصرار پر جزیرہ ہرمز تک گئے اور کشتی پر سوار ہوے لیکن بحری سفر سے اتنے گھبرائے کہ سفر کا ارادہ ہی ترک کر دیا اور واپس چلے گئے۔ ایک غزل لکھ کر محمود شاہ بہمنی کو بھیج دی۔ جس کا مطلع ہے۔

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد ۔ بہ مے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد

ترجمہ :۔ تھوڑی دیر بھی غم میں بسر کرنا۔ تمام دنیا کے بدلے مناسب نہیں۔ ہماری گدڑی شراب کے بدلے بیچ دو۔ اس سے بہتر قیمت ے لائق نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ پوری دنیا مل بھی جائے تو تھوڑی دیر کے غم سے بہتر قیمت کے لائق نہیں ہے۔ گدڑی شراب میں بک جانے کے لایق ہے۔ تیسرا سفر زندگی کے آخری ایام میں اصفہان گئے یہ شاہ منصور کا زمانہ تھا۔

حب وطن کا جذبہ ہی تو ہے جس کی وجہ سے آپ نے سعدی کی طرح دور دراز مقامات کی سیر و سیاحت نہیں کی۔ اس کے باوجود آپ کے کلام کی شہرت خود آپ کی زندگی میں ایران اور آس پاس کے ممالک یہاں تک کہ ہندوستان کے دور دراز علاقوں یعنی بنگالہ اور دکن تک پہنچ چکی تھی۔ سلطان احمد نے آپ کو بغداد آنے کی دعوت دی۔ ایک غزل لکھ کر بھیج دی۔ اور دعوت کو ٹال دیا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح مینوشیم ۔ بُعدِ منزل نبود در سفرِ روحانی

ترجمہ :۔ اگر چہ ہم دور ہیں لیکن آپ کی یاد میں شراب پیتے ہیں۔ روحانی سفر میں فاصلہ کوئی چیز نہیں ہے

بنگال کے بادشاہ سلطان غیاث الدین نے بنگال آنے کی دعوت دی کہا جاتا ہے کہ یہ دعوت آپ کی وفات کے بعد شیراز پہنچی۔

7.2.5 :۔ ممدوحین

آپ نے قصیدے بھی کہے اور غزلوں میں مدح بھی کی مگر کہیں بھی چاپلوسی سے کام نہیں لیا۔ تعریف میں حد سے زیادہ تجاوز اور مبالغہ نہیں کیا۔ بلکہ سعدی کی طرح اپنے ممدوحین کو پند و نصیحت کا پیام دینے سے بھی باز نہیں رہے۔ جن ممدوحین کے نام کے کلام میں ملتے ہیں وہ یہ ہیں۔ شاہ ابواسحاق۔ شاہ شجاع۔ شاہ نصر الدین یحییٰ۔ حاجی قوام الدین حسن۔ خواجہ قوام الدین۔ شاہ منصور۔ شاہ قطب الدین محمود۔ عماد ابن محمود (قطب الدین محمود کا وزیر) امیر مبارز الدین، زین العابدین وغیرہ۔

شاہ ابواسحاق آپ کا قدردان تھا۔ کئی جگہ اس کی مدح کی ہے اور اسے "جمال چہرۂ اسلام" اور "سپہر علم و حیا" جیسے القاب سے نوازا ہے۔

7.2.6 :- وفات

حافظ کا انتقال ۱۷ ذی الحجہ ۷۹۱ھ میں ہوا۔ آپ کی تدفین آپ کے محبوب مقام خاکِ مصلّٰی (عیدگاہ) میں رکناباد کے پاس ہوا۔ یہیں آپ عام طور پر سیر و تفریح کے لیے جاتے اور محفلیں منعقد کرتے تھے۔ بابر کے زمانے میں محمد معمائی نے آپ کا مقبرہ تعمیر کرا دیا تھا۔ یہ مقام شیراز میں حافظیہ کے نام سے مشہور ہے ایک عام زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ جہاں خود اہلِ شیراز اور دوسرے سیاح زیارت کے لیے ضرور جاتے ہیں۔ کسی نے آپ کی وفات کی تاریخ خاکِ مصلّٰی سے نکالی ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ : نمونہ جوابات

سوال نمبر ۱۔ حافظ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔

سوال نمبر ۲۔ حافظ کے عہد کے چند اہم واقعات پر روشنی ڈالیے

اپنی معلومات کی جانچ :

سوال نمبر ۳۔ حافظ کے ذاتی حالات پر روشنی ڈالیے

سوال نمبر ۴۔ کیا حافظ نے اپنے اشعار سے شیراز کو ہر دل عزیز بنا دیا۔

جواب ۱، ۲ : ان سوالوں کے جواب 7.2.1 اور 7.2.2، 7.2.3، 7.2.4 میں دیکھیے

7.3 : نمونہ امتحانی سوالات

۱۔ حیات حافظ پر ایک جامع نوٹ لکھیے

۲۔ حافظ کے جس طرح تمام شاعرانہ جذبات نہایت بلند تھے، اسی طرح حب وطن کا بھی جذبہ ان میں بہت بلند تھا" ۔اس بیان پر تبصرہ کیجیے۔

۳۔ حافظ کے ممدوحین کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔

۴۔ حافظ کی شہرت اور مقبولیت کے اسباب بیان کیجیے۔

7.4 : خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے آپ کو خدائے سخن حافظ شیرازی کی زندگی کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔اعراض ومقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔آپ کے علم میں آچکا ہے کہ حافظ ایک بلند پایہ اور صف اول کے شاعر کی حیثیت سے سارے عالم میں مشہور ہیں۔نہ صرف ایران بلکہ بغداد، عراق، جنوبی ہند اور بنگالہ تک آپ کی زندگی ہی میں آپ کا نام مشہور ہو چکا تھا۔آپ نے معلومات کی جانچ بھی کی۔نمونہ امتحانی سوالات بھی دیئے گئے اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی بھی۔سفارشی کتب کا حوالہ بھی۔ یقین ہے کہ ان سب سے آپ استفادہ کریں گے۔

7.5 : فرہنگ

جیّد ۔ خالص، خوب، نیک

یدطولیٰ ۔ جس کی تعریف کی جاتی ہے، کسی چیز پر مکمل دسترس رکھنا

نوید ۔ خوش خبری

رَایَت ۔ لشکر کا علم

دلا ۔ اے دل

دیدی ۔ تو نے، دیکھا

سنگین ۔ وزنی، بھاری

لوح ۔ تختی

ہفت ۔ سات

کشور ۔ ملک،ولایت

قدح ۔ بڑاپیالہ

مُصَلّٰے ۔ عیدگاہ

مَنْبَعْ ۔ پانی نکلنے کی جگہ،جھرنا

بُعد ۔ دوری

بِساں ۔ مانند

خال ۔ تِل

دلق ۔ گدڑی

چاردہ ۔ چودہ

عشقت ۔ تیراعشق

7.6 :۔ سفارتی کتب

ا۔ تاریخ ادبیات ایران : ازرضازادہ شفق

ترجمہ : سیدمبارزالدین رفعت

۲۔ مقدمہ دیوانِ حافظ : ازمولانا قاضی سجاد حسین

۳۔ حیاتِ حافظ : ازحافظ محمد اسلم جیراجپوری

۴۔ شعرالعجم : ازعلامہ شبلی

۵۔ نگارستانِ فارس : ازمولانا محمد حسین آزاد

از برجیس سلطانہ

سینئر لکچرر۔شعبۂ اردو، مانا سا گنگوتری، میسور

Unit - 8

Block - 2

اکائی (۸) حافظ شیرازی کا اسلوب

ساخت

8.0 : اغراض ومقاصد

8.1 : تمہید

8.2 : حافظ شیرازی کا اسلوب

8.3 : نمونہ امتحانی سوالات

8.4 : خلاصہ

8.5 : فرہنگ

8.6 : سفارشی کتب

8.0 : اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ حافظ کی غزل گوئی کی خصوصیات کا جائزہ لے سکیں

☆ توحید

☆ شوخی وظرافت

☆ تصوف

☆ عشق

☆ عربیت

☆ دنیا کی بے ثباتی

☆ اصطلاحوں۔ یورپین مصنفین کی رائے سے واقفیت حاصل کریں اور انہیں اپنے طور پر بیان کرسکیں۔

اپنے طور پر بیان کر سکیں۔

8.1 :- تمہید

گزشتہ اکائی میں آپ نے حافظ کا نسب، تعلیم، عہد، شیراز سے محبت، شہرت اور وفات کا خصوصی مطالعہ کیا۔ اب اس اکائی میں ہم آپ کو حافظ کے اسلوب سے تفصیلی طور پر واقف کرا ئیں گے۔ اسلوب ایک ایسا مظہر ہے جس کی حقیقت کو ہم شخصیت کی حقیقت پر قیاس کر سکتے ہیں اسلوب شخصیت کا مظہر ہے یا اسلوب ہی شخص ہے۔ اچھا غزل گو شاعر ایک خاص اسلوب کا مالک ہوتا ہے۔ اسلوب میں اس کے عناصر ترکیبی نمایاں اور جاذب نظر ہوتے ہیں۔ شاعری کا اصلی راز اسلوبِ بیان میں مخفی ہے۔ شاعری تشبیہ، استعارہ، الفاظ کی نزاکت، لفظی رعایت اور صنائع وبدائع کا نام نہیں ہے۔ یہ سب شاعری کی اضافی زیب وزینت ہیں۔ حافظ فطری شاعر ہیں۔ اپنے حقیقی جذبات کو مجازی استعاروں اور تشبیہوں میں ادا کرتے ہیں۔ آپ کا کلام شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ غزل گوئی کے سر دِمیدان ہی نہیں بلکہ بادشاہ ہیں۔ آپ کی کل کائنات صرف ایک ''دیوان'' ہی ہے۔ جس میں عشق ومعرفت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ آپ کیفیات اور جذبات کا نقشہ خوب کھینچتے ہیں۔ شاعری اسی کو کہتے ہیں کہ جذبے کی ایسی تصویر کھینچی جائے کہ الفاظ سے شاعرانہ جذبہ اس طرح صاف نظر آئے جیسے سفید شیشے میں ارغوانی شراب دور سے جھلکتی ہے۔ آپ واردات قلب کے شاعر ہیں۔ حافظ کے کلام کی نمایاں خصوصیات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

8.2 :- حافظ شیرازی کا اسلوب

ایران اپنی تاریخ، تہذیب اور ثقافت کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ اہل ایران کو حسن اور آرٹ سے گہری دلچسپی ہے۔ اس علمی سرزمین میں عالم، فلاسفر، صوفی، شاعر اور آرٹسٹ پیدا ہوئے ہیں۔ جن کو اپنی انفرادی خصوصیات کی وجہ سے تاریخ کے صفحات پر نمایاں مقام حاصل ہے۔ شاعری تو گویا ایران کے حصے میں آئی ہے اور اس ملک نے سینکڑوں شاعر پیدا کئے ہیں۔ تاہم ان میں سے چار کو آفاقی شہرت حاصل ہے۔ فردوسی، سعدی، حافظ اور خیام۔ جن کے کلام کے تر

اور قدر و منزلت ہوئی ہے۔ فارسی زبان میں ان کے زمانے سے لیکر آج تک ان کا سکہ چلتا ہے آئندہ بھی ان کی عزت و عظمت میں کوئی کمی نہ آئے گی۔ بلکہ مرور زمانہ کے ساتھ ان کے کلام کی قدر و قیمت بڑھتی ہی جائیگی۔ ظاہر ہے کہ ان کا کلام زماں و مکاں کی قید سے آزاد ہے اور اسی لئے اس کو کلاسیک کہا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک معاصر عالم حافظؔ سے ہمیشہ یہ خواہش کرتے رہے کہ اپنا کلام مجموعہ کی شکل میں مرتب کر دیں مگر حافظ نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آپ اپنے کلام کو کوئی بڑا کارنامہ نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد ایک معتقد محمد گل اندام نے آپ کا دیوان مرتب کیا جو اسی تر تیب اور شکل میں آج بھی موجود ہے۔ اس دیوان میں سینکڑوں غزلیات کے علاوہ چند افراد (۲۸) متعدد رباعیات (۷۹) چند قطعات (۴۷) ایک مخمس ایک مسدس، مثنوی، پانچ قصیدے، ایک ترکیب بند، ایک ترجیع بند اور چار ساقی نامے ہیں۔ آپ نے ان تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی لیکن آپ کی عظمت کا دارو مدار آپ کی غزلیات پر ہے۔

حافظؔ کی غزل عارفانہ ہے یا رندانہ اس کا کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ دونوں طرح کے مطالب نکالے جا سکتے ہیں۔ آپ قرآن مجید کے حافظ اور پرہیز گار آدمی تھے۔ چونکہ اس زمانے میں شراب اور شاہد بازی کا بازار گرم تھا۔ غالباً آپ نے اپنے عرفانی مطالب کے اظہار اور صوفیانہ مسائل کی ترجمانی کے لیے اصلاحوں سے کام لیا ہو گا۔

حافظؔ نے اپنے کلام میں چند نرالی اصطلاحات وضع کی ہیں، یہ اصطلاحیں آپ کی طبع زاد ہیں۔ نہ آپ سے پہلے کسی کے یہاں ان کا پتہ چلتا ہے نہ آپ کے بعد کسی نے ان کو استعمال کیا ہے۔ آپ نے ان سے مخصوص معنوں کی تعبیر کی ہے۔ یہ اصطلاحات آپ کے کلام میں کثرت سے ملتی ہیں اور ان سے عرفانی معانی اور مطالب ہی نکالے جا سکتے ہیں مثلاً پیر، پیر مغاں، مغاں، مغبچہ، خرقہ، زنار، صومعہ، شاہد، زاہد، طامات، خرابات۔ کنشت، طلسمات، سالوس ہاتف، گراناں، رطل گراں، دیرہ وغیرہ وغیرہ

حافظ کے کلام میں مے اور میکدے کے مضامین تو اتنی کثرت سے ملتے ہیں کہ آپ کی شاعری کو خمریہ کہنے پر آدمی مجبور ہوتا ہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر مے سے شرابِ انگور اور میکدہ سے رندوں کی عشرت گاہ کے معنی بھی لئے جائیں تو بھی عرفانی مطالب ہی برآمد ہوتے ہیں۔ شراب سے مراد وہ تازیانہ ہے جس سے حافظ ریاکار اور فریبی زاہدوں کی پردہ دری کا کام لیتے ہیں۔ مے خواری سے جگہ عالم صفا' بے ریائی اور بے خودی مراد ہے۔ آپ کا عشق، عشق حقیقی ہے۔ ہوس پرستی نہیں۔ آپ ریاکاری کو ہوس پرستی سے بڑا گناہ قرار دیتے ہیں کیونکہ ریاکاری خدا کی مخلوق کو گمراہ کرتی ہے اور ہوس پرستی فقط اس شخص کی ذات تک محدود رہتی ہے۔ مثلاً

دلا دلالتِ خیرت کنم براہِ نجات ۔ مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش

ترجمہ :۔ اے دل! نجات کے راستہ پر میں تیری نیک رہنمائی کرتا ہوں۔ فسق پر فخر نہ کر اور زہد فروشی بھی نہ کر زاہدِ ریاکار اور صوفیانِ ظاہر دار کے تو آپ سخت مخالف ہیں اور ان کی ظاہرداری اور ریاکاری کا پردہ چاک کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں

حافظؔ ایں خرقہ بینداز مگر جاں ببری ۔ کآتش از خرمنِ سالوس و کرامت برخاست

ترجمہ :۔ حافظؔ یہ گدڑی اتار پھینک' شاید جان بچالے۔ اس لیے کہ مکر اور کرامت کے خرمن سے آگ بھڑک اٹھی ہے۔

8.2.1 :۔ توحید

توحید حافظ کے کلام کی جان ہے۔ آپ نے اپنے کلام میں جا بجا توحید کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے اور اختلاف و نفاق کی برائی کا بیان کیا ہے۔ آپ کی نظر میں کائنات کی حقیقت ایک خدا کی ذات ہے اور دنیا میں ہر طرف جلوہ گر ہے۔ وہ ہر چیز میں موجود ہے اور قلب انسانی اس کا مقام ہے لیکن آدمی اس سے بے خبر ہے۔ اسے جاننے کے لئے باطن پر توجہ' روح اور نفس کی پہچان، پیرو مرشد کی رہبری اور خدا کی تائید کی

ضرورت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں

سالہا دل طلبِ جامِ جم از مامی کرد ۔ آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا می کرد

ترجمہ :۔ سالوں سے دل ہم سے جامِ جم مانگتا رہا۔ جو کچھ خود اس کے پاس تھا، غیر سے مانگتا رہا۔ یعنی دل خود جام جمشید ہے۔

بیدلے در ہمہ احوال خدا با او باد ۔ اونمی دیدش واز دور خدارا می کرد

ترجمہ :۔ ایک بیدل، خدا تمام میں اس کے ساتھ تھا، وہ اس کو نہیں دیکھتا' اور دور سے خدا خدا کہتا تھا، یعنی ایک بیدل جس کو خدا نظر نہیں آرہا تھا، وہ دور سے خدا کو پکار رہا تھا، حالانکہ خدا اس کے ساتھ تھا۔

اس غزل میں جس کا مطلع سالہا دل طلب...... ہے۔ اپنے اِسی عقیدہ کا اظہار کیا ہے آپ ساری کائنات کی وسعت میں وحدت کا نظارہ کرتے ہیں۔ اسی لیے کثرت عالم، اختلاف ادیان ومذاہب، جنگ وجدل، بیہودہ اور دورازکار بحثوں سے بے زار ہیں چنانچہ کہتے ہیں

جنگ ہفتاد و دوملت ہمہ را عذر بنہ ۔ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

ترجمہ :۔ (۷۲) بہتر ملتوں کے اختلاف کو معذور سمجھ، چونکہ انہوں نے حقیقت نہیں دیکھی، افسانہ کے راستے پر چل پڑے یعنی جس قدر ملتوں والے ہیں وہ اختلاف میں معذور ہیں چونکہ حقیقت کو نہیں پہونچے لہذا باہم مختلف ہیں

اپنی معلومات کی جانچ : نمونہ جوابات

سوال نمبر ا۔ ''توحید حافظ کے کلام کی جان ہے''۔ اس قول کی وضاحت کیجیے

سوال نمبر ۲۔ حافظ کو ریاکار زاہدوں سے نفرت کیوں تھی

جواب ا ، ۲ : ان سوالوں کے جواب 8.2.1 اور 8.2 میں دیکھیے

آپ شریعت کی اندھی پابندی اور ظاہر داری کی بھی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ آپ ترکِ دنیا کے بھی مخالف ہیں۔آپ کے خیال میں رضائے الٰہی کے ساتھ دنیا داری کرنا اور زندگی کے مزے لینا بھی نیکی اور کارِثواب ہے۔ یہ دنیا خدا نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہے اور اس کی لذتوں سے کنارہ کشی مشیت الٰہی کے برخلاف ہے ۔دنیاداری کے ساتھ روحانی اور عرفانی ارتقا کی منزلیں بھی طے کرنی چاہئیں، چنانچہ کہتے ہیں۔

دانی کہ چیست دولت دیدار یار دیدن ۔ درکوئے او گدائی برخسروی گزیدن

ترجمہ :- تو جانتا ہے کہ یار کے دیکھنے کی دولت کیا ہے۔اس کے کوچہ کی گداگری کو بادشاہت پر ترجیح دینا ہے۔یعنی یار کے دیدار سے ایسی دولت حاصل ہو جاتی ہے کہ عاشق یار کے کوچہ کو بادشاہی پر ترجیح دیتا ہے۔

گہہ چوں نسیم باگل رازِ نہفتہ گفتن ۔ گہ سرِّ عشق بازی از بلبلاں شنیدن

ترجمہ :- کبھی نسیم کی طرح پھول سے چھپے راز کہنا۔کبھی عشق بازی کے راز بلبلوں سے سننا یعنی نسیم پھول کے کان میں راز کی باتیں کہتی ہے،بلبل چہچہا کر عشق کے راز بیان کرتی ہے۔

فرصت کو غنیمت سمجھنا اور دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں آپ کی غزلیں سب سے زیادہ موثر ہیں۔ یہ غزل جس کا مطلع ہے دانی کہ چیست ...... اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

822 - سلاست

سلاست سے مراد یہ ہے کہ کلام آسان اور سلیس ہو۔ مشکل مضامین بھی مانوس، عام فہم اور مختصر عبارت میں ادا ہوں۔

حافظؔ کی زبان سادہ اور شیریں ہے۔ فصاحت اور بلاغت درجۂ کمال کو پہنچی ہو ئی ہے۔اسلوب اور طرز بیان میں تاثیر کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ ہر بات گویا دل میں

اتر جاتی ہے۔ایجاز اور اختصار ایسا با کمال ہے کہ مختصر سے الفاظ میں بڑے بڑے اور وسیع مطالب کامیابی کے ساتھ ادا کر دیتے ہیں کلام میں ایسا خلوص ہے کہ ہر بات دل سے نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ حافظ نے نزاکتِ خیال اور باریک بینی کا حق ادا کیا ہے۔ چنانچہ زبان و بیان اور معانی و مطالب کے حسن و کمال نے ایسا شیریں لحن پیدا کر دیا ہے جو شاید ہی کسی اور شاعر کے یہاں ملتا ہے۔

8.2.3 شوخی و ظرافت

آپ تو یہ جانتے ہیں کہ حافظ ریا کار زاہدوں اور ظاہر دار صوفیوں کے سخت مخالف ہیں سعدی نے بھی اپنی تصنیفات میں ان کی ریا کاری کا پردہ چاک کیا ہے مگر آپ نے اس کو انتہا پر پہنچا دیا کہتے ہیں

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند ۔ چوں بخلوت میروند آں کارِ دیگری می کنند

ترجمہ :۔ یہ واعظ جو کہ محراب اور منبر پر جلوہ گری کرتے ہیں۔ جب تنہائی میں جاتے ہیں تو وہ دوسرا کام کرتے ہیں۔ یعنی علماء ظاہر محراب و منبر پر تو پند و نصیحت کی باتیں کرتے ہیں لیکن خلوت میں جا کر خلافِ شریعت کام کرتے ہیں۔

یہ حافظ کا بہت ہی مشہور شعر ہے۔ زبان زد خاص و عام ہے کہ اشارے میں کتنی شوخی ہے یعنی'' وہ کام'' کام کیا ہے نہیں بتاتے، کام کے بارے میں اشارہ کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے اس کام کا نام بھی لینا پسند نہیں کرتے۔

صوفی کی حالت کو اپنی حالت کے پردے میں بیان کرنا اعلیٰ درجے کی ظرافت ہے دیکھئے آپ اس کو کس طرح ادا کرتے ہیں

من ایں مُرقّعِ پشمینہ بہر آں دارم ۔ کہ زیرِ خرقہ کشم مے کس ایں گماں نبرد

ترجمہ :۔ اُون کی یہ گدڑی میں اس لیے پہنتا ہوں کہ اس کے نیچے شراب چھپا کر پیوں اور کسی کو گمان بھی نہ ہو۔

مشکلے وارم زدانشمندِ مجلس باز پرس ۔ توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتری کنند

ترجمہ :۔ مجھے ایک مشکل درپیش ہے ذرا محفل کے عقل مند سے پوچھ دو کہ جو لوگ توبہ کا حکم دیتے ہیں وہ خود توبہ کیوں نہیں کرتے۔ یعنی یہ علماء دوسروں کو توبہ کرنے کے لیے تلقین کرتے ہیں لیکن خود ان کو توبہ توفیق نہیں ہوتی۔ اس شعر جدت کے ساتھ بے انتہا شوخی اور ظرافت بھی ہے۔

8.2.4 ۔غزل گوئی حافظ شیرازی بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ فارسی غزل کو آپ نے ایک نیا رنگ و آہنگ بخشا اور اسے کمال تک پہنچا دیا کہ کوئی آج تک ان کی ہمسری نہ کرسکا۔ پہلے قصیدے کا رواج تھا' سعدی نے غزل کا بازار گرم کیا اور سادہ عاشقانہ غزلیں کہیں۔ آپ نے غزل میں صوفیانہ اور فلسفیانہ مطالب پیدا کر کے اسے اور بلند کر دیا۔ بہر حال آپ کو صوفی شاعر ہی قرار دیا جاتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو جو مضامین آپ سے قبل شیخ فرید الدین عطار' مولانا جلال الدین رومی' شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے اپنے اپنے رنگ میں بیان کئے تھے۔ حافظ نے ان کو اپنے رنگ میں رنگ کر اپنی شیریں غزلوں میں اختصار کے ساتھ پیش کیا اور ان کو انتہائے کمال پر پہنچایا۔ یوں آپ کی ہر غزل کا مطلع عموماً عارفانہ ہوتا ہے۔

حافظ کے کلام میں تشبیہ' استعارہ اور کنایہ کے علاوہ صنائع مثلاً ایہام، مراعات النظیر، تجنیس وغیرہ کا استعمال بڑے سلیقے سے ملتا ہے۔ آپ کے کلام میں یاس و حرمان کو کوئی جگہ نہیں بلکہ شوق حیات، بلند ہمتی اور امید کی روشنی جلوہ گر ہے۔ آپ مصائب اور حوادث کا مقابلہ سینہ سپر ہو کر کرتے ہیں۔

حافظ کا عقیدہ ہے کہ خدا قادر مطلق ہے۔ انسان کو زندگی میں جو رنج و راحت ملتی ہے وہ اسی کی طرف سے ہے۔ انسانی اعمال بھی اسی کی مرضی سے صادر ہوتے ہیں۔ خدا کے ساتھ اس مضبوط تعلق کا نتیجہ ہے کہ آپ کی فکر وسیع' نظر جہاں بیں اور دقیقہ رس، ہمت عالی اور تخیل بلند ہے۔

8.2.5 :۔ حافظ کے کلام کے بارے میں مختلف اہل کمال کی رائے

مولانا جامی نے آپ کو"لسان الغیب" اور "ترجمان الاسرار" کا لقب دیا ہے۔ مولانا سودی لکھتے ہیں کہ "حافظ کا کلام نہایت لطیف اور پاکیزہ ہے وہ آب حیات میں نہایا ہوا ہے"۔

حارلس اسٹورٹ لکھتا ہے کہ "حافظ ایران کے تمام شاعروں میں فطری جذبات کا سب سے زیادہ راز دان ہے اس کا کلام صرف کلام الٰہی سے کم درجہ کا اور باقی سب سے بہتر خیال کیا جاتا ہے وہ سادہ اور لطیف ہے۔ تصنع اور خود پسندی سے پاک ہے، بعض اشعار میں جو فخر و مباہات کی جھلک نظر آتی ہے ان کو خود پسندی نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ سخن گسترانہ شو خیاں ہیں"۔

بکنل نے آپ کی تعریف اسطرح کی ہے کہ" حافظ زندہ دلی کے ساتھ عشق و محبت کے جذبات بیان کرتا ہے اس کا فطری اور برجستہ کلام، دل آویز تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھ دنیا کے علم و ادب میں ایک نہایت ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ اس کے کلام میں گو بے انتہا آزادی اور خوشی ہے مگر کہیں الحاد کا رنگ نہیں پایا جاتا...... اس پر جس طرح ایشیا شیدا ہے اسی طرح یورپ بھی مفتون ہے۔

گوراو سلے کا قول یہ ہے کہ "حافظ کا کلام نہایت صاف اور سادہ، شیریں اور ترنم ریز ہے، وہ مخفی جذبات اور حقیقی اسرار سے لبریز ہے، مگر ان سب سے بڑھ کر اس کا وہ بلند اسلوب بیان ہے جس کی برابری آج تک کسی سے نہ ہو سکی"

کپتان کلارک نے حافظ کے دیوان کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور مشکل اشعار کی تشریح بھی کی ہے۔ آپ کے کلام کے بارے میں اس کی رائے یہ ہے کہ" دنیا کے کسی ملک میں بھی کوئی ایسا عالی دماغ اور طباع شاعر نہیں پیدا ہوا۔ اس کے اشعار لطافت، سادگی، غیر معمولی شاعرانہ رنگینوں اور زبردست جذبات سے لبریز ہو۔ اس کے شعروں کی روانی اور سلاست پڑھنے والوں کو خواہ وہ زاہد ہو یا رند مسرور کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ان کا اسلوب بیان بے عیب و دل نشیں اور نہایت بلیغ ہے۔ وہ زمانے کا انقلاب، دنیا کی بے ثباتی، ریا کاری کا فریب دکھاتا ہے۔ خالق کی عظمت، جوانی کی خوشی، مذہب کی وسعت اور محبت کی خوبیاں

بیان کرتا ہے۔اس کے اشعار دلکش، بے نظیر اور لا ثانی اسلوب بیان رکھتے ہیں۔اس کی غزلیں پست ہمتی اور خود پسندی سے مبرا ہیں۔ان کا طرز ادا بے انتہا انوکھا ہے اور وہ مصنوعی ظرافتوں، مشکل بندشوں اور بعید از قیاس استعاروں سے پاک وصاف ہیں ان میں سوز بھی ہے اور شوق ہے اور شکایت بھی جس طرح وہ ولولہ انگیز ہیں اسی طرح پر تمکنت ہیں۔اس کے تمام کلام میں ایک جدت کی روح ہے۔جدت جو اہل کمال کا خاصہ ہے۔اس کے اندر اس قدر ہے کہ لوگ اس کو مبہم خیال کرتے ہیں۔وہ تصنع اور بناوٹ سے سخت نفرت کرتا ہے کسی شعر سے ایک لفظ کا گھٹانا حسن کا کم کر دینا ہے اس کا ہر ہر شعر جادو ہے۔زبان صاف ستھری، شیریں اور خوش گوار ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ نمونہ جوابات

سوال نمبر۳۔ حافظؔ کی شوخی وظرافت پر روشنی ڈالیے

سوال نمبر۴۔ حافظؔ کے کلام کے تعلق سے مختلف اہلِ کمال کی رائے کیا ہے۔

جواب ۳ ، ۴ : ان سوالوں کے جواب 8.2.3اور 8.2.5 میں دیکھئے

8.2.6 :- تصوف واخلاق

عالم موجوات کی حثیت اور اس کے اسرار کا علم انسان کی عقل کی دسترس سے بالاتر ہے اس کا پتا صرف تصوف سے لگایا جا سکتا ہے۔اس لیے کہ روحانی ریاضت اور باطنی مجاہدہ سے دل کا آئینہ صاف ہو جاتا ہے اور اس میں کائنات کے اسرار کا عکس دکھائی دینے لگتا ہے۔کسی کتابی علم سے یا فلسفہ سے اس کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔حافظ کہتے ہیں

بشوی اوراق اگر ہمدرسِ مائی　　　　که علم عشق در دفتر نه باش

ترجمہ :۔ اگر تم ہمارے ہم سبق ہونا چاہتے ہو تو کتابوں کو دھوڈالو، کیوں کہ تصوف

کا علم (عشق کا علم) کتابوں میں نہیں ہوتا۔ یعنی درسِ عشق مُصحفِ معشوق سے حاصل کیا جاتا ہے۔

جمال یار ندارد نقاب و پردہ ولے ۔ غبارِ رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

ترجمہ :۔ یار کا حسن بالکل بے نقاب اور بے پردہ ہے، راستے سے غبار صاف کر دو تو نظر آنے لگے گا۔ یعنی جمال یار تو بے پردہ ہے لیکن غبارِ راہ دیکھنے میں حائل ہے۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ اگر انسان ہمت کرے تو معشوق کا جلوہ نظر آ جاتا ہے۔ اس کا ملنا ناممکن نہیں ہے۔ غبار راہ سے مراد خودی ہے۔ خودی کو مٹانے سے خدا نظر آئے گا یعنی جمال یار بے حجاب نظر آئے گا۔ چنانچہ کہتے ہیں

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست ۔ تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

ترجمہ :۔ عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی شئے حائل نہیں ہے۔ اے حافظ! تو اپنا پردہ آپ بنا ہوا ہے، درمیان سے اٹھ جا یعنی انسان کی خودی ایک پردہ ہے اٹھ جائے تو وصال میسر آ جاتا ہے۔

آپ بھی جانتے ہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ یہ شرف اس کو کیوں ملا۔ اس کی وجہ عموماً یہ بتاتے ہیں کہ جمادات، نباتات اور حیوانات میں عقل نہیں ہے اور نہ ہی بول سکتے ہیں۔ اس لیے انسان سب سے برتر ہے۔ انسان کو یہ شرف اس کی انسانیت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ انسانیت کا محرک عشق حقیقی ہے۔ انسان میں جو مادّی کثافتیں ہیں ان کو پاک کرنے کا ذریعہ صرف عشق ہے۔ یہی وہ بھٹی ہے جس میں اس کی تمام کثافتیں جل جاتی ہیں اور وہ اس آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔ یعنی انسان بن جاتا ہے۔ یہ شرف فرشتوں کو بھی حاصل نہیں ہے حالؔی نے کیا خوب کہا ہے۔ فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان بننا۔ یہ بات سو فی صدی صحیح ہے۔ عشق کی منزل بڑی کٹھن ہے۔ تمام خواہشات اور جذبات کو قربان کرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر انسان، انسان ہوتا ہے۔ حافظ نے اپنے کلام میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جو لوگ تصوف سے واقف ہیں وہی آپ کی شاعری کو سمجھ سکتے ہیں کہتے ہیں

جلوۂ کرد رخش دید ملک عشق نداشت ۔ عین آتش شد ازیں غیرت و برآدم زد

ترجمہ :۔ تیرے چہرے نے جلوہ دکھلایا، دیکھا کہ فرشتہ میں عشق کا جذبہ نہیں ہے۔اس غیرت سے آگ کا شعلہ بن گیا اور یہ آگ آدمؑ میں لگادی یعنی فرشتوں میں عشق کا مادہ نہ تھا تو معشوق کو غیرت آئی اور آتشِ عشق کو انسانوں پر مسلط کردیا۔

کسی کی برائی بیان کرنے سے انسان کے صاف دل پر رنگ بیٹھ جاتا ہے۔محبت کا عنصر ختم ہوجاتا ہے اور بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں جیسے خود بینی تکبر،تحقیر وغیرہ۔کہتے ہیں

عیب درویش و تونگر بہ کم و بیش بدست ۔ کارِ بد مصلحت آنست کہ مطلق نہ کنیم

ترجمہ :۔ امیر اور غریب کسی کی عیب گیری کم ہو یا زیادہ بری بات ہے اور مناسب تو یہی ہے کہ ہم برائی کا کام بالکل نہ کریں یعنی خواہ کوئی مالدار ہو یا فقیر کسی پر بھی عیب لگانا درست نہیں۔

جس شخص کے اندر محبت کا مادہ ہوتا ہے اس کے خلاف پسندیدہ ہوتے ہیں۔محبت ہی بزرگوں کی اخلاقی خوبیوں کی جڑ ہے،محبت ایک ایسی تلوار ہے جس سے تمام برائیوں کی گردن کاٹی جاسکتی ہے۔یہی وہ اخلاقی تعلیمات ہیں جن کا ذکر آپ نے اپنی غزلوں میں کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

وفا کنیم وملامت کشیم وخوش باشیم ۔ کہ در طریقت ما کافری ست رنجیدن

ترجمہ :۔ہم وفا کرتے ہیں،ملامت سنتے ہیں اور خوش رہتے ہیں، کیوں کہ ہماری طریقت (مذہب میں کسی سے رنجیدہ ہونا کفر ہے۔

8.2.7 ۔ عربی دانی

آپ تو جانتے ہیں کہ حافظ نے تفسیر کشاف پر ایک حاشیہ لکھا تھا۔ آپ کے دیوان میں عربی کے اشعار ملتے ہیں۔جن سے آپ کی عربی دانی کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن شریف کی آیتوں،حدیثوں اور ضرب الامثال کا استعمال آپ نے بہت خوب کیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں

شبِ قدر ست و طے شد نامۂ ہجر ۔ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

ترجمہ :۔ شب قدر ہے اور ہجر کا نامہ لپیٹ گیا ہے یعنی وصل کی رات ہے اور ہجر کا زمانہ گزر گیا۔وہ سلامتی ہے جب تک فجر طلوع ہو یعنی صبح ہونے تک امن ہے شب قدر کی فضیلت یہ ہے کہ فجر کے طلوع ہونے تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔

8.2.8 :۔ آپ کے کلام میں صنائع و بدائع کثرت سے ہیں۔ یہ ضائع و بدائع آپ کی شاعری کا زیور بن گئے ہیں مثلاً

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی ست ۔ اسیرِ بندِ تو از ہر دو عالم آزاد ست

ترجمہ :۔ تیرے کوچہ کا گدا تمام (آٹھ) جنتوں سے بے نیاز ہے۔ تیرے قید کا قیدی، دونوں جہاں سے آزاد ہے۔

گدا اور مستغنی، اسیر و آزاد، یہ متضاد الفاظ ہیں۔اس شعر میں صنعتِ تضاد ہے۔

8.2.9 :۔ دنیا کی بے ثباتی :۔ آپ کو دنیا کی بے ثباتی کا شدید احساس تھا۔ آپ کا خیال تھا کہ اس احساس کو صرف مستی اور سر شاری کے ذریعے سے دور کیا جا سکتا ہے۔ کہتے ہیں

حاصلِ کارگہِ کون و مکاں ایں ہمہ نیست
بادہ پیش آر کہ اسبابِ جہاں ایں ہمہ نیست

ترجمہ :۔ یہ سب کچھ کون و مکاں کے کارخانہ کا خلاصہ نہیں ہے، شراب لا اس لیے کے دنیا کے اسباب، یہ سب کچھ نہیں ہیں۔یعنی عشق کے علاوہ دنیا کی ہر شئے فانی ہے

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ حافظ کے زمانہ میں شیراز اور فارس آماجگاہ فتنہ و فساد بن گئے تھے کبھی کبھی ان واقعات پر آپنے روشنی ضرور ڈالی ہے لیکن آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے بہت پریشان ہوئے تو کہہ دیا

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

یہ کیا شور ہے جو میں دور قمر میں دیکھتا ہوں تمام جہاں کو فتنہ و شر سے پُر دیکھتا ہوں

احوال زمانہ کے تغیر پر آپ نے یہ بہترین غزل کہی ہے

آپ کی غزلوں میں برے اور بھلے حالات و واقعات کا ذکر بھی موجود ہے جس سے اس زمانے کی تاریخ اور تہذیب کا پتہ چلتا ہے آپ نے اپنی غزلوں میں بادشاہوں کا مدحیہ ذکر کیا ہے۔ بہر حال آپ اپنی غزل گوئی میں پناہ لیتے ہیں، فرماتے ہیں۔

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است   صراحیٔ مئے ناب وسفینۂ غزل ست

ترجمہ: اس زمانہ میں کوئی دوست خرابی سے خالی ہے تو وہ خالص شراب کی صراحی اور غزل کی کتاب ہے یعنی مخلص دوست صراحی اور شاعری کے علاوہ کوئی نہیں ہے

8.2.10 آپ کے دیوان کا ایک اہم استعمال یہ رہا ہے کہ اس سے فال نکالی جاتی ہے۔ اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں نے دیوان حافظ سے فال لی ہے۔ جیسے اکبر، ہمایوں، جہانگیر اورنگ زیب وغیرہ اس بناپر حافظ اور دیوان حافظ کو ''لسان الغیب'' کہا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے کلام کے متعلق صحیح فرمایا ہے

زحافظان جہاں کس چو بندہ جمع نہ کرد   لطایف حکماء با کتاب قرآنی

8.3 :- نمونہ امتحانی سوالات

۱۔ حافظ کو خدائے سخن کیوں کہا جاتا ہے

۲۔ حافظ کی غزل گوئی کی اہم خصوصیات تحریر کیجئے

۳۔ حافظ کے شوخی و ظرافت پر روشنی ڈالیے

۴۔ حافظ کے کلام کی شہرت اور مقبولیت کے اسباب بیان کیجئے

8.4 :- خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے آپ کو حافظ شیرازی کے اسلوب کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اغراض و مقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ایران میں فارسی غزل عروج کمال کی منزل تک پہنچتے پہنچتے ہر قسم اور ہر رنگ کے مضامین کو اپنے دامن میں جگہ دے چکی تھی۔ غزل کے لغوی معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا، حسن و جوانی، عشق و دل کا افسانہ سنانا، غزل کبھی بھی محدود معنوں میں عورتوں سے باتیں

کرنے'' پر موقوف نہیں رہی۔ ابتدا ہی سے عشق و عاشقی کے مضامین کے ساتھ رندانہ، خمریاتی، بہاریہ، وصفیہ، فکری و تصوری، اخلاقی و اعتقادی وغیرہ مضامین کو بھی دخل حاصل رہا۔ غزل زندگی کے ہر رخ اور زمانے کے ہر کیف و کم کو ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ فارسی غزل کو اس عروج پر پہنچانے والے کوئی اور نہیں حافظ شیرازی ہیں۔ اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی۔ نمونہ امتحانی سولات بھی دیئے گئے اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی بھی۔ اور سفارشی کتب کا حوالہ بھی۔ یقین ہے کہ ان سب سے آپ استفادہ کریں گے،

8.5 ۔ فرہنگ

خرقہ ۔ گدڑی (فقیروں کا لباس)

زنار ۔ جنیو

صومعہ ۔ نصاریٰ کا عبادت خانہ (چرچ)

رِطل گراں ۔ شراب کا بڑا پیالہ

سالوس ۔ فریبی، مکار

کنشت ۔ بتخانہ، آتش کدہ یہود اور نصاریٰ کا عبادت خانہ

خرابات ۔ شراب خانہ

مغاں ۔ مغ کی جمع آتش پرست لوگ

مشیت الٰہی ۔ حق تعالیٰ کی مرضی

دقیقہ ۔ پوچھنا

ہمت ۔ ارادہ، فکر، غم، دعا

گزیدن ۔ دانت سے کاٹنا، ڈنک مارنا

گفتن ۔ کہنا

باز پرس ۔ پوچھنا

شنیدن ۔ سننا

نہفتہ ۔ چھپایا ہوا

زدند ۔ وہ مارتا ہے یا مارے گا

دیدش ۔ اس کو دیکھ

خلوت ۔ تنہائی

ایجاز ۔ مختصر کرنا

لحن ۔ اچھی آواز

گہ ۔ گاہ کا مقفف، جگہ، وقت

ہاتف ۔ آواز دینے والا

مباہات ۔ فخر کرنا، ناز کرنا

8.6 :۔ سفارتی کتب

۱۔ تاریخ ادبیاتِ ایران ۔از رضا دہ شفق ترجمہ از سید مبارز الدین رفعت

۲۔ مقدمہ دیوانِ حافظ ۔ از مولانا قاضی سجاد حسین

۳۔ حیات حافظ ۔ از حافظ محمد اسلم جیراجپوری

۴۔ حافظ اور اقبال ۔ از یوسف حسین خاں

۵۔ شعرالعجم ۔ از علامہ شبلی

۶۔ نگارستانِ فارس ۔ از مولانا محمد حسین آزاد

از برجیس سلطانہ

سینیر لکچرر۔ شعبۂ اردو۔ مانسا گنگوتری، میسور

M.A previous

Persian Language and Literature

Unit : 9

Block : 3

حافظ کی غزلیں

ردیفِ تائے فوقانی

ساخت

9.0 :- اغراض ومقاصد

9.1 :- تمہید

9.2 :- متن پانچ غزلیں(۱ تا ۵)

9.3 :- متن کا ترجمہ

9.4 :- صنف سخن غزل

9.5 غزل کی تشریح

9.6 :- خلاصہ

9.7 :- نمونہ امتحانی سوالات

9.8 :- فرہنگ

9.9 :- سفارشی کتب

9.0 :- اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ فارسی غزل کا عمومی جائزہ لے سکیں

☆ اس اکائی میں شامل حافظ کی پانچ غزلوں کا ترجمہ اور تشریح کر سکیں۔

9.1۔ تمہید

گزشتہ دو اکائیوں میں یعنی اکائی نمبر ۷ اور ۸ میں حافظ شیرازی کی حیات اور ان کے اسلوب کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ نہ صرف حافظ کی حیات کے مختلف اور اہم گوشوں سے روشناس کروایا بلکہ ان کے اسلوب کی گونا گوں خصوصیات پر بحث بھی کی گئی ہے اب اس اکائی میں ہم آپ کو فارسی غزل کے بارے میں واقف کرائیں گے۔ غزل کے اشعار کا ترجمہ کیا جائے گا اور تشریح بھی کی جائے گی۔ فارسی غزل کے بارے میں بحث کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ اس پس منظر کے بغیر آپ حافظ کے کلام کو سمجھ نہیں پائیں گے کیونکہ فارسی غزل کا عشق مجازی بھی ہے اور حقیقی بھی اور دونوں عشق کے لوازم ہیں۔ عشق مجازی کے بغیر عشق حقیقی کا حصول ایک بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ حافظ کے کلام میں عشق مجازی اور عشق حقیقی دونوں کا بیان ملتا ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا مشکل امر ہے۔ اور آخر میں اس اکائی کا خلاصہ بھی پیش کیا جائے گا۔

9.2۔ متن کی پانچ غزلیں

<u>پہلی غزل از دیوان حافظ</u>

۱۔ آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست
چشم میگوں لبِ خنداں دلِ خرم با اوست

۲۔ گرچہ شیریں دہناں پادشہانند ولے
آں سلیمانِ زماں ست کہ خاتم با اوست

۳۔ روئے خوبست وکمالِ ہنر ودامنِ پاک
لاجرم ہمتِ پاکانِ دو عالم با اوست

۴۔ خالِ مشکیں کہ براں عارضِ گندم گونست
سرِ آں دانہ کہ شد رہزنِ آدم با اوست

۵۔ دلبرم عزمِ سفر کرد خدا را یاراں
چہ کنم با دلِ مجروح کہ مرہم با اوست

۶۔ با کہ ایں نکتہ تواں گفت کہ آں سنگین دل
کشت مارا و دمِ عیسیٰ مریم با اوست

۷۔ حافظ از معتقدانست گرامی دارش
زآنکہ بخشایش بس روحِ مکرم با اوست

9.2.1 تیسری غزل

۱۔ آں شبِ قدرے کہ گویند اہل خلوت شب ست
یارب ایں تاثیر دولت از کدامی کوکب ست

۲۔ تا بگیسوئے تو دستِ ناسزایاں کم رسد
ہر دلے در حلقۂ درذکرِ یارب یارب ست

۳۔ تشنۂ چاہِ زنخداں تو ام کز ہر طرف
صد ہزارش گردنِ جاں زیرِ طوقِ غبغب ست

۴۔ تابِ خوی بر عارضش بیں کآفتابِ گرم رو
در ہوائے آں عرق تا ہست ہر روزش تب ست

۵۔ اندر آں موکب کہ بر پشت صبا بندند زیں
با سلیماں چوں برآیم منکہ مورم مرکب ست

۶۔ شہسوارِ من کہ مہہ آئینہ دارِ روئے اوست
تاجِ خورشید بلندش خاکِ نعلِ مرکب ست

۷۔ آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت می چکد
زاغ کلک من بنام ایزد چہ عالی مشرب ست

۸ من نخواہم کرد ترکِ لعل یار و جامِ مے
زاہداں معذور داریدم کہ اینم مذہب است

۹ آنکہ ناوک بر دلم از زیرِ چشمے میزند
قوت جانِ حافظش در خندۂ زیرِ لبش است

9.2.2 تیسری غزل 3

۱۔ آں پیکِ نامور کہ رسید از دیارِ دوست
آورد حرزِ جاں ز خطِ مشکبارِ دوست

۲۔ خوش میدہد نشانِ جلال و جمال یار
خوش می کند حکایت عزّ و وقارِ دوست

۳۔ جاں دادمش بمژدہ و خجلت ہمی برم
زیں نقد کم عیار کہ کردم نثارِ دوست

۴۔ سیر سپہر و دورِ قمر را چہ اختیار
در گردش اند بر حسبِ اختیارِ دوست

۵۔ شکرِ خدا کہ از مددِ بختِ کارساز
بر حسب مدّعا ست ہمہ کاروبارِ دوست

۶۔ گر بادِ فتنہ ہر دو جہاں را بہم زند
ما وَ چراغِ چشم و رہِ انتظارِ دوست

۷۔ کحل الجواہرے بمن آرائے نسیم صبح
زاں خاکِ نیک بخت کہ شد رہگذارِ دوست

۸۔ مائیم و آستانۂ عشق و سرِ نیاز
تا خوابِ خوش کرا برد اندر کنارِ دوست

۹۔ دشمن بقصد حافظ اگر دم زند چہ باک
مِنّت خدائے را کہ نیم شرمسارِ دوست

9.2.3 چوتھی غزل 4

۱۔ آں تُرکِ پری چہرہ کہ دوش از برِ ما رفت
آیا چہ خطا دید کہ از راہِ خطا رفت

۲۔ تا رفت مرا از نظر آں چشمِ جہاں بیں
کس واقفِ ما نیست کہ از دیدہ چہا رفت

۳۔ بر شمع نرفت از گذرِ آتشِ دل دوش
آں دود کہ از سوزِ جگر بر سرِ ما رفت

۴۔ دور از رُخِ تو دمبدم از گوشۂ چشم
سیلابِ سرشک آمد و طوفانِ بلا رفت

۵۔ از پائے فتادیم چو آمد شبِ ہجراں
در درد بماندیم چو از دست دوا رفت

۶۔ دل گفت وصالش بدعا باز تواں یافت
عمریست کہ عمرم ہمہ در کارِ دعا رفت

۷۔ احرام چہ بندیم کہ آں قبلہ نہ اینجاست
درسعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت

۸۔ دی گفت طبیعت از سرِ حسرت چو مرا دید
ہیہات کہ در دِ تو ز قانونِ شفا رفت

۹۔ اے دوست بپرسیدنِ حافظ قدمے نہ
زاں پیش کہ گویند کہ از دارِ فنا رفت

9.2.4 پانچویں غزل 5

۱۔ اے شاہدِ قدسی کہ کشد بندِ نقابت
وے مُرغِ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت

۲۔ رفتی ز کنارِ منِ دل خستہ بنا کام
تا جائے کہ شد منزل و ماوائے کہ خوابت

۳۔ خوابم بشد از دیدہ دریں فکرِ جگر سوز
کآغوش کہ شد منزلِ آسایش و خوابت

۴۔ درویش نمی پرسی و ترسم کہ بناشد
اندیشۂ آمرزش و پروائے ثوابت

۵۔ راہِ دلِ عشاق زد آں چشمِ خماری
پیداست ازیں شیوہ کہ مست ست شرابت

۶۔ تیرے کہ زدی بر دلم از غمزہ خطا رفت
تا باز چہ اندیشہ کند رائے صوابت

۷۔ ہر نالہ وَ فریاد کہ کردم نشنیدی
پیداست نگارا کہ بلند ست جنابت

۸۔ اے قصرِ دل افروز کہ منزل گہِ اُنسی
یا رب نکناد آفتِ ایام خرابت

۹۔ دور ست سرِ آب دریں بادیہ ہشوار
تا غولِ بیاباں نہ فریبد بہ سرابت

۱۰۔ تا دررہِ پیری بچہ آئیں روی اے دل
بارے بغلط صرف شد ایامِ شبابت

۱۱۔ حافظ نہ غلامیت کہ از خواجہ گریزد
لطفے کن و باز آ کہ خرابم زعتابت

9.3 :۔ متن کا ترجمہ۔ غزل (۱)

(۱) وہ ملیح رنگ کہ تمام دنیا کی مٹھاس اس میں ہے۔ مست نگاہیں، مسکراتے ہوئے ہونٹ،

خوش دل اس کا ہے۔

(۲) اگر چہ تمام شیریں دہن' بادشاہ ہیں لیکن ۔وہ سلیمانِ زمانہ ہے'اس لئے کہ انگوٹھی اس کے پاس ہے۔

(۳) حسین چہرہ ہے'اور کامل ہنر ہے'اور پاکدامن ہے۔ لامحالہ دو جہاں کے پاکوں کی باطنی توجہ اس کی طرف ہے۔

(۴) کالاتلِ' جواس گندم گوں رخسار پر ہے۔اس دانہ کاراز جوکہ حضرت آدمؑ کے لئے رہزن بنا تھا ۔اس کے پاس ہے۔

(۵) میرے معشوق نے سفر کا عزم کرلیا ہے' خدا کے لئے اے دوستو! میں زخمی دل کا کیا کروں'اس لیے کہ مرہم تواس کے پاس ہے

(٦) یہ راز کس سے کہا جا سکتا ہے، کہ اس سنگیں دل نے ۔ہمیں مار ڈالا اور حضرت مریم کے عیسیؑ کی جھاڑ پھونک اس کے پاس ہے

(۷) حافظ،معتقدوں میں سے ہے'اس کو معزز سمجھ۔اس لیے کہ مکرم روح کی اس پر بخشش ہے

9.3.1 :۔ اشعار کا ترجمہ غزل (۲)

شعر(۱) وہ شبِ قدر' جس کے اہل خلوت قایل ہیں آج کی رات ہے ۔ اے خدا دولت کی یہ تاثیر کس ستارے کی وجہ سے ہے

(۲) تا کہ نااہلوں کا ہاتھ' تیرے گیسو تک نہ پہونچے ۔ ہر حلقہ میں ہر دل' یارب'یا رب کے ذکر میں ہے

(۳) میں تیری ٹھوڑی کے کنویں کا پیاسا ہوں' اس لیے کہ ہر طرف سے ۔ لاکھوں جانوں کی گردنیں اس کی تھوڑی کے گوشت کے طوق کے نیچے ہیں۔

(۴) اس کے رخسار پر پسینہ کی چمک کو دیکھ کر' تیز رفتار سورج ۔ جب سے اس کے پسینہ کے عشق میں ہے' بخار میں ہے۔

(۵) اس شاہی جلوس میں، جس میں صبا کی پشت پر زین کستے ہیں ۔ سلیمانؑ سے ہم کیسے نمٹیں، کہ ہماری سواری چیونٹی ہے۔

(٦) ہمارا وہ شہسوار، چاند جس کے چہرے کا آئینہ دار ہے۔ بلند آفتاب کا تاج، اس کی سواری کے نعل کی خاک ہے۔

(۷) اس کی بلاغت کی چونچ سے آبِ حیات ٹپکتا ہے ۔ بخدا میرے قلم کا کوا کس قدر عالی مرتبہ ہے

(۸) میں یار کے لعل، اور شراب کے جام کو ترک نہ کرد ..ے اے زاہدو! مجھے معذور سمجھو، یہ میرا مذہب ہے

(۹) وہ جو نیچی نگاہوں کا تیر میرے دل پر چلاتا ہے ۔ حافظ کی جان کی خوراک، اس کی مسکراہٹ میں ہے

9.3.2 :۔ اشعار کا ترجمہ غزل (۳)

شعر (۱) وہ نامور قاصد، جو دوست کے وطن سے آیا ہے ۔ وہ دوست کا مشکبار خط، جان کا تعویذ لایا ہے

(۲) یار کے جلال اور جمال کا بڑی خوبی سے پتہ دے رہاہے ۔ دوست کی عزت، اور وقار کے بڑے عمدہ قصے بیان کرر ہا ہے

(۳) انعام میں، میں نے اس کو جان دیدی، اور میں شرمندہ ہوں ۔ کم جو ہر نقد کی وجہ سے، جو میں نے دوست پر نچھاور کیا.

(۴) آسمان کی گردش، اور چاند کے چکر کو خود کیا اختیار ہے؟ وہ دوست کے اختیار سے گردش میں ہیں۔

(۵) خدا کا شکر ہے، کہ کارساز نصیبہ کی مدد سے۔ دوست کا تمام کاروبار، مدّعا کے مطابق ہے۔

(٦) اگر فتنہ کی ہوا دونوں جہانوں کو بھی درہم برہم کردے۔ میں ہوں گا، اور آنکھ کا چراغ

ہوگا' اور دوست کے انتظار کا راستہ۔

(۷) اے صبح کی نسیم! میرے کحل الجواہرلا ۔اس خوش نصیب خاک کا' جو دوست کا راستہ بنی

(۸) ہم ہیں' اور عشق کی چوکھٹ' اور نیاز مندی کا سر ۔ دیکھیے میٹھی نیند' کسی کو دوست کی بغل میں پہونچاتی ہے

(۹) حافظ کے ارادے سے' اگر دشمن قصد کرے تو کیا پرواہ ہے۔خدا کا احسان ہے' کہ میں دوست سے شرمندہ نہیں ہوں۔

9.3.3 : اشعار کا ترجمہ غزل (۴)

(۱) وہ پری چہرہ معشوق' جو گذشتہ رات ہمارے پہلو سے نکل گیا ۔ نہ معلوم کیا خطا دیکھی' جو خطا کے راستہ سے نکل کر چلا گیا۔

(۲) دنیا بھر کو دیکھنے والی آنکھ جب سے میری نگاہ کے سامنے سے گئی ہے۔کسی کو ہمارے بارے میں علم نہیں کہ ہماری آنکھوں سے کیا کیا' گیا

(۳) کل رات' دل کی آگ کی وجہ سے شمع پر نہ گزرا ۔ وہ دھواں جو جگر کے جلنے سے' ہمارے سر پر سے گزرا۔

(۴) تیرے چہرے سے دور' میری آنکھ کے گوشہ سے دم بدم ۔ آنسوؤں کا سیلاب آیا' اور بلا کا طوفان اٹھا۔

(۵) جب شبِ ہجراں آئی' تو ہم لوٹ پوٹ ہوگئے ۔ جب ہاتھ سے دوا نکل گئی' تو ہم درد میں مبتلا رہ گئے۔

(۶) دل بولا اس کا وصال دعا کے ذریعہ دوبارہ حاصل کیا جاسکتا ہے ۔ ایک زمانہ گزر گیا ہے' کہ میری عمر تمام تر دعا میں صرف ہوگئی۔

(۷) ہم کیا احرام باندھیں' وہ قبلہ تو اس جگہ نہیں ہے ۔ سعی میں کیا کوشش کریں' مروہ سے رونق چلی گئی۔

(۸) کل طبیب نے جب مجھے دیکھا' حسرت سے کہا۔ہائے افسوس کہ تیرا درد تو شفا کے

قانون سے باہر ہو گیا۔

(۹) اے دوست! حافظ کی مزاج پرسی کے لئے ایک قدم دھر۔ اس سے پہلے کہ لوگ کہیں، کہ وہ دنیا سے چلا گیا

9.3.4 :- اشعار کا ترجمہ غزل (۵)

(۱) اے مقدس محبوب، کون ہے جو تیرے نقاب کا بند کھولے۔ اے بہشتی چڑیا! کون ہے جو تجھے آب و دانہ دے

(۲) ناکام کر کے، مجھے تباہ کے پہلو سے تو روانہ ہو گیا۔ کس کا گھر، تیری منزل ہے، اور کس کا ٹھکانہ تیری خواب گاہ ہے

(۳) اس جگر سوز خیال سے میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی۔ کہ تیرے آرام، اور نیند کی منزل کس کی آغوش ہے

(۴) تو فقیر کی پرسش نہیں کرتا ہے، اور مجھے ڈر ہے ۔ کہ تجھے بخشے جانے کی فکر، اور ثواب کی پروا نہیں ہے۔

(۵) اس خمار والی آنکھ نے، عاشقوں کا دل لوٹ لیا ۔ اس سے یہ بات ظاہر ہے، کہ تیری شراب نشیلی ہے۔

(۶) ناز کا تیر جو تو نے میرے دل پر چلایا، وہ چوک گیا۔ نہ معلوم، تیری درست رائے اب کیا سوچے

(۷) میں نے جس قدر بھی نالہ، اور فریاد کی تو نے نہ سنا ۔ اے معشوق، ظاہر ہے تیرے بارگاہ بہت بلند ہے۔

(۸) اے دل کو روشن کرنے والے محل! تو محبت کی منزل ہے ۔ خدا کرے، زمانہ کی آفت تجھے برباد نہ کرے۔

(۹) اس صحرا میں، پانی کا کنارہ دور ہے، سمجھ لے ۔ تاکہ جنگلی بھوت، تجھے سراب کا فریب نہ دے

(۱۰) اے دل، بڑھاپے کے راستہ میں کس طور پر چلے گا ۔ اب تیری جوانی کی عمر تو غلط کٹی

(۱۱) حافظ ایسا غلام نہیں ہے، جو آقا سے بھاگے ۔ مہربانی کر دے، اور باز آجا کیونکہ میں تیرے

عتاب سے تباہ ہوں

9.4 : صنف سخن غزل

آیئے ہم حافظ کی ردیف تائے فوقانی کی پہلی غزل کا جائزہ لیں۔اس غزل میں سات شعر ہیں غزل کے ساتھ ساتھ ترجمہ بھی پیش کیا گیا ہے۔مزید وضاحت لازمی ہے۔ حافظ کی اس غزل کے بارے میں یوسف حسین خاں کہتے ہیں کہ ''یہ پوری غزل عشق رسول کا ترانہ معلوم ہوتی ہے۔'' غزل کی تشریح سے پہلے غزل کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے غزل داخلی صنف سخن اس میں خارجیت بھی پائی جاتی ہے، خارجی اشیا کو کسی اور نظر اور سطح سے دیکھا ہے' کسی اور طریقے سے بیان کرتا ہے' شاعر غزل کسی اور کے لیے نہیں کہتا بلکہ اپنے لئے کہتا ہے' کوئی سنے یا نہ سنے' اسے اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی' وہ داد اور صلے سے بے نیاز ہوتا ہے' اسی لئے اس میں انئی فطریت اور حقیقت ہوتی ہے۔اس کا بہترین ثبوت سعدی اور حافظ کی غزل سے مل جاتا ہے۔

غزل کے لغوی معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا اور عشق و دل باختگی کا افسانہ سنانا یہی غزل کا مرکزی نقطہ خیال ہے لیکن غزل کبھی اپنے لغوی معنوں میں محدود نہیں رہی ابتدائی زمانے ہی سے اس میں حسن و عشق کے مضامین کے ساتھ ساتھ رندانہ' خمریاتی' بہاریہ' فکری وتصوری اور فکری وتصوری اور اخلاقی مضامین بھی پیش کیے جاتے رہے ہیں۔

غزل میں شاعر تخیل اور جذبے سے کام لے کر اپنے دل کے لطیف جذبات اور کیفایت اشارتاً اور کنایتاً بیان کرتا ہے' اس کے بیان میں رمزیت اور اشاریت ہوتی ہے، غزل میں خیالات اور مطالب' رمز' اشارے اور کنائے کے پردے میں کچھ اس طرح بیان کئے جاتے ہیں کہ دلکشی اور لطف کی افزائش ہو جاتی ہے۔شاعر تشبیہوں استعاروں اور علامتوں کے ذریعے جذبات اور احساسات کے ابلاغ میں حد سے زیادہ کامیاب ہوتا ہے اس کے دل میں ایک لطیف دنیا آباد ہوتی ہے اور وہ اس کی تصویر خارجی دنیا کی تشبیہوں کی مدد سے تیار کرتا ہے۔

غزل جذبات واحساسات پیدا کرنے اوران کوانگیختہ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے بہتر ذریعہ فارسی شاعری کی نہ کوئی اور صنف ہے اور نہ دنیا کی کوئی اور شاعری۔ فارسی شاعروں نے عرب کی بنت العم کے گن گائے ہیں نہ کسی خاص حسین سے عشق ظاہر کیا ہے۔ ان کا محبوب اور معشوق تو خیالی اور مثالی ہے' یہ عشق' عاشقی کی انتہا ہے۔ اخلاق کا اس سے بلند تر معیار نہیں ہوسکتا۔

غزل میں اختصار کے ساتھ ابہام بھی ہوتا ہے' غزل کا تعلق دل سے ہوتا ہے' دل کو رمز وابہام سے جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ تشریح و تفصیل سے نہیں ہوسکتا' وہ تفصیل وتوضیح کا محتاج ہوتا ہی نہیں، اسے تو رمز' کنایہ اور ابہام کی خواہش ہوتی ہے' رمز اور ابہام سے غزل تیقن کی وہ خدمات انجام دیتی ہے جو منطق کبھی انجام نہیں دے سکتی' غزل منطقی استدلال اور عقلیت سے بے نیاز ہوتی ہے۔

فارسی غزل کے ظاہری الفاظ کے کچھ اور معنے ہوتے ہیں اور ان کے سوا کچھ اور معنے بھی مراد اور مقصود ہوتے ہیں' الفاظ یہاں صرف حقایق کی طرف اشارہ کرتے ہیں' معمولی الفاظ سے بڑے بڑے مطالب اخذ کیے جاسکتے ہیں فارسی غزل کا شاعر عموماً خیالی اور مثالی معشوق سے اظہار عشق کرتا ہے' عشق کی بلندیوں پر وہ اتنی دور جا پہنچتا ہے کہ ہجر و وصال دونوں کی سطح سے بلند ہو جاتا ہے۔ معشوق خود اس کے دل میں ہوتا ہے' اس کا عشق بھی دل میں ہوتا ہے' اس کو اپنے دل سے محبت ہو جاتی ہے' وہ آخر کار خود اپنا عاشق بن جاتا ہے۔ عشق عموماً حسن سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر بعض اوقات فارسی کے غزل گو شاعر کا عشق بھی حسن سے بے نیاز ہوتا ہے۔

فارسی غزل میں ہر جگہ دل کا بیان ہوتا ہے' اس میں دل ہی کے جذبات، احساسات اور کیفیات کا اظہار کیا جاتا ہے' دل کی عظمت واہمیت تعریف سے بلند ہے' فارسی غزل دراصل دل کی زبان اور ترجمان ہے۔

فارسی غزل میں عموماً حزن وملال ہوتا ہے' عشق کا غم سے خاص تعلق ہوتا ہے' خوشی

اس کے حق میں زہر قاتل کا کام دیتی ہے زندگی میں عشق ہے اور غم ہے' ان دونوں سے زندگی کا خمیر بنا ہے۔ اسی لیے غزل میں جو عشق کی شاعری ہے عشق کے ساتھ غم بھی شریک ہے' غم سے یہ شراب دوآتشہ بن جاتی ہے۔ اس کا ایک معمولی سا ثبوت یہ ہے کہ ہجر میں جو مزا ہوتا ہے وہ وصل میں نہیں ہوتا' وصل تو عشق کو فنا کر دیتا ہے۔ اگر عشق زندگی کی جان ہے تو غم عشق کی روح ہے' پھر فارسی غزل غم والم سے کیسے خالی رہتی' اسی طرح غزل کا شاعر قنوطی ہوتا ہے' یہ زندگی کی ترجمانی کرتا ہے' انسانی زندگی میں رجائیت کی حیثیت سراب کی سی ہے' غزل گو شاعر جو حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے رجائی کیسے بن سکتا۔

فارسی غزل کا عشق مجازی بھی ہے اور حقیقی بھی اور دونوں عشق کے لوازم ہیں' عشق مجازی کے بغیر عشق حقیقی کا حصول ایک بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ اکثر اشعار ایسے ہیں جن کا تعین دونوں طرف پر کیا جا سکتا ہے' یہ فارسی غزل کا کمال ہے۔ مجازی عشق کی غزل عاشقانہ ہے اور حقیقی عشق کی غزل صوفیانہ اور دونوں کے بہترین نمائندے علی الترتیب سعدی اور حافظ ہیں۔

امرد پرستی کا اعتراض فارسی غزل گو شاعروں پر کیا جاتا ہے' شبلی نے اس کی ایک تہذیبی توجیہ بھی پیش کی ہے' اس کا جواب یوں بھی دیا جا سکتا ہے کہ حسن ہر جگہ اور ہر چیز میں ہوتا ہے' عورتوں ہی سے اس کی کچھ تخصیص نہیں' اگر شاعر نے امرد کی تعریف کی تو اس کو برائی کی انتہا تک پہنچا دینا حماقت اور بدنیتی ہے' معشوق کی تذکیر ایک خاص زمانے کی ہنگامی چیز تھی۔ ورنہ تمام شعرا کے یہاں یہ بات نہیں ہے۔

فارسی شاعری میں سب سے زیادہ مقدار غزل کی ہے' فارسی کی اچھی غزلوں کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں تک جا پہنچتی ہے۔ یقیناً ایسی اچھی شاعری کی اتنی زیادہ مقدار دنیا کی کسی قوم کے ادب میں نہیں، نہ ایسی شاعری ہی ہے نہ اتنی مقدار۔

حقیقت ہے کہ غزل فارسی شاعری کی جان اور شان ہے۔ جب تک ایران رہے گا اور فارسی رہے گی اور جب تک فارسی ادب کے قدر دان رہیں گے سعدی اور حافظ بھی اپنی

غزل کی بدولت زندہ رہیں گے، ممکن ہے سعدی کی مقبولیت زیادہ تر ان کی گلستاں اور بوستاں کی بدولت ہومگر حافظ کی غزل کو دنیا کبھی فراموش نہ کر سکے گی، مرورِ زمانہ کے ساتھ اس کی قدر و قیمت بھی بڑھتی جائے گی۔

فارسی غزل کے اس پس منظر کی روشنی میں حافظ کی غزلوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ آیئے دیکھیں کہ اس غزل کے پہلے شعر میں حافظ کیا کہتے ہیں۔ یہ غزل حافظ نے حضور کی تعریف میں لکھی ہے یہاں شیرینی سے حسن اخلاق مراد ہے

9.5 غزل کی تشریح غزل نمبر ا

میرے معشوق کا رنگ کالا ہے۔ اس کے نمکین حسن میں دنیا بھر کی مٹھاس ہے مست آنکھیں، مسکراتے ہوئے ہونٹ اور خوش وخرم دل اس کے حسن کو دوبالا کرتے ہیں چشمِ میگوں سے مراد۔ آنکھوں میں شراب کے جیسا رنگ ہے۔ خرم۔ تازہ شراب کو بھی کہتے ہیں۔ چشمِ میگوں اور خرم دل۔ دونوں میں مناسبت ہے۔

حافظ یہ کہتے ہیں کہ میرے معشوق میں ملاحت کے ساتھ صباحت ہے۔ وہ (آں) کالا ہے تو کیا ہوا' مست آنکھیں......اس کی خوبصورتی میں اضافہ کا باعث ہیں سیہ چہرہ۔ حضورؐ کو اس لیے کہا کہ آپ کا حسن ملیح تھا۔ آپؐ نے فرمایا انا املح وافی یوسف اصبح یعنے میں حسن میں ملیح تر ہوں اور میرے بھائی یوسفؑ صبیح تر تھے۔

شعر (۲) اگر چہ حسین دنیا کے بادشاہ ہیں لیکن وہ سلیمانِ زماں ہے جس کے پاس خاتم ہے۔ یعنی میں جس کی مدح سرائی کر رہا ہوں وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے میرا ممدوح بادشاہ ہے۔ وہ سلیمان وقت ہے۔

خاتم سے مراد وہ انگوٹھی ہے جو حضرت سلیمانؑ کے پاس تھی جس میں اسمِ اعظم کھدا ہوا تھا، جس کے ذریعے وہ جن وانس پر حکومت کرتے تھے اور وہ انھیں حکمرانی کے راز بتادی تھی۔ خاتم الانبیا۔ نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والے۔ حافظ کہتے ہیں کہ میرے ممدوح کے پاس بھی خاتم ہے۔ یعنی آنحضرتؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان آپ خاتم الانبیا

ہیں۔

اس شعر میں لفظ ''خاتم'' بہت خوب استعمال ہوا ہے اور دو معنی دے رہا ہے۔ اگر خاتم سے مراد سلیمانؑ کی انگوٹھی ہے تو اس کی خصوصیت یہ تھی کہ آپؑ اس کے ذریعہ جن وانس پر حکومت کرتے تھے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ ''خاتم'' سے مراد حضورؐ ہیں اور آپؐ کے پاس مہر نبوت تھی۔ آپ نے تمام ابنیا کی تعلیم بدرجۂ کمال پیش فرمائی اور اس پر استناد کی مہر لگادی۔

آپؐ خاتم الابنیا ہیں اس لیے آپؐ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا اور ساری کائنات پر آپؐ ہی کی حکومت رہے گی۔ چونکہ حضورؐ خاتم الابنیا ہیں آپ کے سامنے دیگر انبیا معمولی بادشاہوں کی طرح ہیں آپؐ میں تمام اوصاف حمیدہ جو بشر میں ہو سکتے ہیں اور جملہ لوازمات نبوت جو آپ سے قبل نبیوں کو عطا ہوئے تھے بدرجہ کمال، موجود ہیں۔

شعر(۳) اس شعر میں حافظ نے معشوق کی پاکیزگی بیان کی ہے۔ کہتے ہیں کہ معشوق کا چہرہ حسین ہے، وہ ہنر میں کامل ہے اور اس کا دامن پاک ہے۔ دونوں جہاں کے پاکیزہ لوگوں کی باطنی توجہ اس کی طرف مرکوز ہے۔

عشق کا مرکز دل ہے۔ مستی وسرشاری کے بغیر زندگی کے راز نہیں کھلتے۔ یعنی کائنات کی ساری قدر وقیمت اور خوبی آپؐ ہی کے دم سے ہے۔ ساری دنیا آپؐ کے نور سے فیضیاب ہے بے تاب اور بے قرار ہے۔ اسی لے ساری دنیا آپؐ کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ آپؐ کی نگاہِ کرم کے امیدوار ہیں

شعر(۴) اہل نظر معشوق کے زلف ولب اور خال وخط پر عاشق نہیں ہوتے بلکہ ان کو ان میں کسی اور چیز کی جھلک نظر آتی ہے جس پر وہ فریفتہ ہوتے ہیں۔ آپ معشوقِ مجازی کے رخساروں کے آئینوں میں شاہد حقیقی کی جھلک دکھاتے ہیں، زلف وخال' لب ودنداں سے اس کے ازلی صفات کا نقشہ کھینچتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ معشوق کے گندمی رنگ کے رخسار پر جو کالا تل ہے۔ اس میں مشک کی سی خوشبو ہے۔ اس کالے تل میں وہ راز چھپا ہوا ہے جس نے حضرت

آدمؑ کو رہزن بنادیا تھا۔ یہ کالا تل میرے لئے بھی فتنہ کا باعث ہے۔ یعنی جس طرح حضرت آدمؑ گیہوں کے دانہ کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئے تھے۔ اسی طرح معشوق کے رخسار کا تل فتنۂ عالم ہے۔ یعنی محبوب کے سانولے رخسار کے سیاہ تل کو بہشت کے اس دانہ گندم سے تشبیہ دی ہے جس نے حضرت آدمؑ کو بہشت سے نکلوایا تھا)

گیہوں کے دانہ اور رخسار کا تل دونوں میں ایک بات مشترک ہے۔ گیہوں کے دانہ نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکال دیا۔ رخسار کا تل بھی قیامت ڈھانے والا ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے آپ کے گندم گوں عارض پر سیاہ خال اس دانہ گندم کا راز بتارہا ہے جس نے آدم کو جنت سے نکالا تھا یعنے وہ دانہ گندم جو آدم کو جنت سے نکالنے کا باعث ہوا وہ آپ کے عارض گندم گوں کا عشق تھا۔

شعر(۵) حافظ اپنے دوستوں سے یہ التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے دوستوں خدا کے لیے میرے معشوق کو روک لو کیونکہ وہ سفر کا ارادہ کر چکا ہے۔ میرے زخمی دل کو مرہم کی ضرورت ہے اور وہ مرہم معشوق کے پاس ہے۔ اگر وہ یہاں سے چلا جائیگا تو میں اپنے زخمی دل کا علاج کیسے کروں گا۔ معشوق کو سفر کے ارادے سے باز رکھنا میرے بس کی بات نہیں۔ اے دوستو! تم کو میری دوستی کا واسطہ تم ہی کچھ ایسا کرو کہ معشوق سفر کا ارادہ ترک کر دے۔

شعر(۶) اس شعر میں حافظ معشوق کی سنگ دلی کے بارے میں کہتے ہیں کہ میرا معشوق پتھر دل ہے۔ اس نے ہمیں مار ڈالا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ تھا مردوں کو زندہ کرنا میرا معشوق بھی مردوں کو زندہ کرسکتا ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ وہ جو دوسروں کو زندگی دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس نے ہم کو مار دیا۔ اسکی رفاقت ہمیں زندگی عطا کرسکتی ہے اور اسکا یہی وہ راز ہے جو میرے سینے میں پوشیدہ ہے۔ اس کا اظہار کرنا مشکل ہے۔ میں اپنے اس راز میں دوسروں کو شریک کیسے کروں اور کس سے کہوں۔ نہ تو کوئی میرا ہمدم ہے نہ ہمراز۔ بے زبانی ہی میری زبان ہے قرآن مجید میں ہے وَ اُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ؟ آیت

ترجمہ :۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردے کو جلا دیتا ہوں حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں طب کا بڑا چرچا تھا چنانچہ انہیں مردہ کو زندہ کر دینے' مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا گیا۔

شعر (۷) اس شعر میں حافظ نے رسول اکرمؐ کی روح اقدس سے اپنی نسبت ظاہر کی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپؐ کے ماننے والوں میں، ایک میں بھی ہوں۔ میں آپ کا معتقد ہوں۔ مجھ پر آپؐ کے روح مکرم کی عنایت ہے' بخشش ہے۔ اس لیے مجھ کو معزز سمجھو۔ یا روح مکرم آنحضرت میرے لیے کافی بخشائش ہے۔ حافظ حضور اکرم کی روح سے فیض ہوتے رہے ہیں اس شعر سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپ اویسی مسلک کے ماننے والے تھے۔

اویسی مسلک کیا ہے۔ حضرت اویس قرنی کو اپنی ضعیف والدہ کی علالت کی وجہ سے آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ وہ آپؐ کے نادیدہ عاشق تھے۔ عشق رسولؐ نے آپ کی ذات میں نفسِ رحمٰن کی خوشبو پیدا کر دی تھی۔ جس طرح حضرت اویس نے براہ راست رسولِ اکرمؐ سے اپنے والہانہ عشق کی بدولت فیض حاصل کیا' اسی طرح اویسی مسلک کے صوفیا بھی کسی پیر طریقت کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے بلکہ براہ راست عشق رسولؐ سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ (ملفوظات' از سید اشرف جہانگیر سمنانی)

حافظ سے اپنے مسلک طرف اس طرح اشارہ کیا ہے کہ

حافظ مرید جامِ جم ست اے صبا برو
وز بندہ بندگی برساں شیخ جام لا

ترجمہ :۔ حافظ تو جامِ جمشید کا مرید ہے۔ اے صبا جا اور خادم کی جانب سے جام کے شیخ کو بندگی' پہنچا دے۔

یعنی حافظ نے اس شعر میں شیخ جامؔ کو خطاب کیا ہے کہ اے صبا میرے سلام کے بعد

ان سے کہہ دے کہ مجھے کسی کو مریدی کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں اویسی ہوں۔ میں جا م جم یعنی اپنے دل کا مرید ہوں (شیخ جام۔ ایک بزرگ جو خراسان میں جم کے رہنے والے تھے)

9.5.1 غزل 2 کی تشریح

اس غزل میں نو شعر ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ حافظ اس غزل میں کیا کہتے ہیں۔

شعر(۱) آج کی رات وہ شب قدر ہے۔ اہل خلوت اس شب قدر کے قابل ہیں۔ حافظ کے ذہن میں کئی سوال بھر رہے ہیں۔ وہ خدا سے پوچھتے ہیں کہ اے خدا یہ کس ستارے کی تاثیر ہے اور یہ دولت کس کی معنی قدر و منزلت، اندازہ اور فیصلہ کرنا بھی ہیں۔ قدر و منزلت کی وجہ سے اسے ''شب قدر کہتے ہیں۔ اس رات میں سال بھر کے لیے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے اسے ''لَیْلَۃُ الْحُکْمِ'' بھی کہتے ہیں۔ اس کے معنی تنگی کے بھی ہیں۔ اس رانی کثرت سے زمین پر فرشتے اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ اس رات جو عبادت کی جاتی ہے اللہ کے ہاں اس کی بڑی قدر ہے اور اس پر بڑا ثواب ہے۔ یہ رمضان کے آخری عشرت کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے، اس کو مبہم رکھنے میں یہی حکمت پوشیدہ ہے کہ پانچوں طاق راتوں میں اس کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں اللہ کی خوب عبادت کریں)

شب قدر کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ہزار مہینے کے 83 سال 4 مہینے بنتے ہیں۔ یہ امت محمدیہؐ پر اللہ کا کتنا عظیم احسان ہے کہ مختصر عمر میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے کیسی سہولت عطا فرمادی۔ مومن اس رات کو شیطان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں اس شعر میں شاعر کی مراد شب قدر کی فضیلت سے نہیں ہے بلکہ شب قدر کی تاثیر سے ہے۔ یہ تاثیر اس میں کہاں سے آئی۔ عام طور پر لوگ خوشحالی و بدحالی کو ستاروں کی گردش سے منسوب کرتے ہیں

شعر(۲) اس شعر میں حافظ نے اپنے مخصوص علامتی انداز میں سورہ اخلاص کی بہترین

تفسیر پیش کی ہے۔ کہتے ہیں کہ عاشق، معشوق سے قریب رہنے کے باوجود اسے پکارتا ہے ۔اس کا ذکر کرتا ہے۔ معشوق کے گیسو میں عاشقوں کے دل گرفتار ہیں اور وہ سب اسے پکار رہے ہیں۔ یہ شوروغوغا اس لیے ہے کہ جو دل مخلص ہیں وہ تو گیسو کے حلقے میں رہیں لیکن ان کے یارب پکارنے سے غیر مخلصوں کو ادھر کا رخ کرنے کی جرأت نہ ہو۔ خالص توحید کے پرستاروں کا عجیب سماں باندھا ہے

خدا کے ذکر سے دل کو وسعت نصیب ہوتی ہے

ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا، یاد رکھنا، محبت کرنا، جیسا کہ قرآن مجید مین فرمایا ہے۔

اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ ۔آیت نمبر 191 سورۂ آل عمران

ترجمہ :- جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں یعنی وہ لوگ عقلمند ہیں جو ہر حالت میں اور ہر وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں اور ہر حال میں اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

شعر (۳) اس شعر میں حافظ یہ کہتے ہیں کہ میں معشوق کی ٹھوڑی کے کنویں کا پیاسا ہوں۔ اس حقیقت کو جاننے کے باوجود کہ چاروں طرف سے لاکھوں لوگ اس کے اس کے عشق میں مبتلا ہیں۔ یہاں معشوق ذاتِ الٰہی ہے۔ معشوق کی تھوڑی کے گڑھے کو کنویں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ایرانی غبغب کو حسن کا ایک اہم حصہ مانتے ہیں۔ ایک اور شعر میں یہ کہا ہے کہ میری جان کو تیرے چاہ زنخداں کی ہوس تھی

شعر (۴) :۔ اس شعر میں حافظ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ میرے معشوق کے چہرے پر پسینہ چمک رہا ہے۔ جب سورج نے میرے معشوق کو دیکھا تو اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ جب سے اس کو عشق ہوا۔ تب سے وہ بیمار ہے۔ یعنی مریض عشق کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔ محبوب کے عارض پر پسینہ کا قطرہ اس قدر روشن ہے کہ آفتاب بھی اسکے تاب سے بے قرار ہے جب آفتاب رہے گا وہ اسکی چمک کے رشک میں جلتا رہے۔

شعر (۵) : اس شعر میں حافظ سلیمانؑ کے شاہی جلوس کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کم مائیگی کا

احساس دلایا ہے۔ وہ چیونٹی پر سوار ہیں جبکہ معشوق شان وشوکت کا مالک ہے۔ اس سے کس طرح مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ، حضرت داوٗدؑ کے بیٹے تھے۔ آپ کی حکمرانی صرف انسانوں پر ہی نہیں تھی، بلکہ جنات، حیوانات، چرند، حتیٰ کہ ہوا تک ان کے ماتحت تھی حضرت سلیمانؑ کے تمام لشکر کو جمع کیا گیا۔ یہ لشکر اتنی بڑی تعداد میں ہوتا تھا کہ راستے میں روک روک کران کو درست کیا جاتا تھا کہ شاہی لشکر بد نظمی اور انتشار کا شکار نہ ہو۔ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا، اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے۔

حضرت سلیمانؑ تخت پر سوار ہوتے تھے جو ایک مہینے کی مسافت صبح کو اور ایک ماہ کی مسافت شام کو طے کر لیتا تھا۔

حافظؔ نے مورِ سلیمانؑ کی ترکیب کا خوب تصرف کیا ہے۔ معشوق کو سلیمانؑ سے اپنے آپ کو چیونٹی سے تشبیہ دی ہے۔ کہاں معشوق کا شاہی جلوس، جس میں صبا کی پیٹھ پر زین کستے ہیں اور کہاں چیونٹی جیسی حقیر مخلوق۔

شعر (۶) حافظ نے اس شعر میں معشوق کی عظمت اور بڑائی کا اظہار کیا ہے۔ معشوق کو شہسوار سے تشبیہ دی ہے۔ کہا ہے اور ایسا شہسوار چاند اور سورج بھی اس کے آگے ماند ہیں چانداس کے روشن چہرے کا آئینہ دار ہے۔ جبکہ سورج معشوق کی سواری کی نعل کی خاک ہے۔

شعر (۷) شعر کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ میرا قلم کتنا بلند مرتبہ ہے جس سے آبِ حیات ٹپکتا ہے۔ میرے قلم نے فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دیئے ہیں۔ غور کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ آپ نے غزل کو جہاں وہ ہوس پرستی کا ذریعہ تھی، روحانی پاکیزگی کا وسیلہ بنا دیا اور بادۂ انگور کو شرابِ طہور کر دیا۔ آپ کا کلام حقیقت وعرفان کا نچوڑ اور سلوک وتصوف کی جان ہے۔ ان خوبیوں نے میرے کلام کو حیاتِ جاودانی بخشی ہے

اس شعر میں قلم کو کوے سے اور مضامین کو آبِ حیات سے تشبیہ دی ہے

شعر (۸) اس شعر میں حافظ نے اپنا مذہب لعلِ یار جامِ مے بتلایا ہے اور زاہد سے معذرت کی ہے کہ چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ لبِ معشوق اور جامِ مے انسان کو دنیا کے کسی کام کا نہیں رکھتے۔ لب معشوق اور جامِ مے دونوں مستی اور بے خودی کے وسایل بھی ہیں اور علائم بھی، مقصد بھی ہیں اور ذریعہ بھی، مجاز بھی ہیں اور حقیقت بھی وہ داعظ کی نصیحت سے تنگ آ کر کہتے ہیں کہ مجھے معذور کیونکہ میں نے ایک طرز عمل کو اپنا مذہب بنالیا ہے۔ دوسروں کو اس پر حملہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

اس شعر میں حافظ نے معشوق کی مسکراہٹ اور نیچی نگاہوں کے تیر کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ۔ معشوق نیچی نگاہوں کا تیر میرے دل پر چلاتا ہے مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں کیونکہ اس کی مسکراہٹ ہی میری غذا ہے۔ اور مجھے زندگی بخشی ہے۔ اگر زندگی دینے والا دل پر تیر بھی چلائے تو کوئی بات نہیں۔ اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ: نمونۂ جواب

سوال ۱ فارسی غزل کی اہم خصوصیات رقم کیجئے

سوال ۲ مندرجۂ ذیل شعر کا مطلب بیان کیجئے

گرچہ شیریں دہنا پادشہانند و لے

آں سلیمان زماں ست کہ خاتم با اوست

جواب ۱ اور ۲ کے لئے 9.3 9.4 اور 9.5 دیکھئے

9.5.2 :- غزل کی تشریح (۳)

اس غزل میں نو شعر ہیں۔ پہلی غزل کی طرح یہ غزل بھی نعتیہ انداز میں ہے۔

شعر۱: اس شعر میں حافظ دوست کے مشکبار خط کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ خط نہیں جان کا تعویذ ہے۔ دوست کے وطن سے جو مشہور قاصد آیا ہے وہ اپنے ساتھ دوست کا خط لایا ہے۔ یعنی دوست کا خط میری جان کی حفاظت کا تعویذ ہے پیک نامور سے مراد باد صبا ہے کہ کیونکہ باد صبا خوشبو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے۔ باد صبا میرے معشوق کے خط مشکیں سے خوشبو لائی ہے جو میرے لیے جان کا تعویذ ہے آپ کا کلام روحانی وجد و ذوق اور حقیقی جذبات و لطائف کا مجموعہ ہے جس پر مجازی، رندی اور عاشقی کا غلاف پڑا ہوا ہے۔ آپ کے کلام کا زیادہ تر حصہ رسولؐ پاک کی تعریف میں ہے۔ آپ نے اس کو کنایتاً بیان کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض جگہ صاف نمایاں ہو گئی ہے۔ کہیں کہیں وہ پیک (پیغمبر) کے لفظ سے کنایہ کرتے ہیں جیسے کہ اس شعر میں۔ آں پیک کہہ کر آپ کو خطاب کیا ہے۔

شعر۲: اس خط میں معشوق کے جلال و جمال کا بڑی عمدگی کے ساتھ بیان ہوا ہے اور آپ کی عزت و وقار کے قصے بھی نہایت خوبی سے بیان کے گئے ہیں۔ اس بات کا آپ کو بھی علم ہے کہ حافظ اویسی مسلک کے ماننے والے تھے۔ آپ نے اپنے کلام میں متعدد جگہ پیرِ مغاں رسولِ اکرم کو کہا ہے۔ اور دعائے پیر مغاں سے درود شریف مراد ہے۔

شعر۳: اس شعر میں حافظ نے قاصد کو جو انعام دیا اس کا ذکر کیا ہے۔ قاصد کو انعام کی صورت میں نے اپنی جان دے دی۔ یعنی اگر چہ قاصد کے قدموں پر میں نے جان نثار کر دی لیکن میں اس بات پر شرمندہ ہوں کہ اچھی چیز نثار نہ کر سکا۔ معشوق کے قاصد کی اتنی عزت افزائی ہوئی ہے تو معشوق کا مرتبہ کتنا بلند ہو گا۔ اور کتنے عظیم درجات ہوں گے۔ مندرجہ بالا تینوں شعر قطعہ بند ہیں بعض کا خیال ہے کہ پیک نامور سے مراد حضرت جبریلؑ ہیں اور حرز جاں سے مراد قرآن ہے دوسرے شعر میں نشاں جلال و جمال اشارہ محبوب حقیقی کی طرف ہے رحمت ربوبیت عفور و مغفرت جباری وقہاری یہ صفات اسکے شان جلالی و جمالی کے مظہر ہیں غالب نے کہا ہے کہ

جان دی دی ہوی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

شعر۴ :- اس شعر میں حافظ آسمان کی گردش اور چاند کے چکر کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کو خود پر کوئی اختیار نہیں ۔ وہ گردش میں ہیں تو صرف تیری مرضی کے مطابق کی ہر شئے پر وہ قادر ہے یعنی ہر شئے اس کے قبضۂ قدرت میں ہے ۔جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ۔ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ہ آیت نمبر،4سورۂ یٰس۔**

ترجمہ :- نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے۔اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

شعر۵ :- اس شعر میں حافظ معشوق کی خوش بختی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ معشوق کی خوش قسمتی ہے کہ اس کے تمام کام اسکی منشا کے مطابق ہو رہے ہیں یعنی معشوق کی مرضی کے مطابق تمام کاروبار چل رہا ہے۔اس کے لیے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

شعر۶ :- اس شعر میں حافظ عشق کی ابدیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی تغیرّ ہمارے عشق کو بدل نہیں سکتا۔عشق کی فضیلت یہ ہے کہ زمانے نے کروٹیں بدلیں، دنیا کا رنگ بدلا' انداز بدلے' اگر کوئی چیز نہیں بدلی تو ہماری محبت اور مستی کا قصہ نہیں بدلا۔میں اپنی آنکھوں کا چراغ روشن کر کے دوست کا انتظار کر رہا ہوں اور اس کا راستہ تک رہا ہوں۔اگر فتنہ کی آندھی دونوں جہاں کو درہم برہم کردے تب بھی ہم آنکھوں کا چراغ لیکر محبوب کے انتظار میں راستے پر بیٹھے رہیں گے۔

شعر۷ :- اس شعر میں معشوق کے کوچہ کی خاک کو کحل الجواہر کہا ہے۔یعنی معشوق کے کوچہ کی گرد ہماری آنکھ کو وہی طاق بخشی ہے جو سرمہ کحل الجواہر بخشتا ہے۔حافظ صبح کی نسیم سے کہتے ہیں کہ اے نسیم! معشوق جس راستہ پر سے گذرتا ہے وہ خاک خوش نصیب ہے ۔میرے لیے کحل الجواہر کی مانند ہے ۔ یہاں معشوق کے قدموں کی خاک کی

تاثیر کا ذکر ہوا ہے۔ عموماً عشاق محبوب کے راہ گذر کی مٹی کو سرمہ سمجھتے ہیں اور اپنی آنکھوں میں لگانے کے لیے بے چین رہتے ہیں

شعر ۸ :- اس شعر میں حافظ اپنا، عشق کی چوکھٹ اور نیاز مندی کا سر' کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کس کی رسائی دولت تک ہوگی۔ کس کو دوست کا قرب میسر ہوگا۔ ہم ہیں اور آستان عشق اور سر نیاز ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ خواب خوش کس کو محبوب تک لے جائے

شعر ۹ :- حافظ نے اس شعر میں دشمن کے ارادہ کا ذکر کیا ہے۔ دشمن اگر حافظ کے خون کا خواہاں ہے تو کوئی فکر نہیں جبکہ دوست راضی ہے۔

عاشق، عشق کی ایسی منزل پر آ گیا ہے جہاں جان جانے کی بھی پرواہ نہیں ہے وہ خدا کا احسان مان رہا ہے اس لیے کہ معشوق راضی ہے اور وہ شرمندہ نہیں ہے۔

ہر اچھی غزل کا ایک خاص موڈ ہوتا ہے اور ایک مخصوص فضا ہوتی ہے اس کے تمام مختلف اشعار ایک مخصوص جذباتی رنگ میں رنگے ہوتے ہیں اس کو غزل کی جذباتی یک رنگی یا کیفیاتی وحدت کہتے ہیں۔ حافظ کی اس غزل میں ہمیں کیفیاتی وحدت ملتی ہے۔ مثلاً اس غزل کا پہلا' دوسرا اور تیسرا شعر قاصد کے بارے میں ہے۔

9.5.3 :- غزل (۴) کی تشریح

شعر ۱ :- حافظ یہ کہتے ہیں کہ کل رات میرا معشوق میرے پہلو سے نکل کر چلا گیا۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ وہ خفا ہو کر چلا گیا۔ کیا بھول ہوئی اس کا علم عاشق کو بھی نہیں ہے۔ معشوق کے چلے جانے کی وجہ سے بھی وہ ناآشنا ہے۔

شعر ۲ :- حافظ محبوب کی صورت میں خدا کی صنعت کی جلوہ گری دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ میں کسے بتاؤں کہ میں اس پردے میں کیا کیا دیکھ رہا ہوں یہی مفہوم اس شعر کا بھی ہے جب سے دنیا بھر کو دیکھنے والی آنکھ میری نظر سے اوجھل ہوئی ہے۔ کسی کو ہمارے بارے میں خبر نہیں ہے کہ ہم نے کیا کھویا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آنکھوں سے

پانی نکلا یا خون نکلا ''کیا کیا گیا'' میں جو سوال پوشیدہ ہیں۔ان کا اپنا بھی ایک حسن ہے۔

شعر۳ :- حافظ نے اپنے سوزِ جگر کا حال بیان کیا ہے شمع بھی اگر چہ جلتی ہے وہ آگ بھی جانسوز ہے مگر ہمارے جگر جانسوز کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی شمع کی آگ سے اتنا دھواں نہیں اٹھا جتنا ہمارے سوز جگر سے اٹھتا ہے

شعر۴ :- حافظ نے معشوق سے جدا ہو جانے کے بعد عاشق پر کیا گذرتی ہے اس کیفیت کا نقشہ اس شعر میں کھینچا ہے۔۔معشوق سے دور رہ کر عاشق کا برا حال ہے اور آنکھوں سے آنسوں کا سیلاب جاری ہے۔آنسوؤں خشک نہیں ہوتے۔بار بار آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔

شعر۵ :- حافظ کہتے ہیں کہ ہمارا حال شب ہجراں میں عجیب طرح کا تھا ہم بدحال ہو گئے۔تڑپتے،تلملاتے رات گذر گئی۔چونکہ دوا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔ہم اس لیے درد میں مبتلا ہو رہے یعنی معشوق کے دیدار سے محروم رہے۔

شعر۶ :- حافظ کہتے ہیں کہ میری تمام عمر دعا مانگتے ہوئے گذر گئی مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔دل کو آج بھی اس بات پر یقین ہے کہ معشوق کا وصال دعا کے ذریعے دوبارہ حاصل ہو جائیگا۔

آیئے دیکھیں کہ دعا کا مطلب کیا ہے۔اسلام میں دعا کے ذریعہ بندہ اپنے خالق کے ساتھ قرب واتصال حاصل کرتا ہے۔عبادت اور دعا کے ذریعہ انسانی روح خدا سے گہرا رابطہ قائم کرلیتی ہے اس سے روح میں روشنی اور توانائی پیدا ہوتی ہے۔خودی اور خدا کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔دنیا کے تمام مذاہب میں دعا اور عبادت کی بڑی اہمیت ہے۔مذہب کی روح انھی میں ہے۔حافظ بڑی عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ میں ادھر ادھر بھٹکتا پھر رہا ہوں تو مجھے سیدھا راستہ دکھادے۔

شعر ۷ :- اس شعر میں حافظ یہ کہتے ہیں کہ جبکہ ہمارا معشوق ہماری نظروں سے غائب ہو گیا ہے تو ہم احرام کس کے لیے باندھیں اور حج کس لیے کریں۔سعی کیوں کریں جبکہ

صفا ومروہ سے بھی رونق چلی گئی ہے۔ معشوق کو قبلہ(کعبۂ مقصود) سے تشبیہ دی ہے ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ہم قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرتے ہیں مگر فی الحقیقت قبلہ ہمارا معبود نہیں صوفیا کے نزدیک انسان کا دل ہی اصلی قبلہ ہے جہاں محبوب حقیقی کا قیام ہوتا ہے احرام، قبلہ، سعی، صفا و مروہ سب الفاظ ایک ہی چیز یعنی حج کے متعلق ہیں صفا و مروہ ان دو پہاڑیوں کے نام ہیں جن پر سعی ہوتی ہے۔ سعی ایک رکن کا نام ہے۔ اس کے لفظی معنی بھی کوشش کے ہیں، صفا کے معنی پاکیزگی کے بھی ہیں۔

اس شعر میں صنعت مراعات النظیر ہے۔ کعبہ۔ بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ اس کا مرتبہ تمام مقامات سے بلند ہے اس لیے اس کا نام کعبہ ہوا۔

سعی۔ یہ حضرت ہاجرہ کی سنت ہے حاجی لوگ صفا و مروہ میں سات مرتبہ تیزی سے دوڑتے ہیں

شعر ۸: حافظ نے اس شعر میں مریضِ عشق کی حالت بیان کی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب طبیب نے میرا معائنہ کیا تو حسرت سے یہ کہا کہ تیرا مرض لاعلاج ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ بوعلی سینا نے مریض عشق کا نسخہ ''قانون'' اور ''شفا'' کتاب میں تحریر نہیں کیا ہے۔

شعر ۹: حافظ اس شعر میں معشوق سے یہ التجا کرتے ہیں کہ اے دوست حافظ قریب المرگ ہے ابھی بھی وقت ہے تو اس کی مزاج پرسی کے لیے آگے بڑھ۔ ذرا سی بھی غفلت برتی یا دیری ہوئی تو لوگ یہ کہیں گے کہ حافظ دنیا سے چلا گیا۔ وقت گذرنے کے بعد حال دریافت کرنے کا کیا فائدہ۔

9.5.4 غزل (5) کی تشریح

شعر ا: حافظ اپنے معشوق کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ معشوق میری پہونچ سے بالاتر ہے یعنی میری رسائی اس تک نہ ہو سکے گی۔ معشوق کو بہشتی چڑیا سے تشبیہ دی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معشوق حجاب میں ہے تو کون ہے جو اس کو پردے سے باہر نکالے گا اگر معشوق بہشتی چڑیا ہے تو اس کو آب و دانہ کون دے گا۔

کہتے ہیں معشوق کو بن دیکھے ہر آدمی اپنے خیال کے مطابق اس کی خوبیوں کا ذکر کر رہا ہے۔ جبکہ معشوق چہرے سے نقاب نہیں اٹھاتا۔

شعر۲ :۔ حافظ اس شعر میں اپنی تباہی و بربادی کا ذکر کرتے ہیں کہ اگرچہ معشوق نے ہمیں برباد کر دیا ہے۔ ہم اس کے عشق میں دونوں جہاں ہار چکے ہیں۔ یعنی معشوق نے مجھے برباد کیا اس بات کا گلہ نہیں ہے۔ وہ یہاں سے روانہ ہو چکا ہے تو کس کے گھر کو اپنی منزل اور خواب گاہ بنائے گا۔

شعر۳ :۔ عاشق کو کسی صورت قرار نہیں۔ یہ خیال رہ رہ کر ستا رہا ہے کہ معشوق کہاں ہے۔ اس کے آرام اور نیند کا خیال آتے ہی عاشق کے آنکھوں سے نیند اڑ گئی۔

دوسرے اور تیسرے شعر کا مضمون مسلسل ہے۔ حافظ اس شعر میں معشوق کی نیند اور آرام کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں اسقدر پریشان ہوں کہ کبھی کبھی اپنے خیال سے بھی غافل ہو جاتا ہوں۔ میری آنکھوں سے نیند بھی اڑ گئی ہے۔ جب مجھے معشوق کا خیال آتا ہے وہ کہاں ہے، کس حالت میں ہے۔ اس کے آرام و آسائش میں خلل تو نہیں پڑ رہا ہے۔

شعر۴ :۔ حافظ اس شعر میں معشوق سے مخاطب ہیں اور کہتے ہیں کہ اے معشوق عاشقوں کے ساتھ بھلائی کرتا کہ آخرت میں بھلا ہو یعنی فقیروں کا حال پوچھ۔ ان کی آہوں سے ڈر۔ آخرت کی فکر کر۔

شعر۵ :۔ کہتے ہیں کہ راہ عشق میں سربلندی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو اپنا سر دیدے۔ لیکن اس شعر میں حافظ معشوق کی نشیلی آنکھوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ معشوق کی اس نشیلی آنکھوں نے عاشقوں کا دل لوٹ لیا۔ یعنی ان کا چین و امن چھین لیا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تیری شراب نشیلی ہے۔

شعر۶ :۔ حافظ اس شعر میں کہتے ہیں کہ معشوق کی نگاہ ناز کا تیر خطا ہو گیا یعنی تیرے تیر چشم سے اس مرتبہ تو بچ گیا ہوں۔ آئندہ کیا ہوگا اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ تیرا کیا ارادہ ہے، تیرا کیا منصوبہ ہے۔ میرے ساتھ تو کیا سلوک کرے گا۔

شعر ۷ :- حافظ اس شعر میں عاشق کے نالہ وفریاد کی دہائی دی ہے۔ عاشق کا نام نالہ و فریاد کرنا ہے۔ میں نے جتنے بھی نالے کیئے اور فریاد کی معشوق کی طرف جواب نہیں ملا۔ اس نے میری فریاد نہ سنی۔ شاید میرے معشوق کی بارگاہ بہت بلند ہے۔ میرے نالہ وفریاد کی اس کی بارگاہ تک رسائی نہیں ہوتی۔

حافظ کے سارے کلام میں ایک ہی موضوع عشق حقیقی ہے مگر ہر شعر میں اس کو اس جدت سے بیان کیا ہے کہ بالکل نئی اور اچھوتی بات معلوم ہوتی ہے۔ آپ کہ کلام میں مجاز و حقیقت اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ انھیں ایک دوسرے سے الگ کرنا مشکل ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں مجازی معشوق کو دل دینے سے کیا فائدہ! وہ خود تیری طرح محدود اور محتاج ہے۔ سلطان حسن و جمال یعنی خدا کا عاشق بن وہ تیرے دل کی عزت کرے گا۔

مندرجہ بالا شعر میں حافظ نے معشوق کی بلند بارگاہ کا ذکر کیا ہے یعنی بارگاہِ الہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

شعر ۸ :- اس شعر کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ دل کو روشنی محبت سے ملتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اے دل کو روشن کرنے والے تو محبت کی منزل ہے زمانہ کی آفت تجھے تباہ و برباد نہ کرے یعنی خدا کرے کہ تجھ پر حوادثِ زمانہ کا کوئی اثر نہ ہو۔ ایک اور شعر میں حافظ یہ کہتے ہیں کہ اس جمال کے علاوہ میرے دل میں اور کچھ نظر نہیں آتا۔

دل کیا ہے؟ دل آئینے کے مانند ہے۔ اگر اس میں محبوب کا عکس دیکھنے کی آرزو ہے تو اس میں جلا پیدا کرو۔

دل کے آئینے کو کس طرح روشن کرنا چاہیئے۔ دل کے آئینے کو روشن کرنا ہے تو اس کی اصلاح و تربیت اور ریاضت ضروری ہے تا کہ فکر و نظر کے سارے حجاب اٹھ جائیں قرآن میں ہے **وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَةً**۔ ترجمہ اور خدا نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا فرمایا۔ یعنی خارجی عالم کا علم کانوں اور آنکھوں سے اور باطن کا علم دل کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ دل سے معرفتِ نفس اور حقیقت کے وہ پہلو منکشف ہوتے ہیں جن

تک عقل وادراک کی رسائی ممکن نہیں۔ دل وجدان کا مرکز ہے جبکہ کان اور آنکھ ادراک و عقل کے وسیلے ہیں۔

شعر میں جو علامتیں استعمال ہوئی ہیں ان کو ہٹا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شاعر کس حقیقت کا اعلان کرنا چاہتا ہے۔ وہ دراصل یہ کہنا چاہتا ہے کہ دل میں اسرار و رموز کا انکشاف خود اس کی باطنی اور وجدانی صلاحیت کا نتیجہ ہے۔ دل کبھی ناکارہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے گم ہوجانے کا بھی خوف نہیں۔

شعر۹: اس شعر میں حافظ یہ کہتے ہیں کہ عشق ایک صحرا ہے جس میں دور دور تک پانی کا سراغ نہیں ملتا لیکن عشق کی راہ میں شیطان دھوکے کے بہت سے سراب دکھاتا ہے۔ ان سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

شعر۱۰: اس شعر میں حافظ دل سے مخاطب ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ تو جوانی میں سیدھے راستہ پر نہیں چلا۔ بے راہ روی اختیار کی۔ اب جبکہ بڑھاپا آگیا ہے تو کس راستے پر چلے گا۔ اس شعر میں لطیف طنز ہے۔ دل گویا مشخص ہے۔

شعر۱۱: اس شعر میں حافظ معشوق سے یہ کہتے ہیں کہ اے معشوق مجھ پر مہربانی کر اور ظلم کرنے سے باز آ۔ کیونکہ میں تیرے ظلم و ستم کی وجہ سے تباہ ہو گیا ہوں۔ میری وفاداری پر شک نہ کر میں ایسا غلام نہیں ہوں جو آقا کا در چھوڑ کر چلا جائے۔ میں ہرجائی نہیں ہوا۔ تیرا وفادار غلام ہوں۔

اپنی معلومات کی جانچ : نمونۂ جوابات

سوال۳ :۔ دل وجدان کا مرکز ہے۔ وضاحت کیجئے

سوال۴ :۔ مندرجہ ذیل شعر کی تشریح اپنے الفاظ میں کیجئے۔ آں پیکِ نامور کہ رسید از دیارِ دوست آورد حرزِ جاں زخطِ مشکبارِ دوست

جواب۳ اور ۴ ان کے جواب غزل (۳) میں دیکھئے اور غزل (۵)

9.6 : خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے حافظ کی ردیف تائے فوقانی کی پانچ غزلوں اور ان غزلوں کا ترجمہ اور تشریح سے آپ کو واقف کروایا۔ اغراض و مقاصد اور تمہید کے تحت آپ اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ حافظ کی غزل کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھانے کے لئے فارسی غزل کا جائزہ بھی لیا گیا۔ حافظ کی غزل صوفیانہ ہے اس میں بھی عشق ہی ہوتا ہے مگر معشوق مجازی نہیں حقیقی ہوتا ہے۔ اس عشق کا تعلق جسم سے نہیں روح سے ہے۔ اسی لیے اس میں جو لطافت اور اصلیت ہوتی ہے۔ وہ عاشقانہ غزل میں نہیں ہو سکتی۔ عشق زندگی ہے اور عشق حقیقی اس کا بلند ترین مقام ہے۔ یہی راز ہے حافظ کی غزل کے حسن و کمال کا۔ ہم نے اسی راز سے آپ کو آگاہ کیا تاکہ آپ غزل کو خوبی سے سمجھ پائیں اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی۔ آخر میں نمونہ امتحانی سوالات بھی دیئے گئے اور فرہنگ کے تحت مشکل الفاظ کے معنی بھی۔ سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا ۔یقین ہے کہ آپ ان سب سے ضرور استفادہ کریں گے۔

9.7 : نمونہ امتحانی سوالات

سوال ا :۔ صرف پانچ اشعار کی تشریح کیجئے۔

ا۔ آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست ۔ چشمِ میگوں لبِ خنداں دلِ خرم با اوست

۲۔ خالِ مشکیں کہ بر آں عارضِ گندم گونست ۔ سرِّ آں دانہ کہ شد رہزنِ آدم با اوست

۳۔ تا بگیسوئے تو دستِ ناسزایاں کم رسد ۔ ہر دلے در حلقۂ در ذکرِ یارب یارب ست

۴۔ اندر آں موکب کہ بر پشتِ صبا بندند زیں ۔ بہ سلیمان چوں بر آیم من کہ مورم مرکب ست

۵۔ آں پیکِ نامور کہ رسید از دیارِ دوست ۔ آورد حرزِ جاں ز خطِ مشکبارِ دوست

۶۔ گر بادِ فتنہ ہر دو جہاں را بہم زند ۔ ما و چراغِ چشم و رہِ انتظارِ دوست

۷۔ دور از رُخِ تو دمبدم از گوشۂ چشم ۔ سیلاب سرکش آمد و طوفان بلا رفت

۸۔ احرام چہ بندیم کہ آں قبلہ نہ اینجاست ۔ در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت

۹۔ درویش نمی پرسی وترسم کہ نباشد ۔ اندیشۂ آمرزش و پروائے ثوابت

۱۰۔ ہرنالہ وُ فریاد کہ کردم نشیندی ۔ پیداست نگارا کہ بلندست جنابت

9.8 ۔ فرہنگ غزل ۱

الفاظ	معنی
پاکاں ۔	بے گناہ
عارض ۔	رخسار
گندم گوں ۔	گیہواں رنگ
سرّ ۔	بھید، راز، پوشیدہ چیز
رہزن ۔	چور، لٹیرا، مسافروں کوراستے میں لوٹنے والا
عزم ۔	ارادہ، قصید
کشت ۔	مارا، قتل کیا
سنگین ۔	وزنی، بھاری
روحِ مکرم ۔	حضرت جبرئیلؑ
مجروح ۔	زخمی، گھائل
مُعتقد ۔	اعتقات رکھنے والا، دل سے یقین کرنے والا
دلبر ۔	دل لے جانے والا، معشوق
روئے ۔	چہرہ
مشکیں ۔	مشک کے جیسی، کستوری
ہمت ۔	رنج، ارادہ، بلندی، دعا
خال ۔	تل
لاجرم ۔	لاعلاج، لاچار، لامحالہ
روح القدس ۔	وہ روح جو حضرت عیسیؑ پر نازل ہوئی تھی مراد حضرت جبرئیلؑ
روح ۔	جان، اصل،

دہنا ۔ دہن کی جمع منہ

زماں ۔ وقت، زمانہ، عہد

خاتم ۔ انگوٹھی، مہر

ملیح ۔ سانولا رنگ

چردہ۔ رنگ

ولے ۔ لیکن

خرم ۔ تازہ شراب

ملاحت ۔ حسن کی نمکینی

غزل (۲)

خلوت ۔ تنہائی

امشب ۔ آج کی رات

گیسو ۔ زلف

دلے ۔ ایک دل

کلکِ من ۔ میرا قلم

تپ ۔ بخار

مُرکب ۔ ترتیب دیا گیا ہو

مَرْکَبْ ۔ وہ چیز جس پر سوار ہوں۔گھوڑا، کشتی وغیرہ

منقار ۔ پرندے کی چونچ

چاہِ زنخداں ۔ ٹھوڑی کا گڑھا، ٹھڈی

طوق ۔ گول پٹہ، گردن بند

غبغب ۔ٹھوڑی کے نیچے لٹکا ہوا گوشت، موٹے آدمی کے حسن اور خوبصورتی کی دلیل ہے

نعل ۔ جوتی، وہ لوہا جو گھوڑے کے پاؤں میں لگاتے ہیں

پشت ۔ پیٹھ

کوکب ۔ ستارہ

رسد ۔ حصہ، غلہ کا قافلہ

ناوک ۔ تیر

زیرِلب ۔ ہونٹوں ہونٹوں میں (مسکرانا)

عارض ۔ رخسار

مور ۔ چیونٹی

آبِ حیواں ۔ آبِ حیات

آفتاب ۔ سورج

تشنہ ۔ پیاسا

غزل (۳)

پیک ۔ قاصد

آورد ۔ لایا

مژدہ ۔ خوش خبری، بشارت

خجل ۔ شرمندہ

سیرِ سپہر ۔ آسمان کی گردش

دورِ قمر ۔ چاند کا چکر

بخت ۔ نصیب

حسبِ مدعا ۔ مدعا کے مطابق

بادِ فتنہ ۔ فتنہ کی ہوا۔

کحل الجواہر ۔ سرمہ یعنی وہ سرمہ جس میں جواہر وغیرہ ڈالتے ہیں اور آنکھوں کی روشنی کے لیے مفید ہے

آستانہ ۔ دہلیز، چوکھٹ

کنار ۔ بغل، پہلو

باک ۔ ڈر، پرواہ

منت ۔ احسان

نہ ام ۔ میں نہیں ہوں

نقد ۔ روپیہ

عز ۔ عزت

حرز ۔ تعویذ

نامور ۔ مشہور

باد فتنہ۔ فتنہ کی ہوا۔

غزل (۴)

دوش ۔ کل (گذشتہ رات)

تُرک ۔ معشوق

خطا ۔ غلطی

رفت ۔ گیا

آتشِ دل۔ دل کی آگ

دود ۔ دھواں

رخِ تو ۔ تیرا چہرہ

یافت ۔ پایا

زاں پیش ۔ اس سے پہلے

ہجراں ۔ ہجری کی جمع، جدائی

قانونِ شفا۔ بوعلی سینا کی کتاب کا نام

سرشک ۔ آنسو، قطرہ

سیلاب ۔ طوفان

سعی ۔ کوشش

ہیہات ۔ افسوس

صَفَا ۔ مکہ شریف کی ایک پہاڑی جہاں دوڑنا ارکان حج میں داخل ہے

مروہ ۔ مکہ شریف کی ایک پہاڑی جہاں دوڑنا ارکان حج میں داخل ہے

اِحرام ۔ مقررہ مقامات سے زیارت کعبہ کرنے تک چند جائز باتوں کو اپنے اوپر حرام کرلینا اور بغیر سلے کپڑوں سے بدن ڈھانکے رکھنا

دی ۔ گزرا ہوا کل

دمبدم ۔ ہروقت، گھڑی گھڑی

گوشۂ چشم ۔ آنکھ کا کونا

وصالش ۔ اس کا وصال

پرسیدن ۔ پوچھنا

گفت ۔ کہا

چہ ۔ کیا

۔ غزل (۵)

دلِ عشاق ۔ عاشقوں کا دل

نشنیدی ۔ تو نے نہیں سنا

قصرِ دل ۔ دل کا محل

عتاب ۔ غصہ، ملامت، قہر

سراب ۔ صحرا میں بالوں کبھی دھوپ میں اور کبھی چاندنی میں دور سے بہتے ہوئے

صواب ۔ خوب، بہتر، درست، راست، پانی کی طرح معلوم ہوتی ہے

شیوہ ۔ ناز، کرشمہ

غمزہ ۔ ناز، غزہ

غُولِ بیاباں ۔ بھوت، پریت، جن، چھلاوا

غُول ۔ ایک قسم کا جن جو آدمیوں کو راستہ بھلاتا ہے یعنی راستہ بھلانے والا جن

اِنس ۔ انسان، آدمی

بادیہ - صحرا، جنگل، بیابان

جَناب - حضرت، صاحب، حضور

اَیّام - یوم کی جمع، دن

ترسم - میں ڈرتا ہوں

پیری - بڑھاپا

خوابت - تیری خواب گاہ

شاہد قدسی - مقدس محبوب

دورست - دور ہے

غلامیت - غلام ہے

لطفے کن - مہربانی کر

9.9 :- سفارشی کتب

ا۔ دیوانِ حافظ مترجم — از قاضی سجاد حسین

۲۔ حافظ اور اقبال — از یوسف حسین خان

۳۔ حیاتِ حافظ — از اسلم جے راج پوری

برجیس سلطانہ

سینیر لکچرر شعبۂ اردو، مانسا گنگوتری میسور

اکائی 10 حافظ کی غزلیں

ردیف تائے فوقانی

ساخت

10.0 :۔ اغراض ومقاصد

10.1 :۔ تمہید

10.2 :۔ متن پانچ غزلیں(۶ تا ۱۰)

10.3 :۔ متن کا ترجمہ

10.4 :۔ غزلیات کی تشریح

10.5 :۔ چند اہم نکات

10.6 :۔ خلاصہ

10.7 :۔ نمونۂ امتحانی سوالات

10.8 :۔ فرہنگ

10.9 :۔ سفارشی کتب

10.0 :۔ اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- ☆ اس اکائی میں شامل حافظ کی پانچ غزلوں (یعنی چھ تا دس غزلیں) کا ترجمہ اور تشریح کر سکیں.
- ☆ اسلامی توحید
- ☆ چند عشق
- ☆ شرابِ معرفت
- ☆ گریہ سحری کے تعلق سے بعض اہم نکات پیش کے گئے ہیں

10.1 ۔ تمہید

گزشتہ اکائی میں یعنی اکائی نمبر ۹ میں حافظ کی پانچ غزلیں مع ترجمہ اور تشریح کا آپ نے خصوصی مطالعہ کیا۔ فارسی غزل کی اہم خصوصیات سے آپ بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ اب اس اکائی میں ہم آپ کو اسلام توحید کے بارے میں معلومات فراہم کریں گے۔ بقیہ پانچ غزلوں کا ترجمہ کیا جائیگا اور تشریح بھی کی جائے گی حافظ کے کلام میں مجاز وحقیقت اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ انھیں ایک دوسرے سے الگ کرنا دشوار ہے۔ آپ نے حقیقت ومعرفت تک پہنچنے کے لیے مجاز کو ضروری ٹھہرایا ہے، مجاز میں حقیقت کا مشاہدہ کیا ہے۔ آپ وحدتِ وجود کے قائل نہیں تھے۔ آپ کا ذاتِ باری کا تصور خالص اسلامی ہے کہتے ہیں کہ مجازی معشوق کو دل دینے سے کیا فائدہ۔ وہ بھی تیری طرح محدود محتاج ہے۔ سلطان حسن وجمال یعنی خدا کا عاشق بن کہ وہ تیرے دل کی عزت کرے گا۔ قیامت کے دن جب انسان کو خدائے تعالیٰ کے روبرو آنا پڑے گا تو وہ جس زندگی میں اپنی نظر صرف مجاز تک محدود رکھی۔ بہت شرمندہ ہوگا۔ ظاہر وباطن کا صحیح توازن ہی صالح زندگی کی ضمانت ہے۔

10.3 ۔ متن غزل ۶

۱۔ اے ہدہدِ صبا بسبا می فرستمت ۔ بنگر کہ از کجا بکجا می فرستمت

۲۔ حیف ست طائرے چوتو در خاکدانِ دہر ۔ زینجا بآشیانِ وفا می فرستمت

۳۔ در راہِ عشق مرحلۂ قُرب وبُعد نیست ۔ می بینمت عیاں ودعا می فرستمت

۴۔ ہر صبح وشام قافلۂ از دعائے خیر ۔ در صحبتِ شمال وصبا می فرستمت

۵۔ در روئے خود تفرّجِ صُنعِ خدا بکن ۔ کائینۂ خدائے نما می فرستمت

۶۔ تا لشکرِ غمت تکند مُلکِ دل خراب۔ جانِ عزیز خود بغدا می فرستمت

۷۔ ہر دم غمے فروست مرا وبگو بناز ۔ کایں تحفہ از برائے خدا می فرستمت

۸۔ اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشینِ دل ۔ می گویمت دعا وثنا می فرستمت

۹۔ تا مطرباں زشوقِ منت آگہی دہند ۔ قول وغزل بساز ونوا می فرستمت

۱۰۔ ساقی بیا کہ ہاتف غیبم بمژدہ گفت ۔ با دردِ صبر کن کہ دوامی فرستمت

۱۱۔ حافظ سرودِ مجلس ما ذکرِ خیر تست
تعجیل کن کہ اسپ وقبای فرستمت

10.2.1 ساتویں غزل

۱۔ اے غائب از نظر بخدا می سپارمت ۔ جانم بسوختی وبدل دوست دارمت

۲۔ تا دامنِ کفن نہ کشم زیر پائے خاک ۔ باور مکن کہ دست زدامن بدارمت

۳۔ گر بایدم شدن سوئے ہاروتِ بابلی ۔ صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت

۴۔ محرابِ ابروان بنما تا سحر گہے ۔ دستِ دعا برآرم ودر گردن آرمت

۵۔ خواہم کہ پیش یرمت اے بیوفا طبیب ۔ بیمار باز پرس کہ در انتظارمت

۶۔ صد جوئے آب بستہ ام از دیدہ در کنار ۔ بر بوئے تخمِ مہر کہ در دل بکارمت

۷۔ خونم بریخت واز غم ہجرم خلاص داد ۔ منّت پذیرِ غمزۂ خنجر گذارمت

۸۔ می گریم ومرادم ازیں چشمِ اشکبار ۔ تخمِ محبت ست کہ در دل بکارمت

۹۔ گر دیدہ وَ دلم کند آہنگِ دیگرے ۔ آتش زنم درآں دل ودیدہ برآرمت

۱۰۔ بارم دہ از کرم برِ خود تا بسوزِ دل ۔ در پات دمبدم گہر از دیدہ بارمت

۱۱۔ حافظ شراب وشاہد ورندی نہ وضع تست
فی الجملہ میکنی وفرو میگذارمت

10.2.2 آٹھویں غزل

۱۔ اگر بہ لطف بخوانی مزید الطاف ست ۔ وگر بہ قہر برانی درونِ ما صاف ست

۲۔ بیانِ وصفِ تو گفتن نہ حدّ امکان ست ۔ چرا کہ وصفِ تو بیروں زحدِّ اوصاف ست

۳۔ چو سرو سرکشی اے یارِ سنگدل از ما ۔ چہ چشمہاست کہ برروئے ماز اطراف ست

۴۔ ز چشمِ عشق تواں دید روئے شاہدِ ما ۔ کہ نورِ چہرۂ خوباں زقاف تا قاف ست

۵۔ ز مُصحفِ رُخِ دلدار آیتے برخواں ۔ کہ آں بیانِ مقاماتِ کشف وکشّاف ست

۶۔ عدو کہ منطق حافظ طمع کند در شعر

ہماں حدیث ہمای وطریق خطّاف ست

10.2.3 نویں غزل

۱۔ اگر چہ بادہ فرح بخش وباد گل بیز ست ۔ ببانگ چنگ مخورمے کہ محتسب تیز ست

۲۔ صراحیے وحریفے گرت بدست افتد ۔ بعقل کوش کہ ایام فتنہ انگیز ست

۳۔ درآستین مرقّع پیالہ پنہاں کن ۔ کہ ہمچو چشمِ صراحی زمانہ خونریز ست

۴۔ زرنگِ بادہ بشوئید خرقہ ہاراز اشک ۔ کہ موسمِ ورع وروزگارِ پرہیز ست

۵۔ مجوی عیش خوش از دورِ واژگونِ سپہر ۔ کہ صافِ ایں سرِ خُم جملہ دُردی آمیز ست

۶۔ سپہر برشدہ پرویز نیست خوں افشاں ۔ کہ قطرہ اش سرِ کسریٰ وتاجِ پرویز ست

۷۔ ہر آنچہ میرسد از نورِ فیضِ سُبحانی ۔ نصیبۂ دلِ شخصے کہ شب سحر خیز ست

۸۔ عراق و پارس گرفتی بشعرِ خود حافظ ۔

بیا کہ نوبتِ بغداد وقتِ تبریز ست

10.2.4 دسویں غزل

۱۔ اگر چہ عرضِ ہنر پیشِ یار بے ادبیت ۔ زباں خموش ولیکن دہاں عربیت

۲۔ پری نہفتہ رُخ ودیو در کرشمۂ وناز ۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

۳۔ سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرورشد۔ کہ کام بخشی اورا بہانہ بے سببیست

۴۔ ازیں چمن گلِ بے خار کس نچید آرے ۔ چراغ مُصطفوی باشرارِ بولہبیست

۵۔ حَسن زبصرہ بلال از حبش صُہیب از روم ۔ زخاکِ مکّہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

۶۔ جمالِ دخترِ از نورِ چشمِ ماست مگر ۔ کہ در نقابِ زجاجی وپردۂ عنبیست

۷۔ دوائے دردِ خود اکنوں ازاں مفرّح جوی ۔ کہ در صراحیِ چینی وشیشۂ حلبیست

۸۔ بہ نیم جو نخرم طاقِ خانقاہ ورباط ۔ مرا کہ مُصطبہ ایوان وپائے خم طنبیست

۹۔ ہزار عقل وادب داشتم من اے خواجہ ۔ کنوں کہ مست وخرابم صلائے بے ادبیست

بیارے کہ چو حافظ مدام استغفار
بگریۂ سحری و نیازِ نیم شبیست

10.3 :- غزل (۶) متن کا ترجمہ

شعر۱) ۔ اے بادِ صبا کے ہد ہد میں تجھے سبا میں بھیجتا ہوں ۔ سمجھ لے، میں تجھے کہاں سے کہاں بھیج رہا ہوں ۔

۲) زمانہ کے خاکدان میں، تجھ جیسے پرند کا رہنا ظلم ہے۔ میں تجھے، اس جگہ سے وفا کے آشیانہ میں بھیج رہا ہوں

۳) عشق کے راستہ میں دوری اور نزدیکی کا معاملہ نہیں ہے۔ میں تجھے کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں، اور تیرے لئے دعا بھیج رہا ہوں۔

۴) ہر صبح، اور شام کو دعائے خیر کا قافلہ۔ پُروا اور پچھوا (نسیم صبح و شمیم شام) کے ساتھ تیرے لئے بھیج رہا ہوں

۵) اپنے چہرے میں، خدا کی کاری گری کی سیر کر۔ میں تیرے پاس، خدا نما آئینہ بھیج رہا ہوں۔

۶) تا کہ تیرے غم کا لشکر، دل کے ملک کو تباہ نہ کردے۔ اس لیے میں اپنی پیاری جان کو تیرے پاس فدیہ میں بھیج رہا ہوں

۷) ہر دم میرے لیے غم روانہ کر، اور ناز سے کہہ۔ کہ یہ تحفہ خدا کے لیے، تیرے پاس بھیج رہا ہوں۔

۸) اے نظر سے غائب کہ تو دل کا ہم نشین ہے۔ میں تجھے دعا دیتا ہوں، اور تیرے پاس تعریف بھیج رہا ہوں۔

۹) تا کہ گویئے میرے عشق سے تجھے باخبر کردیں۔ قول اور غزل مع ساز، اور آواز کے تیرے پاس بھیج رہا ہوں۔

۱۰) اے ساقی آ، غیبی ہاتف نے خوشخبری میں مجھ سے کہا ہے۔ درد پر صبر کر، کیونکہ میں

تیرے پاس دوا بھیج رہا ہوں

۱۱) اے حافظ! ہماری مجلس کا گانا تیرا ذکرِ خیر ہے۔ جلدی کر، میں تیرے پاس گھوڑا اور قبا بھیج رہا ہوں

10.3.1 غزل (۷) ترجمہ

۱) اے نظر سے دور میں تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ تو نے میری جان جلا ڈالی، اور میں تجھے دل سے چاہتا ہوں۔

۲) جب تک کہ کفن کا دامن، میں خاک کے نیچے نہ کھینچوں گا۔ یقین نہ کر، کہ تیرے دامن سے دست بردار ہوں گا

۳) اگر بابل والے ہاروت کی طرف، مجھے جانا پڑا۔ سو قسم کے جادو کروں گا، تا کہ تجھے کھینچ بلاؤں (لاؤں)

۴) ابروؤں کی محراب دکھا، تا کہ صبح کے وقت۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤں، اور تیرے گردن میں ڈال دوں۔

۵) اے بے وفا طبیب! میری خواہش ہے کہ تیرے سامنے جان دوں۔ بیمار کو پھر پوچھ لے، کہ تیرے انتظار میں ہوں

۶) آنکھوں سے، پہلو میں میں نے پانی کی سو نہریں بنا دی ہیں۔ محبت کے اُس بیج کی وجہ سے جو میں تیرے دل میں بوؤں۔

۷) میرا خون بہایا، اور مجھے غمِ ہجر سے چھڑا دیا۔ میں تیرے ناز و ادا کے خنجر کا ممنون ہوں

۸) میں روتا ہوں اور ان آنسو بہانے والی آنکھوں سے میرا مقصد۔ محبت کا وہ بیج ہے، جو میں تیرے دل میں بوؤں

۹) اگر میری آنکھ، اور دل، کسی دوسرے کا قصد کریں۔ اس دل میں آگ لگا دوں، اور تیرے خاطر آنکھ سے پے در پے موتی نچھاور کر دوں

۱۰) مجھے اپنے پاس، اپنے کرم سے باریابی دیدے تاکہ دل کی سوزش کے ساتھ تیرے پیروں پر، تیری خاطر آنکھ سے پے در پے موتی نچھاور کردوں

۱۱) اے حافظ! شراب اور معشوق، اور مستی تیری وضع نہیں ہے۔ پھر بھی تو کرتا ہے، اور میں تجھے معاف کرتا ہوں

10.3.2 غزل (۸) ترجمہ

شعر ۱) اگر تو مہربانی سے بلالے، مزید مہربانی ہے۔ اور اگر غصہ سے نکال دے، تو بھی ہمارا دل صاف ہے۔

۲) تیرے وصف کا بیان کرنا، امکان کی حد سے باہر ہے۔ اس لیے کہ تیرے اوصاف، بیان کی حد سے باہر ہیں

۳) اے سنگ دل یار تو چونکہ سرو کی طرح ہم پر سرکشی کرتا ہے۔ اطراف سے، کس قدر نگاہیں، ہمارے چہرے پر پڑ رہی ہیں

۴) ہمارے معشوق کے چہرے کو عشق کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ حسینوں کے چہرے کا نور، قاف سے قاف تک ہے

۵) معشوق کے رخ کے قرآن سے، کوئی آیت یاد کرلے۔ اس لئے کشف اور کشاف کے مقامات کا یہی بیان ہے۔

۶) دشمن جو شعر کہنے میں حافظ کے کلام کا لالچ کرتا ہے۔ یہ تو وہی ہما کی بات اور ابابیل کا طریقہ ہے

10.3.3 غزل (۹) ترجمہ

۱) اگر چہ شراب خوشی پیدا کرنیوالی، اور ہوا مہکانیوالی ہے۔ ستار کی آواز پر شراب نہ پی اس لئے کہ محتسب بہت تیز ہے

۲) صراحی، اور دوست اگر تیرے ہاتھ آجائیں۔ تو بھی عقل کا کام کر زمانہ بہت فتنہ انگیز ہے

۳)　گدڑی کی آستین میں، پیالہ چھپالے۔اس لیے کہ زمانہ صراحی کی آنکھ کی طرح خوں ریز ہے

۴)　گدڑی سے شراب کے دھبے آنسوؤں سے دھولے۔اس لیے کہ تقویٰ کا موسم اور پرہیز گاری کا زمانہ ہے۔

۵)　آسمان کے الٹے چکّر سے خوشی وعیش کا متلاشی نہ بن۔اس لیے اس مٹکے کے اوپر کی تمام تلچھٹ ملی ہے۔

۶)　بلند آسمان ایسی خون چھڑ کنے والی چھلنی ہے۔کہ اس کا ایک ایک قطرہ کسریٰ کا سر، اور پرویز کا تاج ہے

۷)　اللہ کے فیض کے نور سے، جو کچھ پہنچتا ہے۔اس شخص کے دل کا حصہ ہے، جو رات کو سویرے اٹھنے والا ہے

۸)　اے حافظؔ! تو نے اپنے اشعار سے عراق، اور پارس پر تو قبضہ کرلیا۔آجا، کہ اب تو بغداد کی باری، اور تبریز کا وقت ہے۔

10.3.4 :۔غزل (۱۰) ترجمہ

شعرا　اگرچہ یار کے سامنے کسی ہنر کا پیش کرنا، بے ادبی ہے۔زبان خموش ہے، لیکن منہ عربی سے بھرا ہے

۲)　پری نے منہ چھپالیا اور دیو کرشمہ اور ناز دکھارہا ہے۔حیرت سے عقل جل گئی، کہ یہ کیا بوالعجبی ہے۔

۳)　اس کا سبب نہ پوچھ، کہ آسمان کمینہ پرور کیوں ہوگیا ہے؟ اس لئے کہ اس کی مطلب بخشی کے لئے بے بسی کا بہانہ موجود ہے

۴)　اس چمن سے بے کانٹے کا پھول، کسی نے نہیں چنا، بیشک مُصطفوی چراغ، بولہبی لپٹ کے ساتھ ہے۔

۵)　بصرہ سے حسن، حبش سے بلال، روم سے صہیب۔مکّہ کی خاک سے ابوجہل! یہ کیا بوالعجبی

ہے

۶) انگور کی بیٹی کا حسن، ہماری آنکھوں کا نور ہے لیکن۔ جبکہ زجاجی نقاب، اور غیبی پردے میں ہو

۷) اب اپنے درد کی دوا، اس مفرّح سے تلاش کر۔ جو چینی صراحی، اور حلبی بوتل میں ہو

۸) خانقاہ ، اور لنگر خانہ کے طاق کو میں آدھے جو میں بھی نہ خریدوں گا۔ کیونکہ میرا محل، شراب خانہ ، اور بلند قلعہ، پائے خم ہے

۹) اے صاحب میں ہزار عقل وادب رکھتا تھا۔ اب جبکہ میں مست، اور خراب ہوں تو بے ادبی کی صدا ہے

۱۰) شراب لا، اس لیے کہ حافظ کی طرح ہمیشہ میری استغفار صبح کے وقت کے رونے، اور آدھی رات کے عجز کے ساتھ ہے۔

10.4 :۔ غزلیات کی تشریح غزل (۲)

اس غزل میں گیارہ شعر ہیں۔ اس غزل میں حافظ نے دعا کے مضمون کو دوبار کہا ہے

شعرا :۔ اس شعر میں حافظ ہدہد کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ۔ اے بادِ صبا کے ہدہد میں تجھے ملک سبا میں بھیجتا ہوں۔ یعنی حضرت سلیمانؑ نے ہدہد پرندے کو بلقیس کے احوال معلوم کرنے کے لئے ملکِ صبا کی طرف روانہ کیا تھا۔ اللہ کی وحدانیت کا احساس ہدہد کو کہاں سے کہاں۔ پہنچا دیا۔

سبا کیا ہے اور کس لئے مشہور ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہوں گے۔ سبا، ایک قوم کا نام ہے قوم کے نام پر ہی ملک کا نام بھی سبا تھا۔ جس کی ملکہ سبا مشہور ہے جو حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں مسلمان ہوگئی تھی۔ آج کل یمن کے نام سے یہ علاقہ معروف ہے۔ ملکہ سبا کا نام بلقیس تھا۔

ہدہد کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ ہدہد ایک پرندہ ہے۔ ہدہد نے سلیمانؑ سے کہا کہ میں ایک ایسی اہم خبر لایا ہوں جس سے آپؑ بھی بے خبر ہیں۔ پرندے اللہ کی وحدانیت کا احساس وشعور بھی رکھتے ہیں۔ اسی لیے یہاں ہدہد نے حیرت واستعجاب کے انداز میں کہا کہ یہ ملکہ اور

اس کی قوم اللہ کے بجائے سورج کی پجاری ہے اور شیطان کے پیچھے لگی ہوئی ہے ہدہد نے چونکہ توحید کا وعظ اور شرک کا رد کیا ہے اور اللہ کی عظمت وشان کو بیان کیا ہے۔ اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ " چار جانوروں کو قتل مت کرو۔ چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد یعنی لٹورا"۔ مندرجہ بالا اقتباس سے آپ کے علم میں آچکا ہے کہ ہدہد کا مرتبہ کیا ہے۔

شعر۲ :۔ حافظ پرندے سے مخاطب ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ زمانہ کے خاکدان میں تیرا بسیرا مناسب نہیں ہے۔ یہ جگہ تیرے رہنے کے لائق نہیں ہے۔ اس لیے میں تجھے یہاں سے وفا کے آشیانہ میں بھیج رہا ہوں۔ عام طور پر شاعر صبا کو قاصد کہتے ہیں حافظ نے صبا کو ہدہد بنایا سبا اور صبا میں صنعت تجنیس ہے۔

شعر۳ :۔ حافظ اپنے معشوق سے مخاطب ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ عشق کی راہ میں دوری اور نزدیکی کے مراحل نہیں ہوتے یعنی عشق ومحبت کی راہ میں ظاہری فاصلے باقی نہیں رہتے۔ میں تجھے صاف صاف دیکھ لیتا ہوں اور تجھے اپنی دعائیں بھیجتا ہوں۔ اس خیال کو کسی نے یوں ادا کیا ہے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔

شعر۴ :۔ کہ میں ہر صبح اور ہر شام تیرے لئے دعائے خیر کا قافلہ صبا اور شمال کی طرف سے بہنے والی ہوا کے ہمراہ بھیجتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ**

ترجمہ :۔ اور تو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرتا رہ یعنی صبح اور شام دعا مانگنے کی فضیلت کا کیا خوب بیان حافظ نے کیا ہے اور دعاؤں کا تحفہ معشوق کی بار گاہِ عقیدت میں پیش کرتے ہیں۔

شعر۵ :۔ اس شعر میں حافظ محبوب سے یہ کہتے ہیں کہ تو اپنے چہرے میں خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھ۔ یعنی محبوب کا چہرہ خدا بینی کا آئینہ ہے گویا یہ جامِ جہاں نما ہے۔

مطلب یہ کہ حافظ محبوب کی صورت میں خدا کی صنعت کی جلوہ گری دیکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں اس پردے میں کیا کیا (جلوے) دیکھ رہا ہوں۔

شعر۶ :۔ کہتے ہیں کہ معشوق کے غم کا لشکر اگر دل کی دنیا پر دھاوا بول دے تو دل کا ملک برباد ہو جائے۔ عاشق کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ شاعر کے نزدیک دل کی اہمیت ہے۔ وہ دل کو جان پر ترجیح دیتا ہے۔

شعر۷ :۔ کہتے ہیں کہ محبوب کا غم بھی ہمارے لئے تحفہ ہے۔ اس لیے معشوق سے یہ التجا کرتے ہیں کہ ہر دم میرے لئے غم روانہ کرو اور ناز و ادا سے یہ کہہ کہ یہ تحفہ پیشِ خدمت ہے۔

شعر۸ :۔ اس شعر میں حافظ نے خدائے تعالیٰ سے خطاب کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اے خدا تو میری نظروں سے اوجھل ہے مگر دل میں رہتا ہے۔ یعنی تو دل کا ہمنشین ہے۔ میں تیرے لیے دعا اور ثنا کا تحفہ برابر پیش کرتا رہوں گا۔

حق تعالیٰ چاہے نظر سے غائب ہو لیکن عارف کے دل میں بستا ہے۔ حافظ کے نزدیک دل خدائے تعالیٰ کا مسکن ہے۔

شعر۹ :۔ تخلیقی توانائی کو حافظ شوق کہتے ہیں۔ یہ شوق موسیقی سے اور زیادہ بھڑکنے لگتا ہے۔ اسی خیال کا اظہار اس شعر میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ معشوق میرے عشق سے بے خبر ہے اس لیے میں گویئے کے ساتھ ساتھ قول و غزل، ساز اور آواز کا تحفہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں تاکہ تجھے میرے شوق سے آگاہ کر سکیں یعنی میرے شوق کا اندازہ میرے کلام سے ہو سکے

شعر۱۰ :۔ اس شعر میں حافظ نے ساقی سے خطاب کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اے ساقی! آ، میری خوشیوں میں شامل ہو، آج میں بہت خوش ہوں اس لیے کہ ہاتفِ غیبی نے مجھے یہ خوش خبری دی اور کہا کہ تو درد پر صبر کر کیونکہ معشوق نے تیرے لیے دوا کا انتظام کیا ہے۔ یعنی وصل اسی کو میسر آئے جو جدائی پر صبر کرے

حافظ کا خیال ہے کہ ''خدا نے بادشاہوں کو اگر سونے کے خزانے دیئے ہیں تو فقیروں کو صبر کے خزانے عطا کیے ہیں''

جس خدا نے تجھے حسن دیا ہے مجھے وہ صبر بھی دے سکتا ہے۔

شعر ۱۱ :- بادشاہ جب کسی کو مجلس میں بلاتے تھے تو پوشاک اور سواری بھیج دیتے تھے۔ حافظ نے اس شعر میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اے حافظ! معشوق کی محفل تیرا ذکر خیر چل رہا ہے' تیری ہی تعریف ہورہی ہے، سواری اور پوشاک بھی آگئی ہے۔ جلدی سے تو بھی اس کی بزم میں شریک ہو جا۔

10.4.1 :- اشعار کی تشریح غزل (۷)

حافظ کی اس غزل میں گیارہ شعر ہیں

شعر ۱ :- حافظ اس شعر میں معشوق سے مخاطب ہیں اور کہتے ہیں کہ میں دل کی گہرائیوں سے تجھے چاہتا ہوں۔ میری چاہت کا تجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا، اور تو نے مجھے عشق کی آگ میں جلا دیا اور نظروں سے دور ہو گیا۔ جا' خوش رہ' میں تجھے خدا کے حوالے کرتا ہوں۔

شعر ۲ :- کہتے ہیں کہ جب تک لباس زندگی چاک کر کے کفن پوش نہ ہو جاؤں تب تک تیرا دامن نہ چھوڑوں گا۔ یعنی ''عاشق'' معشوق کا دامن کسی بھی قیمت پر چھوڑنا نہیں چاہتا کیونکہ وہ عاشق صادق ہے' ہرجائی نہیں ہے''۔ صرف موت ہی مجھے تجھ سے جدا کر سکتی ہے ایک اور شعر میں یہ کہتے ہیں کہ زندگی میں تیرے دامن سے وابستہ رہوں گا۔ مرنے کے بعد میری خاک تیرے دامن سے لگی رہے گی۔

شعر ۳ :- عاشق' معشوق کو حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ جادو بھی حافظ نے اس شعر میں معشوق کو پانے کی ترکیب بنائی ہے۔ اگر میں بابل جاؤں تو جادوؤں تو جادو سیکھ لوں۔ ایک نہیں، دو نہیں سو قسم کے جادو کرنا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں، میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ میں اس کو پالوں۔ یعنی معشوق کا حصول ہی اس کی سب سے بڑی دولت ہے۔

شعر۴ :۔ ابرو کو ہلال سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ حافظ ابرو سے محراب اور ہلال دونوں مراد لیتے ہیں۔ اس شعر میں معشوق سے یہ کہتے ہیں کہ مجھے ابروؤں کی محراب دکھا۔ صبح کے وقت جب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤں تو تیری گردن میں ڈال دوں یعنی محراب بھی مشخص ہے

شعر۵ :۔ شاعر نے معشوق کو بے وفا طبیب کہا ہے۔ ایک طبیب ہے اور دوسرا بے وفا بھی ہے تو عاشق کا برا حال ہے۔ عاشق کی مراد بر نہیں آتی۔ اس کی خواہش پوری نہیں ہوتی۔ اس کی یہ آرزو ہے کہ وہ اپنی جان اس کی موجودگی میں دینا چاہتا ہے۔ مگر طبیب کا پتہ نہیں ہے۔ وہ اس بات کا منتظر ہے کہ اگر طبیب ایک مرتبہ اس کو دیکھنے کے لیے آئے تو یہ جان دے دیگا۔ یعنی بیماری کی کیفیت پوچھنے کے لیے آجائے۔ یہی ایک اچھا بہانہ ہے۔ عاشق عالم نزع میں بھی معشوق کو یاد کرتا ہے۔ وہ دم واپسیں اپنے معشوق کو ایک دفعہ دیکھنا چاہتا ہے۔

شعر۶ :۔ محبت کا جذبہ سعی و کوشش سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ یہ فطرت کی بخشش ہے یہ انسان کو ورثے میں ملا ہے۔ اس خیال کے برعکس حافظ اس شعر میں یہ کہتے ہیں کہ میں اپنے آنسوؤں سے اس تخم کو پانی دے رہا ہوں جو مین نے تیرے دل میں بویا ہے تاکہ وہ بار آور ہو یعنی پھولے پھلے۔ آنسوؤں کی سونہرین کہہ کر شاعر نے اپنے جذبہ کی شدت کا اظہار کیا ہے۔

شعر۷ :۔ حافظ معشوق کے غمزہ و ادا کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ میں معشوق کے ناز و ادا کے خنجر کا شکر گذار ہوں۔ اس کے خنجر نے میرا خون بہایا اور مجھے غم ہجر سے نجات دلائی

شعر۸ :۔ اس شعر میں حافظ نے وہی بات دہرائی ہے جو چھٹے شعر میں کہہ چکے ہیں میں کس لیے روتا ہوں، میری آنکھیں کس کے لیے آنسو بہاتی ہیں۔ میرے رونے کا مقصد کیا ہے۔ رونے یا آنسو بہانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ محبت کے اس بیج کو جو میں نے تیرے دل میں بویا ہے۔ پانی دوں یا سیراب کروں۔ یعنی میرے آنسو ہی محبت کے بیج کو تناور درخت کی شکل دے سکتے ہیں یعنی محبت کے جذبہ کو استحکام آنسوؤں سے ملتا ہے۔

شعر۹ :۔ اس شعر میں شاعر معشوق سے مخاطب ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرے سوا کسی اور کو نہ چاہوں گا۔ اگر ایسا ہوا تو اس وقت میں تیری خاطر دل میں آگ لگا دوں اور آنکھ کو نکال

دوں کیونکہ آنکھ نے دیکھنے کا گناہ کیا ہے اور دل میں کسی اور کی تمنا جاگی ہے۔ عاشق محبت کی اس منزل میں ہے جہاں سے لوٹنا ممکن نہیں۔ پھر بھی دل پر اختیار نہیں۔ اگر وہ کسی کو دیکھ کر دھڑکے تو سزا ضرور ملے گی۔

شعر۱۰:۔ شاعر نے معشوق سے خطاب کیا ہے اور کہتا ہے کہ میرے (اللہ) محبوب تو اپنے کرم سے مجھے نواز دے، مجھے کامیابی عطا کر۔ اتنا کرم دے کہ میں اپنی آنکھوں سے تیرے قدموں پر موتی نچھاور کروں یعنی دل کی سوزش سے آنکھوں کے سوتے خشک ہو چکے ہیں۔ میں تیرے قدموں پر موتی نثار کیسے کروں اگر تیرا کرم شامل حال ہے تو یہ ممکن ہو سکے گا۔

شعر۱۱:۔ اس شعر میں حافظ یہ کہتے ہیں کہ اے حافظ! شراب پینا، مستی کرنا اور عشق کرنا تیری وضع داری کے خلاف ہیں۔ پھر بھی تو ان باتوں سے باز نہیں آتا۔ اور میں تجھے معاف کرتا ہوں۔

104.2 :۔ اشعار کی تشریح غزل (۸)

اس غزل میں چھ شعر ہیں

شعر۱:۔ کہتے ہیں کہ اگر تم مجھے مہربانی یا محبت سے بلاؤ گے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اگر غصہ کی وجہ سے بزم سے باہر نکال دو تو بھی مجھے کوئی شکوہ یا گلہ نہ ہوگا میرا دل صاف ہے اس میں کوئی غبار یا کینہ نہیں ہے مطلب یہ کہ میرا آنا تمہارے رحم وکرم پر منحصر ہے اور جانا قہر وغضب پر۔ اگر اپنی محفل میں مجھے شریک کر لو تو بڑی مہربانی ہو گی اور نکال دو تو بھی دعائیں دیتے ہوئے چلے جائیں گے یعنی ہم ہر حال میں راضی برضا ہیں اور سر تسلیم خم ہے

شعر۲:۔ معشوق کے حسن کا بیان میں کیسے کروں، میرے لیے تیری ایک خوبی پر روشنی ڈالنا ممکن نہیں ہے جبکہ تیرے اوصاف کا بیان کرنا بیان کی حد سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ عاشق، معشوق کے حسن کا پورا بیان نہیں کر سکتا۔ جب کہ وہ اُس کی ایک صفت بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس کی ایک صفت بیان کرتے کرتے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اور

تخیل کی پرواز رک گئی ہے۔ وہ بے بس ہے، یعنی تیری تعریف کے لئے بیان اور الفاظ ناکافی ہیں

شعر۳:۔ حافظ نے معشوق کو سرو کہا ہے کہتے ہیں کہ عالم چمن میں اس کے بلند و بالا قد کا سایہ ہمارے لیے کافی ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ اس کے سامنے ہیچ ہے کبھی کہتے ہیں کہ میرا معشوق سرورِواں ہے یعنی چلتا پھرتا، ناز و اندازِ بیان الگ ہے کہتے ہیں کہ اے سنگدل معشوق تو ہم پر سرو کی مانند کیوں سرکش ہے ہمارے منہ پر دونو طرف کیسے چشمے جاری ہیں یہاں اشارہ چشمہ ہائے اشک کی طرف ہے۔

شعر۴:۔ اس شعر میں حسن و عشق کا بیان شاعر نے کیا ہے جس طرح کوہِ قاف تمام دنیا کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے۔ اسی طرح حسینوں کے چہرہ کا نور تمام دنیا کو اپنے لپٹ میں لپیٹے میں لے رکھا ہے۔ یعنی ساری دنیا میں پھیلا ہوا یعنی اس نور کو عام نگاہوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس نور کو دیکھنا ہے تو عاشق کی نگاہوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ذاتِ الٰہی کی تجلی کا عاشق ہی متحمل ہو سکتا ہے۔

شعر ۵:۔ اس شعر میں معشوق کے رخ کو قرآن سے تشبیہ دی ہے شاعر نے قرآن کی مناسبت سے آیت، کشف، کشاف کا ذکر کیا ہے۔ یعنی معشوق کی رخ کے قرآن سے کوئی آیت پڑھ لے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر کشاف میں بھی یہی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور اس کی تفسیر بھی یہی ہے (یہاں معشوق ذاتِ الٰہی ہے) یعنی عاشق کو سوائے مشاہدہ محبوب کے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں مشاہدہ محبوب سے تمام اسرار اس پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

شعر۶:۔ حافظ ہمعصروں سے مخاطب ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دشمن میری طرح شاعری کرنا چاہتے ہیں۔ میرے انداز بیان کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی تمنا پوری ہو نے سے رہی۔ یہ ہما کی بات اور ابابیل کے طریقے کی مترادف ہے یعنی ظاہر ہے کہ ہما اور ابابیل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ اسی طرح میری شاعری اور ان کی شاعری میں بھی کوئی مماثلت نہیں ہے۔

10.4.3 :- اشعار کی تشریح غزل (۹)

اس غزل میں آٹھ شعر ہیں۔ 4 شعروں میں شراب کا ذکر ملتا ہے مُبارز الدین محمد نے اپنے دور حکومت شراب خانے بند کروا کر محتسب مقرر کر دیئے تھے۔ اس غزل میں ان واقعات پر طنز ہے۔ آیئے دیکھیں کہ حافظ شراب کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ آپ کے یہاں شراب' علامتی استعارہ ہے جس کو آپ نے طرح طرح سے برتا ہے۔ یہ شراب، شراب شوق و معرفت ہے جس سے مست و بے خود ہو کر آپ راہِ طلب میں آگے بڑھے اور اسے اپنی روحانی زندگی کا سہارا بنایا۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ اس کے بغیر عرفانْ ذات ممکن ہے اور نہ حق کی معرفت مے اور میکشی' جام و سبوئے خانے و خرابات مستی اور سرشاری کے استعارے اور علامتیں ہیں۔

شعر ۱ :- کہتے ہیں کہ ہوا مہکانیوالی ہے' شراب خوشی پیدا کرنیوالی یعنی بہار کا موسم ہے' شراب بھی ہے اور ساز و آواز بھی۔ شراب پینے کے لیے فضا ساز گار ہے۔ میں اس خوف سے شراب نہیں پیتا کہ محتسب کی نگاہ بہت تیز ہے اور وہ میری تاک میں ہے۔ محتسب سے مراد بادشاہ وقت بھی ہو سکتا ہے۔ شراب پینے کے سارے اسباب مہیا ہیں تو بھی شراب پینا منع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حافظ محتسبوں کی چیرہ دستیوں سے تنگ تھے ان کے خوف سے نہایت احتیاط سے شراب نوشی کی تلقین کرتے ہیں

شعر ۲ :- مے اور معشوق کے لیے فضا ساز گار نہیں ہے۔ اس خیال کو حافظ نے اس طرح ادا کیا ہے۔ زمانہ بہت خراب ہے۔ عقل سے کام لے۔ شراب مت پی۔ حالانکہ شراب بھی ہے اور دوست بھی۔ اگر صراحی اور دوست تیرے ہاتھ آ جائیں تو بھی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انجان بن جیسے شراب اور معشوق سے تجھے دور کا بھی واسطہ نہیں صراحی اور حریف کہہ کر شعر کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔

شعر ۳ :- علانیہ شراب پینے کی اجازت نہیں ہے۔ شراب خانے بند ہو جاتے ہیں تو لوگ چوری چوری پیتے ہیں۔ اس خیال کو حافظ نے اس طرح پیش کیا ہے کہ شراب کا پیالہ

گدڑی کی آستین میں چھپالے۔ کہیں کسی کی نظر نہ پڑ جائے۔ اور کوئی مشکل پیش آئے۔ کیونکہ زمانہ نہایت پر آشوب ہے۔ اور صراحی کی آنکھ کی طرح خوں ریز ہے۔

شعر ۴ :- مبارز الدین محمد نہایت مذہبی قسم کا فرمانروا تھا۔ اس نے شراب خانے بند کردیئے اور محتسب مقرر کردیئے تھے۔ حافظ نے اپنے اشعار میں نہ صرف سماجی تغیرات کی تصویر کشی کی بلکہ اس عہد پرہیز گاری پر نہایت کامیاب طنز بھی کیے ہیں۔ اس شعر میں اُسی عہد کا ذکر کرتے ہیں کہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے زمانے میں اپنے آنسوؤں سے گدڑی میں لگے ہوئے شراب کے دھبے دھو لیے۔ یعنی متقی اور پرہیز گار بن جا۔ کیونکہ پرہیز گاری کا وقت ہے

شعر ۵ :- زمانہ سے خالص عیش کی توقع نہ رکھ۔ اس خیال کو حافظ یوں ادا کرتے ہیں کہ آسمان کے الٹے چکر سے کسی بھلائی کی امید نہیں۔ آسمان شراب کا وہ مٹکا ہے جس میں اُوپر کی صاف شراب میں بھی تلچھٹ ہے۔

شاعری میں یونانی فلسفے سے یہ خیال آیا ہے کہ ساری مصیبتیں آسمان کی گردش سے آتی ہیں۔

شعر ۶ :- بلند آسمان کے قہر سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ چاہے وہ شاہ ہو یا گدا۔ حافظ کا خیال یہ ہے کہ بلند آسمان خون چھڑکنے والی چھلنی ہے۔ یعنی جو خون کے قطرے آسمان برساتا ہے اس میں کسریٰ کے سر اور پرویز کے تاج کی آمیزش ہے۔ مطلب یہ کہ جتنی بھی جنگیں ہوتی ہیں، دولت کے حصول کی خاطر خوں ریزی ہوتی ہے۔ ان سب کی ذمہ داری آسمان پر عائد ہوتی ہے۔

شعر ۷ :- رات کا قیام نفس انسانی کے لیے بالعموم گراں ہے۔ رات کا اٹھنا دل جمعی کے لیے انتہائی مناسب ہے۔ فضا میں سکون غالب ہوتا ہے۔ یہ وقت حضور قلب کے لیے زیادہ موثر ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ جو شخص رات کو سویرے اٹھتا ہے۔ اس کا دل اللہ کے انوار و تجلیات کا حصہ دار ہے۔ یعنی اللہ کے فیض کے نور سے دل منور ہو جاتا ہے۔ اسرار ورموز کا انکشاف ہوتا ہے۔

شعر ۸ :- اس شعر میں حافظ اپنی شہرت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ اے حافظ تو

نے اپنے کلام کی بدولت فارس اور عراق پر اپنا سکہ بٹھادیا ہے۔ بغداداور تبریز پر بھی قبضہ کر لے کیونکہ حافظ کے قدردان بغداداور تبریز میں بھی تھے۔ان کا کلام کا چرچا دور دور تک پہنچ چکا تھا۔(حافظ کو بغداد جانے کی بڑی آرزو تھی۔آپ بغداد نہیں گئے ایک غزل بطور شکریہ کے لکھ کر بھیج دی)

10.4.4 :- تشریح غزل (10)

اس غزل میں دس شعر ہیں۔

شعر ۱ :- اس شعر میں حافظ یہ کہتے ہیں کہ معشوق کے سامنے کسی ہنر کو پیش کرنا یا کوئی فضل وکمال دکھانا۔ بے ادبی کے مصداق ہے۔عاشق مجبور ہے۔زبان خاموش ہے۔ منہ میں زبان ہوتے ہوئے بھی گونگا بنا ہوا ہے۔لیکن منہ عربی سے بھرا ہے۔یعنی عربی زبان سے واقف ہیں مطلب یہ کہ حافظ کو عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔آپ کے دیوان میں کئی سو اشعار خالص عربی کے ہیں۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ہمیں ہمیشہ یار کا ادب ملحوظ رہتا ہے

شعر ۲ :- اہل ہنر ذلیل وخوار ہیں اور نا اہل بامِ عروج پر ہیں۔حافظ نے اس خیال کو ایک نرالے انداز سے بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ پری نے منہ چھپالیا جبکہ دیو کرشمہ وناز دکھارہے ہیں۔یعنی کرشمہ وناز کا تعلق پری سے ہے نہ کہ دیو سے مگر یہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ یہ تماشا دیکھ کر عقل حیرت سے جل گئی۔یعنی انسانی عقل کے خلاف ہر روز ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے

شعر ۳ :- حافظ کو آسمان سے اس بات کی شکایت ہے کہ وہ کمینہ پرور کیوں ہوگیا ہے یعنی کمینوں کو عروج حاصل ہورہا ہے۔آسمان کی اس حرکت کی وجہ مت پوچھو وہ تو یہی چاہتا ہے کہ اہل کمال کو نیچا دکھائے۔اسی بہانہ اس کی مراد پوری ہوگئی۔مطلب یہ کہ اہل کمال خوددار ہوتے ہیں اور اہل اقتدار کی خوشامد میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔اہل اقتدار انھیں نظرانداز کر کے کمتر درجے کے لوگوں کو نوازتے ہیں۔آسمان سے مراد اہل اقتدار۔

شعر۴ ۔ ابولہب حضورؐ کا حقیقی چچا تھا حسن و جمال اور چہرے کی سرخی کی وجہ سے اسے ابولہب (شعلہ فروزاں) کہا جاتا تھا آپؐ کا شدید دشمن تھا اس شعر میں خیر وشر کی دو علامتیں ہیں ۔ خیر کی علامت حضورؐ اور شر کی علامت ابولہب ۔ حافظ اس خیال کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ دنیا ایک ایسا چمن ہے جہاں پھول کے ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں ۔ آج تک کسی نے بغیر کانٹے کے پھول نہیں چنا ۔ بے شک چراغ مصطفوی، بولہبی لپٹ کے ساتھ ہے ۔

شعر۵ ۔ مکہ معظّمہ کی متبرک خاک سے ابوجہل پیدا ہوا اور دوسری سرزمینوں سے بڑے بڑے بزرگ پیدا ہوئے ۔ شاعر نے اس خیال کو یوں ادا کیا ہے کہ تعجب کی بات ہے کہ مکہ معظّمہ کی سرزمین سے ابوجہل پیدا ہوا ۔ حضورؐ کی تعلیمات کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوا ۔ آپؐ کی دشمنی میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ جبکہ بصرہ سے حسنؒ، حبش سے حضرت بلالؓ اور روم سے حضرت صہیبؓ نے آپؐ کا نام روشن کر دیا ۔

ابوجہل آپؐ کا چچا تھا ۔ آپؐ سے قریب ہوتے ہوئے بھی اس کی جہالت کی تاریکی دور نہیں ہوئی ۔ چراغ تلے اندھیرا کے مصداق ۔

حضرت بلالؓ آپؐ کے موذن تھے ۔ حضرت صہیبؓ ۔ صحابۂ کبار میں سے ایک صحابی تھے حضرت حسن بصری ۔ بصرہ کے رہنے والے صوفی ۔ آپؒ کی تعلیم کا مقصد باطنی اصلاح تھا ۔ آپؒ کے یہاں خالص توحید کی تعلیم تھی نہ کہ وحدت وجود کی

خاقانی نے اپنے قصیدے میں حضرت بلالؓ اور حضرت صہیب عود اور شکر کی طرح جل رہے ہیں ۔ یعنی باہم متفق ہو کر خدمت میں مصروف ہیں ۔ عود اور شکر خوشبو یا دفع چشمِ بد کے لیے بادشاہوں کے درباروں میں اکثر جلاتے ہیں ۔

شعر۶ ۔ اس شعر میں حافظ نے شراب کا ذکر کیا ہے ۔ یہ شراب فشردۂ انگور ہے یا شراب معرفت کہتے ہیں کہ انگور کی بیٹی یعنی شراب کا حسن ہماری آنکھوں کا نور ہے ۔ (مگر کی شرط نے اس شعر کو بلیغ بنا دیا ہے) ۔ یہ شراب آنکھوں میں نور اس وقت پیدا کر سکتی ہے

اگر وہ زجاجی نقاب اور غیبی پردہ میں ہو۔

زجاجی اور غیبی آنکھ کے پردوں کے نام بھی ہیں

زجاج۔ شیشے کو بھی کہتے ہیں صاحب بن عباد کا شعر اس ضمن میں ملاحظہ کیجئے

رق الزجاج ورقت **الخمر۔ فتشا بہا فتشابہ الا مرفکانہا خمر" ولا قدح وکا نما قدح ولا خمر**

یعنی شراب اور جام شراب دونوں اس قدر لطیف ہیں کہ مشتبہ سے ہو گئے ہیں۔ اسلیے دھوکا ہوتا ہے کہ صرف شراب ہے جام نہیں ہے' یا یہ کہ صرف جام ہے شراب نہیں غیبی پردہ کا ذکر کر کے حافظ نے بھی مغالطہ میں ڈال دیا ہے کہ یہ شراب انگور کی بیٹی ہے یا شرابِ معرفت

شعر۷:- شراب گویا مفرح ہے۔ اس خیال کو حافظ نے یوں ادا کیا ہے۔ بظاہر شراب کا نام نہیں لیا ہے۔ صراحی اور بوتل کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے دردِ دل کی دوا اس مفروح میں ہے جو چینی صراحی اور حلب کی بوتل میں آتی ہے۔ مجھے اسی مفرح کی تلاش ہے۔ یہ انگوری شراب ہے ایک جگہ یہ کہتے ہیں غموں میں مبتلا ہو کر دل بیکار ہو جاتا ہے۔ لہذا شراب کے گھونٹ سے غم دور کر کے دل کو کارآمد بنایا جائے۔

شعر۸:- حافظ نے واعظ' زاہد' فقیہ اور صوفی کا پردہ فاش کیا اور ان کی ریاکاری پر سخت تنقید کی کہ ان میں حقیقی روحانیت اور اخلاص کی کمی ہے۔ اس شعر میں خانقاہ اور لنگر خانہ کی ارزانی کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہتے ہیں کہ میں خانقاہ اور لنگر خانہ کے طاق کو آدھے جو میں بھی نہ خریدونگا۔ جبکہ میرے پاس ہی محل اور بلند قلعے موجود ہیں۔ یعنی شراب خانہ ہی محل اور قلعہ کے مصداق ہے۔

شعر۹:- اہل کمال کی ناقدری کی شکایت کے بارے میں حافظ کہتے ہیں کہ جب تک ہم صاحبِ علم و ہنر تھے کسی نے ہماری قدر نہیں کی اور نہ ہی ہماری حوصلہ افزائی ہوئی۔ اب جبکہ ہم نے میخانہ سے رشتہ جوڑ لیا ہے تو ہم پر لعنت ملامت کی جارہی ہے۔ ہماری بے ادبی کا تذکرہ زور وشور سے ہو رہا ہے یعنی میری مستی اور بے خودی کے چرچے ہو رہے

ہیں۔ ہر مجلس میں میری بدنامی اور رسوائی کے گیت گائے جا رہے ہیں

شعرہ ا:۔ حافظ کے یہاں گریۂ سحری کا ذکر ملتا ہے۔ گریۂ سحری اور وردِ صبوحی آپ کی عبادت اور عبودیت کا جز ہیں۔ اس مضمون کو اس شعر میں اس طرح ادا کیا ہے کہ حافظ کی طرح ہمیشہ میری استغفار، آدھی رات کو رونے اور عاجزی وانکساری کے ساتھ دعا مانگنے میں ہے۔ اس لیے شراب لا۔ یعنی دعائے نیم شبی کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حافظ کو صبح کی عبادت عزیز تھی صبح تاریکی پر نور کی فتح کا اعلان ہے۔ صبح قدرت کی توانائی کا مظہر ہے اور دل میں غرور وتمکنت کے بجائے بندگی کے احساس کو بیدار کرتی ہے گریۂ سحری اس کا اظہار ہے۔ شب خیزی کی یہ زحمت، شخصیت کے جوہر کو نکھارتی ہے۔

10.5 چند اہم نکات : یہاں چند اہم نکات حافظ کی شاعری کے سلسلہ میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ جن سے آپ کو اشعار کی تشریح میں مدد ملے گی۔

☆ حافظ کا عقیدہ وحدت وجود کا نہیں بلکہ اسلامی توحید کا ہے۔

☆ اسلامی توحید کیا ہے۔ اسلامی توحید کا عقیدہ جو قرآن مجید نے پیش کیا ہے وہ یہ کہ:

(ا) خدا کی محبت کو ایمان کا جز (قرار دینا) ماننا

(۲) مومن کی صفت اَشَدُّ حُبًّا للہ (بیان کی) ہے۔

(۳) اللہ کی محبت کے علاوہ رسول ﷺ کی محبت بھی لازمی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ٥ ترجمہ اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں (آیت نمبر 165 سورۂ بقر)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آیت نمبر 31 سورۂ آل عمران)

ترجمہ: کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ترجمہ کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی

اطاعت کرو (آیت نمبر ۳۲ سورہ آل عمران)

مندرجہ بالا قرآن مجید کی آیتیں اسلامی توحید کی تائید کرتی ہیں۔ حافظ کا ایک شعر ملاحظہ کیجئے جس میں وحدت الوجود کا ذکر ملتا ہے۔ حافظ کے تمام دیوان میں صرف یہی ایک شعر ہے

ندیم و مُطرب و ساقی ہمہ اوست ۔ خیالِ آب و گل در رہ بہانہ

ترجمہ :۔ شراب کا ساتھی اور مطرب اور ساقی سب وہی ہے۔ (ذاتِ الٰہی)

راستہ میں پانی، اور مٹی کا خیال ایک بہانہ ہے مطلب یہ کہ اس شعر میں حافظ نے وحدت الوجود کے مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی یہ تعیناتِ ظاہری محض ایک بہانہ ہیں۔ ورنہ موجود صرف ایک ذاتِ واحد ہے

:۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں جو چیز حسین و جمیل محسوس ہوتی ہے وہ حسنِ ازل کا پرتو ہے۔ اسے دیکھ کر دل کا کام دیتا ہے۔

حافظ حسن کے عاشق تھے اور جہاں کہیں ان کی نظرِ حسن پر پڑتی تھی آپ اس کی تعریف کرتے تھے۔ اور بعض اوقات بے خودی کے عالم میں ساغرِ شراب میں محبوب کے چہرے کا عکس نظر آتا ہے۔ آپ کے نزدیک محبوب کے لیے ضروری ہے کہ وہ انسان بھی ہو اور اخلاقی اوصاف سے آراستہ ہو۔

حافظ کے کلام میں مجاز اور حقیقت دونوں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ حافظ نے ایک جگہ کہا کہ جیسے دنیا میں بہت سے ہنر ہیں۔ اسی طرح عشق بھی ایک ہنر ہے جو بغیر حسن و جمال کے اپنے مقصود و منتہا کو نہیں پہنچتا۔ حسن ہی اس کی قدر افزائی کر سکتا ہے۔

عشق کی طرح حسن بھی توانائی کی ایک صورت ہے' نہایت لطیف اور پاکیزہ۔ آپ نے اس کے توسط سے زندگی اور کائنات کے حقائق بے نقاب کیے اور مجاز میں حقیقت کا پرتو دیکھا۔

ہاروت و ماروت ۔ بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں پر اللہ تعالیٰ نے جادو کا

علم نازل فرمایا تھا۔ تاکہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ انبیاؑ کے ہاتھوں پر جو معجزے ظاہر ہو تے ہیں وہ جادو نہیں ہیں۔ اس دور میں جادو عام ہونے کی وجہ سے لوگ انبیاؑ کو بھی نعوذ باللہ جادوگر سمجھنے لگے تھے۔ اسی مضالطے سے لوگوں کو بچانے کے لیے اور بطور امتحا ن فرشتوں کو نازل فرمایا گیا حافظ کا عقیدہ وحدت وجود کا نہیں بلکہ اسلامی توحید کا ہے۔

حافظ کے توحید کے تصور کو سمجھنے کے لیے پس منظر کا جاننا ضروری ہے۔ جب عباسی عہد میں یونانی علوم وفنون کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا تو عقائد کی ابتدائی سادگی قائم نہ رہ سکی۔

فارابیؔ، بوعلی سیناؔ اور ابن رشدؔ، نے یونانی فلسفے کو اسلام سے مطابقت دی۔ شہا ب الدین سہروردی نے اپنی تصنیف کتاب حکمۃ الاشراق میں یونانی فلسفے اور ایرانی تصورات کا امتزاج کیا۔ علماء نے اس کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔

امام غزالیؔ اور امام ابنِ تیمیہ نے اپنی تصانیف کے ذریعے اسلامی تعلیم کو مسخ ہو نے سے بچا لیا خواجہ حسن بصریؔ'' اور جنید بغدادیؔ'' کے یہاں خالص توحید کی تعلیم تھی نہ کہ وحدتِ وجود کی اصول کو تقویت دینے والا تھا۔

شعرائے متصوفین میں سنائیؔ، عطارؔ اور عراقیؔ نے وحدتِ وجود کے انتہا پسندانہ خیالات کو اپنایا۔

مولانا رومؔ اور سعدیؔ کے یہاں متوازن نقطۂ نظر ملتا ہے۔ مولانا روم کے یہاں اگرچہ وجودی عناصر بھی ہیں لیکن خالص توحید کی مثالیں بھی ان کی مثنوی میں کثرت سے ملتی ہیں مولانا روم کا ہمعصر ابن عربی نے پہلی مرتبہ وحدتِ وجود کے فلسفیانہ خیالات کو اپنی تصانیف فصوص الحکم'' اور ''فتوحات مکیہ'' میں پیش کیا۔ اقبالؔ نے اس کے خیالات کو بغداد کی تباہی سے زیادہ مہلک بتایا۔ ابن عربی کے خیالات کی وجہ سے اسلامی تعلیم کے متحرک تصورات ماند پڑ گئے۔ اس زمانے میں متصوفانہ

خیالات کے خلاف سخت ردِ عمل اس لیے ہوا کہ ہم وجودیت کے خیالات کو فروغ ہو۔

تاہم وجودیت کیا ہے۔؟

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ مخلوق ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ موجود ہیں مثلاً

۱) بندہ جب خدا کو پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کو سنتا ہے

۲) فرطِ محبت میں بندہ کبھی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا خالق اس کی رگِ گردن سے زیادہ قریب ہے

۳) اللہ تعالیٰ بندے کی دعا کو سنتا ہے اور اسے شرفِ قبولیت بخشتا ہے۔ یہی مقامِ قُرب ہے جس کا قرآنِ پاک میں ذکر ہے۔

جے **نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ:۔**

ترجمہ ہم اس سے اس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ۔اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ...... (آیت نمبر 186 سورۂ بقرہ)

ترجمہ :۔ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کی میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں

قُربِ الٰہی کا روحانی تجربہ اس قدر لطیف ہے کہ اکثر اوقات سالک کو شبہ ہونے لگتا ہے کہ اس کا وجود ذاتِ باری میں ضم ہو گیا۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چونکہ انسان کو زندگی میں ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں۔ قربِ الٰہی حاصل کر لینے کے باوجود مرحلۂ شوق طے نہیں ہوا ہے۔ یہ احساسِ ناتمامی عمل کا سب سے بڑا محرک ہے وحدتِ وجود کو تسلیم کرنے سے ترقی اور تکمیل کا خیال باطل ہو جاتا ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ :۔ نمونہ جوابات

سوال ۱ :۔ اسلامی توحید کیا ہے

سوال ۲ :۔ وحدت الوجود کے فلسفے کا آغاز کب ہوا

جواب ۱ اور ۲ :۔ ان سوالوں کے جواب 10.5 میں دیکھئے۔

عشق ۔تصوف میں عشق کی دو خاص نوعیتیں ہیں۔آپ تو جانتے ہی ہوں گے کہ عشق کیا ہے مگر جس عشق کا ذکر حافظ نے اپنے کلام میں کیا ہے۔وہ مشکل ہی سے سمجھ میں آئے گا۔

مجازی عشق :۔ وہ عشق جس کا تعلق دنیا سے ہو

حقیقی عشق :۔ وہ عشق جس کا تعلق ذاتِ الٰہی سے ہو

عشق مجازی، عشق حقیقی کا زینہ ہے۔میر تقی میر نے ذکر میر میں لکھا ہے کہ "عالم میں جو کچھ ہے عشق ہے، عشق کا ظہور ہے۔آگ سوز عشق ہے، پانی رفتارِ عشق ہے، خاک قرارِ عشق، ہے ہوا اضطرار عشق ہے، موت عشق کی مستی ہے۔حیات عشق کی ہوشیاری ہے، رات عشق کا خواب ہے، دن عشق کی بیداری ہے"

عشق، حافظ کے دل و دماغ پر ایسا چھایا ہوا ہے کہ وہ جو کچھ دیکھتے ہیں اُسی کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جو کچھ سنتے ہیں اُسی کے کانوں سے سنتے ہیں۔آپ کے دور میں اہل تصوف نے مجاز و حقیقت کی جو خلیج بنا رکھی تھی آپ نے اسے پاٹ دیا۔

انسان، عشق سے دوام اور ابدیت حاصل کرتا ہے۔عشق زمانے سے ماورا ہے کیونکہ وہ روح کا حقیقی جوہر ہے۔اس خیال کو حافظ یوں ادا کرتے ہیں

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ترجمہ :۔ وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہو جاتا ہے۔ہمارا یہی حال

ہے چنانچہ ہمارا دوام یا ہمیشگی ہماری حیات ابدی دنیا کی تاریخ میں ثبت ہو چکی ہے۔

غم۔عشق کے لیے لازم ہے چاہے وہ عشق مجازی ہو یا حقیقی۔غم پراسرار ہے۔اس سے عرفان ذات حاصل ہوتا ہے۔غم کے تعلق سے حافظ یوں کہتے ہیں کہ

ناصحم گفت کہ جز غم چہ ہنر دارد عشق

بروای خواجہ عاقل ہنری بہتر ازیں

جب ناصح نے پوچھا کہ عشق سے سوائے غم کے کیا حاصل ہے تو میں نے جواب دیا کہ حضرت جائیے آپ اپنا راستہ لیجئے۔غم سے بہترین دنیا میں اور کیا چیز ہے جس کی خواہش کی جائے۔

وحدت الوجود کا ذکر اشعار کی تشریح کے ضمن میں بارہا آیا ہے۔آپ بھی جان لیں کہ یہ وحدتِ وجود کیا ہے۔

وحدت الوجود کا فلسفہ مسئلہ عقیدہ سب ایک ہی ہیں کسی بھی نام سے پکاریں۔وحدتِ وجود کے ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ زندگی حقیقی نہیں محض اعتباری ہے، انسان کو اپنے اعمال پر اختیار نہیں وہ مجبور ہے کائنات ایک ہے اور باقی اشیاء اس کا عکس ہیں۔یعنی حقیقت صرف ایک ہے۔اس حقیقت تک رسائی عشق کے ذریعے سے ہو سکتی ہے۔اس عشق پر وہی قابو پا سکتا ہے جو اپنے آپ کو حقیقت میں گم کر دیتا ہے یہ کامیابی سعی و کوشش سے حاصل نہیں ہوتی صرف تائیدِ غیبی یا تقدیر سے حاصل ہوتی ہے حافظ نے وحدت وجود کی شاعرانہ تردید اس شعر میں کی ہے۔

خیالِ حوصلۂ بحر می پزم ہیہات

چہاست در سرِ ایں قطرۂ محال اندیش

ترجمہ :۔ میں سمندر کے حوصلہ کا خیالی پکار رہا ہوں افسوس ہے اس ناممکن بات سوچنے والے قطرے کے سر میں کیا کچھ ہے

قطرے سے دل اور بحر سے عشق کا سمندر مراد ہے۔مطلب یہ کہ اگر قطرے کو کبھی یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہ اور سمندر ایک ہیں تو یہ لایعنی بات ہو گئی قطرہ قطرہ ہے اور سمندر

حافظ کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی بندگی میں اخلاص کی ضرورت ہے۔ بندگی اس لیے نہیں کرنی چاہیے کہ اس کے معاوضے میں جنت ملے گی۔ خدا اپنے نیک بندوں کو جو اجر دے گا وہ ''عطای کشیر'' ہے جبکہ دنیا کی نعمتیں ''متاعِ قلیل'' ہیں لیکن عاشق کے نزدیک ان کی قدر و قیمت ایک جو کے برابر ہے۔ عاشق دونوں جہاں کی نعمتوں کو قرب الٰہی کی خاطر قربان کرنے کو تیار ہے۔ بندہ عفو و رحمت کا خواستگار ہوتا ہے۔ وحدت الوجود کے فلسفے میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ حافظ کے کلام کی خصوصیات بے شمار ہیں۔ دریا کو کوزہ میں بند کرنا ممکن نہیں ہے۔ آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ: نمونۂ جواب

سوال ۳ حافظ کی شراب شراب شوق و معرفت ہے وضاحت کیجئے

سوال ۴ مندرجۂ ذیل شعر کا مطلب بیان کیجئے

تا بگیسوے تو دست ناسزایاں کم رسد
ہر دلے در حلقۂ در ذکر یارب یارب ست

جواب ۳ اور ۴ 10.5 کے تحت دیکھئے۔

10.6 خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے حافظ کی ردیف تائے فوقانی کی پانچ غزلوں اور ان غزلوں کا ترجمہ اور تشریح سے آپ کو واقف کرایا۔ اغراض و مقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ حافظ کی غزل کے مفاہیم و مطالب جاننے کے لیے اسلامی توحید کا جائزہ بھی لیا گیا۔ چند اہم نکات بھی اس سلسلہ میں دیئے گیے۔ حافظ کے نزدیک وجود کو بامعنی بنانے کا صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی سب کچھ چھوڑ کر محبوب

کے حلقۂ زلف کو پکڑ لے۔ اس کے سہارے وہ زندگی کے طوفانوں کا مقابلہ کرے گا۔ حافظ کی بلاغت اور رمزیت کا یہ خاص انداز ہے کہ معشوق کے تغافل اور اس کی جفاؤں سے شکایت نہیں بلکہ اس کی زلف سے ہے کہ وہی عاشقوں کو گرفتار کرتی ہے ہیئت اور معانی کی اسی بلاغت سے آپ کو واقف کروایا تا کہ آپ شعر کے ظاہری مفہوم کے ساتھ ساتھ باطنی مطالب بھی سمجھ سکیں اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی۔ آخر میں نمونہ امتحانی سوالات دیئے گئے اور فرہنگ کے تحت مشکل الفاظ کے معنی بھی۔ سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا امید آپ ان سے ضرور استفادہ کریں گے۔

10.7 نمونہ امتحانی سوالات

سوال صرف پانچ اشعار کی تشریح کیجئے

۱:۔ درراہ عشق مرحلۂ قرب وبُعد نیست ۔ می بینمت عیاں و دُعا می فرستمت

۲:۔ اے غائب ازنظر کہ شدی ہمنشینِ دل ۔ می گویمت دعا و ثنا می فرستمت

۳:۔ گر بایدم شدن ہاروتِ بابلی ۔ صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت

۴:۔ گر دیدہ وَ دلم کند آہنگِ دیگرے ۔ آتش زنم درآں دل و دیدہ برآرمت

۵:۔ بیانِ وصفِ تو گفتن نہ حدِّ امکان ست ۔ چرا کہ وصفِ تو بیروں زحدِّ اوصاف ست

۶:۔ زمُصحفِ رُخِ دلدار آیتے برخواں ۔ کہ آں بیانِ مقاماتِ کشف وکشّاف ست

۷:۔ درآستینِ مرقع پیالہ پنہاں کن ۔ کہ ہمچو چشمِ صراحی زمانہ خوں ریز ست

۸:۔ ہرآنچہ میرسد از نُو رِفیضِ سُبحانی ۔ نصیبۂ دلِ شخصے کہ شب سحر خیز ست

۹:۔ اگر چہ عرضِ ہنر پیشِ یار بےادبیت ۔ زباں خموش ولیکن وہاں پراز عربیست

۱۰:۔ ازیں چمن گلِ بےخار کس نچید آرے ۔ چراغِ مُصطفوی با شرارِ بولہبیست

10.8 فرہنگ ۔ (غزل (۲))

ہدہد ۔ ایک خوب صورت، مشہور پرندہ جن کے سر پر تاج ہوتا ہے اس کو مرغ سلیمانؑ بھی کہتے ہیں

حیف ۔ افسوس

خاکدان ۔ مٹی اور کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ

دہر ۔ دنیا

تفرج ۔ خوشحالی، راحت

ہم نشین ۔ ساتھی، مصاحب

ثنا ۔ تعریف، توصیف، مدح

ہاتف ۔ غیب کی آواز، غیب کی آواز دینے والا فرشتہ

تعجیل ۔ جلدی، عجلت

سرور ۔ نغمہ، گیت، ایک قسم کا باجا

کجا ۔ کہاں

مطرب ۔ گویا، گانے والا

صنع ۔ کاریگر

صبا ۔ وہ ہوا جو مشرق سے چلتی ہے، وہ پروا ہوا جو موسم بہار میں چلتی ہے

آشیانِ وفا ۔ وفا کا آشیانہ

غمت ۔ تیرا غم

فرست ۔ بھیج

اسپ ۔ گھوڑا

طائرے ۔ ایک پرند

بُعد ۔ دوری

غزل (۷)

آہنگ ۔ اندراز، راگ، ایک باجے کا نام

تخمِ مہر ۔ محبت کا بیج

بابل ۔ ایک مشہور شہر دریائے فرات پر مشرق کی جانب واقع تھا

ہاروت ۔ فرشتہ کا نام (اللہ تعالیٰ نے بابل میں ہاروت اور ماروت فرشتوں پر جادو کا علم نازل فرمایا تھا

بازپرس ۔ پوچھنا

ساحر ۔ جادوگر

نما ۔ دکھا، ظاہر کرنے والا، نمایاں کرنے والا

سوئے ۔ طرف، جانب

چاہِ بابل ۔ بابل کے کنویں میں ہاروت و ماروت خدا کے حکم سے لٹکائے گئے ہیں اور قیامت تک لٹکے رہیں گے

جانم، خونم، دلم ۔ میری جانِ میرا خون، میرا دل

جوئے آب ۔ پانی کی نہر

پات ۔ تیرے پاؤں

سوز ۔ جلن

دہ ۔ دے

می گریم ۔ میں روتا ہوں

مرادم ۔ میرا مقصد

سحر گہے ۔ صبح کے وقت

دردل ۔ دل میں

غزل (۸)

الطاف ۔ لطف کی جمع، مہربانیاں

دروں ۔ دل

وصف ۔ تعریف، صفت

قاف تا قاف ۔ ساری دنیا

کشاف ۔ علامہ زمخشری کی قرآن مجید کی تفسیری کا نام

مُصحف ۔ قرآن مجید، معشوق کے رخسار

طمع ۔ حرص، لالچ

ہما ۔ پرندہ کا نام جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جس کے سر پر سے گذر جائے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے

منطق ۔ علم دلیل، علم مناظرہ یعنی وہ علم جو عقلی دلیلوں سے حق کو حق اور ناحق کو ناحق ثابت کر دیتا ہے۔

مزید ۔ زیادتی، زیادہ کیا گیا

خوباں ۔ خوب کی جمع بمعنی معشوق

خطاف ۔ ابابیل

روئے ما ۔ ہمارا چہرہ

قہر ۔ زبردستی کرنا، زور کرنا

وجود ۔ مطلوب کا پانا، ہستی مجازاً بدن

متحمل ۔ برداشت کرنے والا

ہلال ۔ نیا چاند

تعین ۔ مقرر ہونا، مخصوص ہونا، کبھی ہستی اور وجود بھی مراد لیتے ہیں

جوئے آب ۔ پانی کی نہر

سوز ۔ جلن

غزل(۹)

چنگ ۔ ایک قسم کا باجا

محتسب ۔ شرع کے خلاف باتوں کی ممانعت کرنے والا، کوتوال

حریف - ہم پیشہ، دشمن

واژگوں - اوندھا

سپہر - آسمان

دردی - تل جھٹ

کسریٰ - نوشیرواں عادل، عجم کے بادشاہوں کا لقب

پرویز - خسرو پرویز جو نوشیروان کا پوتا اور شیریں کا عاشق تھا

پارس - ملکِ فارس

ورع پارسائی، تقویٰ

مجوئے - مت تلاش کر

ہمچو - اگر تیرے

مخور - مت پی

مرقع - گدڑی

بادہ - شراب

خرقہ - فقیروں کا لباس

فرح - خوش، مسرور

غزل (۱۰)

دخترِ رز - انگوری شراب

اکنوں - اب ابھی

حلب - ملکِ شام کے ایک شہر کا نام

رباط - سرائے، مسافر خانہ

نیم - آدھا، نصف

مپرس - مت پوچھ

زجاج ۔ شیشہ، شیشے کی بوتل

بیار ۔ لا

صلاے ۔ دعوت، عام کرنا، عام اجازت

گریہ ۔ رونا

طنبہ ۔ خیمے کی رسی

سفلہ ۔ کمینہ، نالائق

عین ۔ آنکھ

مفرح ۔ فروحت بخشنے والا۔وہ دوا جو طبیعت کو فرحت بخشے

دہاں ۔ جمع دہن کی منہ

صراحی چینی ۔ چینی کی صراحی

ایوان ۔ محل

خار ۔ کانٹا

سوخت ۔ جلا

10.9 :۔سفارشی کتب

ا۔ دیوانِ حافظ مترجم	:	از قاضی سجاد حسین
۲۔ حیاتِ حافظ	:	از اسلم جے راج پوری
۳۔ حافظ اور اقبال	:	از یوسف حسین خاں

مہ جبیں سلطانہ

سینئر لکچرر شعبۂ اردو

مانسا گنگوتری، میسور

اکائی (11) حیاتِ عمر خیّام

ساخت

11.0 :۔ اغراض ومقاصد

11.1 :۔ تمہید

11.2 :۔ عمر خیّام کی زندگی کے حالات

11.3:۔ چند اہم نکات

11.4 :۔ خلاصہ

11.5 :۔ نمونۂ امتحانی سوالات

11.6 :۔ فرہنگ

11.7 :۔ سفارشی کتب

11.0 :۔ اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ حکیم عمر خیام
☆ ابتدائی تعلیم
☆ تصانیف
☆ دربار شاہی سے مراسم
☆ شہرت اور
☆ مذہبی عقاید سے واقف ہو سکیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کر سکیں

11.1 :۔ تمہید

اس اکائی میں حکیم عمر خیام کی حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی تخلیقات کا اختصار کے ساتھ جائزہ لیا جائے گا۔

مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنے کے باوجود آپ کو وہ مقام نہیں ملا جو

ملنا چاہئے تھا۔

آپ کوشہرت صرف رباعیوں کی وجہ سے ملی ۔ شاعر کی حیثیت سے آپ مشہور ہوئے جس طرح غالب کو فارسی کلام کے بجائے اردو دیوان سے شہرت ملی ۔ اسی طرح خیام کو بھی رباعیوں نے جلا بخشی آپ کی رباعیوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہوئے ۔ ان ترجموں کی وجہ سے آپ کی شہرت میں چار چاند لگ گئے ۔ مگر متن سے ناواقفیت کی بنا پر مترجموں نے آپ کی شخصیت کو گہن لگا دیا۔

آپ جتنے زیادہ مشہور ہوئے اس سے کہیں زیادہ بدنام ہوئے ۔ کیونکہ بعض لوگوں نے اور خصوصاً یُورپ والوں نے رباعیات کے پیش نظر آپ کے عقاید کے متعلق جو نتیجے نکالے ہیں وہ سراسر غلط ہیں۔

آپ تمام عمر اجرام فلکی کی حرکات وسکنات کے مطالعہ میں گزاری اور اس علم میں کمال حاصل کیا۔ مشہور منجم ہوئے نئے کیلنڈر بنانے میں کامیاب ہوئے ۔ آپ کی ذات سے وابستہ روایتوں سے ہم آپ کو تفصیلی طور پر واقف کرائیں گے

11.2 ۔ عمر خیام کی زندگی کے حالات

نام ونسب :۔ خیام کا نام غیات الدین ابوالفتح عمر بن ابراہیم ہے۔ شعرالعجم میں آپ کا نام عمر ولکھا ہے۔ لیکن اور کسی کتاب سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی ۔ آپ کی ایک رباعی سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپکا نام عمر ہے۔ تخلص آپ کا خیام ہے۔ خیام کے معنے خیمہ دوز کے ہیں یعنی خیمہ دوز ڈیرے سینے والے کو کہتے ہیں ۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا آبائی پیشہ خیمہ دوزی تھا اور اسی مناسبت سے آپ نے یہی تخلص اختیار کیا۔ اس کی مثالیں اور ایرانی شعراء میں بھی موجود ہیں کئی ایرانی شاعروں کے تخلص ان کے پیشوں کے لحاظ سے ہیں۔ مثلاً مجد الدین ہمگر۔ آپ رفو گر تھے اس لیے ہمگر کہلائے شیخ فریدالدین عطاؔر عطر فروش تھے۔ فردوسی کے والد زمینداری اور باغبانی کرتے تھے اس لیے آپ نے فردوسی تخلص پیشہ کے اعتبار سے کیا۔

آپ عمر خیام کے نام سے مشہور ہوئے ۔ عربی کتابوں میں آپ خیامی تخلص سے جانے جاتے ہیں ۔ آپ اپنی تصانیف میں بھی اپنے کو خیامی لکھتے ہیں۔ لیکن رباعیات میں جب آپ

اپنا تخلص لاتے ہیں تو خیام لکھتے ہیں۔

خیام نے اپنی رباعیات میں اپنی خیمہ دوزی کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں

خیام کہ خیمہ پائے حکمت می دوخت ۔ درکورۂ غم فتادو ناگاہ بسوخت

مقراضِ اجل طناب عمرش چو برید ۔ دلّالِ قضا برائگانش بفروخت

ترجمہ :۔ خیام کہ حکمت کے خیمے سیا کرتا تھا۔غم کی بھٹی میں گرا اور یک لخت جل گیا موت کی قینچی نے جب اس کی عمر کی طناب کاٹ دی قضا کے دلال نے اُسے مفت بیچ دیا۔

خیمہ اور طناب کی رعایت ظاہری بہت خوب ہے۔

11.21 :۔ تاریخ ولادت

آپ کی تاریخ والادت کسی کتاب سے صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی۔البتہ نظام الملک کی تحریر سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نظام الملک کے ہم عمر تھے۔نظام الملک کی تاریخ والادت ۴۰۸ھ یا ۱۰۱۷ء ہے۔غالباً آپ بھی ۴۰۸ھ کے قریب پیدا ہوئے۔

11.22 :۔ وطن

خیام ایران کے صوبۂ خراساں نیشاپور کے رہنے والے تھے۔اسی شہر میں یا اس کے مضافات میں پیدا ہوئے۔عمر کا بیشتر حصہ یہیں گذارا اور سپرد خاک ہوئے۔آپ یہ بھی جان لیں کہ عمر خیام کے وطن کی اہمیت کیا ہے اور وہ کس وجہ سے مشہور ہے۔بانی کون ہے۔

نیشاپور کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔یہ ملک خراساں کا ایک پرانا اور مشہور شہر ہے۔علم وفضل کا مشہور مرکز ہے۔ابتدائی نام ابر شہر تھا شاپور شاہ فارس کو ''نے شاپور'' اتنا پسند آیا کہ اس نے حکم دیا کہ جنگل کو صاف کر کے شہر آباد کیا جائے اور تب سے یہ شہر ''نیشاپور'' کے نام سے مشہور ہوا۔

مشہور آتشکدہ کی وجہ سے ساسانیوں کے عہد میں اس شہر کو مذہبی اہمیت حاصل رہی ہے۔

جب مسلمانوں نے اس شہر کو فتح کیا تو بہت سے لوگ عرب سے آکر یہاں بس گئے۔

نویں صدی میں روئی اور ریشم کی برآمد سے بہت فائدہ ہوا ۱۱۵۳ء اور ۱۲۲۱ء ترکمانوں اور مغلوں نے اس شہر کو پامال کر دیا۔باغات اور پھلوں کے اس شہر کو ''دمشق خورد'' کہا

جاتا تھا۔ نیشاپور میں کئی مدرسے تھے۔ مدرسہ بیہقیہ، مدرسہ سعیدیہ، نظامیہ نیشاپور کے علاوہ بھی اعلیٰ پیمانے پر مدرسے موجود تھے۔ آپ کے زمانے میں نیشاپور کی حکومت سلجوقی خاندان کے ہاتھ میں تھی

11.2.3۔ ابتدائی تعلیم

آپ کی تعلیم نیشاپور میں ہوئی۔ جید علماء سے آپ نے درس لیا اور علوم وفنون میں کمال پیدا کر لیا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم، نظام الملک اور حسن بن صباح کے ساتھ آپ کے مراسم کا ایک عجیب قصہ ہے۔ اس قصہ کو نظام الملک نے اپنی کتاب ''وصایا'' میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ وصیت نامہ اس نے آنے والے مدبرین ملک کے لیے، یادگار کے طور پر چھوڑا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ نظام الملک طوسی اور حسن بن صبّاح دونوں آپ کے ہم جماعت تھے طالب علمی کے زمانے میں ان تینوں میں بڑی دوستی اور ہم آہنگی تھی۔ تینوں نے باہم عہد و پیمان کر لیا تھا کہ تینوں میں سے جس کسی کو قوت اور اختیار حاصل ہو وہ دوسرے کی مدد کرے اور بقیہ دو کو سنبھالے، چنانچہ اس عہد و پیمان کو انہوں نے نبھایا۔ نظام الملک اصفہان کے دربار میں پہنچا اور الپ ارسلاں کا وزیر بن گیا۔ خطابات اور اعزاز و اکرام سے سرفراز ہوا۔ اس کی خبر عمر خیام اور حسن بن صباح کو ملی تو، دونوں اس کے پاس پہنچے۔ اس نے اپنے وعدے کے مطابق ان سے بڑا حسنِ سلوک کیا۔ حسن بن صباح کو شاہی عہدہ دیا۔ مگر اس نے اپنے والی نعمت ہی کے خلاف شرارت کی تو دربار سے نکال دیا گیا۔ آخر کار وہ اسماعیلی فرقے میں شامل ہو کر باطنیہ تحریک کا امام بن گیا۔ اور باقی عمر شرارتوں اور سازشوں میں بسر کر دی۔ عمر خیام کی خواہش پر نظام الملک نے ان کے وطن ہی میں سالانہ بارہ سو اشرفی کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور وہ درس و تدریس، مطالعہ و تحقیق میں مشغول ہو گئے اور زندگی اسی میں بسر کر دی۔

11.2.4۔ خیام کے علمی فضائل اور تصانیف

حکیم عمر خیام کو اکثر لوگ ان کی فارسی رباعیات کے ذریعے سے ہی جانتے ہیں۔ آپ صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ آپ کو تو مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل تھا۔ یعنی آپ کی ذات میں مختلف علوم وفنون جمع ہو گئے تھے۔ عربی زبان وادب۔ فلسفہ، تفسیر، حدیث، لغت

طبابت، ہیئت، نجوم، ریاضی، فن قرأت میں آپ کو بڑی مہارت حاصل ہوگئی۔

افسوس ہے کہ عمر خیام کے علمی کارنامے محفوظ نہ رہے۔ آپ کی چند تصانیف یہ ہیں (جن کا نام اب تک باقی ہے)

۱۔ تقویم جلالی یا تاریخِ ملک شاہی

۲۔ زیچ ملک شاہی

۳۔ علم طبعیات میں ایک رسالہ

۴۔ وجود کی حقیقت پر ایک رسالہ

۵۔ رسالہ کون و تکلیف

۶۔ رسالہ ضیاء العقلی فی موضوع العلم الکلی (عربی)

۷۔ الجبرا (عربی)

۸۔ رسالہ فی براہین الجبر والمقابلہ

۹۔ عرائس النفائس

۱۰۔ ایک مختصر سا رسالہ در بارۂ

۱۱۔ رباعیات فارسی

۱۲۔ عربی اشعار

۱۳۔ رسالہ مساحت و مکعبات

تقویم جلالی :۔ جب ملک شاہ نے پرانی تقویم کا ارادہ کیا تو ایک عظیم الشان رصد خانہ قائم کیا۔ جس میں مدت تک آپ کام کرتے رہے۔ ایک نئی تقویم تیار کی جو تاریخ ملک شاہی یا تقویم جلالی کے نام سے مشہور ہے۔

زیچ ملک شاہی :۔ اسی رصد خانہ میں آپ نے نجومی نقشوں کو ترتیب دے کر نئے نقشے بنائے۔ اس کی تیاری میں آپ نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور جو زیچ آپ نے تیار کی تھی وہ جال ہی میں یورپ والوں نے شایع کی ہے اور بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے)اس کے علاوہ آپ نے نجوم اور ہیئت کے بڑے کارنامے انجام دیئے عرائس النفائس کا

صرف نام باقی ہے۔ یہ فلسفہ کی کتاب ہے۔آپ نے اقلیدس کے بعض مشکل اور پیچیدہ مسائل پر ایک کتاب لکھی۔ جو نایاب ہے زیچ ملک شاہی۔ یورپ میں چھپی، الجبرا۔ فرانس میں ترجمہ کے ساتھ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے، رسالہ دربارۂ اور رسالہ ضیاء العقلی فی موضوع العلم الکلی۔ دونوں رسالے مصر سے شائع ہو چکے ہیں۔

اہل فضل وکمال کے دلوں پر عمر خیام کے رتبہ اور مقام کا ایسا سکہ بیٹھا تھا کہ کیا موافق اور کیا مخالف سب ہی آپ کی علمی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے۔آپ کے علمی فضائل کے ضمن میں چند مثالیں دی جارہی ہیں۔

جمال الدین قفطی نے ''تاریخ الحکماء'' میں امام غزالیؒ اور حکیم عمر خیام کے ایک مناظرہ کا حال درج کیا ہے۔ امام صاحب نے کسی فلسفیانہ مسئلہ پر سوال کیا۔ آپ نے یہ کہہ دیا کہ میں ''عرائس النفائس'' میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ پھر جواب دیا۔ پہلے ابتدائی مراتب پر بحث شروع کی اور اس قدر پھیلایا کہ یہ مسئلہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ ظہر کی اذان کی آواز آئی۔ امام غزالی'' یہ کہکر اٹھ گئے کہ **جَآءَ الْحَقُّ الْبَاطِلُ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً**

ترجمہ :۔ حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا مطلب یہ کہ حضورؐ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں 360 بت تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ آپؐ چھڑی کی نوک سے بتوں کو مارتے اور یہ آیت شریف پڑھتے جاتے (حدیث) (آیت نمبر ۸۱ سورۂ بنی اسرائیل) فن قرأت میں بھی آپ کے معلومات بہت وسیع تھے۔ شہرزوری لکھتا ہے کہ'' ایک دفعہ وزیر عبدالرزاق کے ہاں علمی صحبت تھی۔

فن قرأت کے امام ابوالحسن غزالی بھی موجود تھے فن قرأت کے کسی مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی جیسے ہی خیام آئے وزیر موصوف نے وہ مسئلہ آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے ساتوں قرأتیں، شاذ روایتیں اور ان کے دلائل اور وجوہات بیان کر کے ایک قرأت کو ترجیح دی۔ ابوالحسن غزالی دنگ رہ گئے اور بے اختیار بول اٹھے کہ حکماء کا کیا ذکر۔ فن قرأت کے ماہرین میں سے بھی شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے معلومات اتنے وسیع ہوں۔

آپ نے قوت حافظہ بھی غضب کا پایا تھا۔ ایک مرتبہ اصفہان میں ایک کتاب نظر سے گذری، سات دفعہ اس کا مطالعہ کیا۔ اور جب نیشا پور واپس آئے تو پوری کتاب زبانی لکھوادی۔ اصل کتاب سے مقابلہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ صرف چند الفاظ کا فرق ہے۔۔

لغات وادبیات عرب میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ ایک دفعہ ابوالحسن بیہقی اور آپ کے درمیان دیوان حماسہ کے ایک شعر پر بہت طویل بحث ہوئی۔ شبلی نے شعرالعجم میں '' تاریخ الحکماء'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''ایک دفعہ قاضی عبدالرشید خیام سے مرو کے حمام میں ملے اور سورۂ معوذتین یعنی سورۃ الناس کے معنے دریافت کئے یہ بھی پوچھا کہ ان سورتوں میں بعض الفاظ بار بار کیوں آئے ہیں آپ نے برجستہ جواب دینا شروع کیا' مفسرین کے اقوال' اُن کی دلیلیں اور شہادتیں اس تفصیل اور وسعت سے بیان کئے کہ اگر ساری تقریر قلم بند کر لی جاتی تو اچھی خاصی کتاب بن جاتی''

فلکیات میں بھی آپ کو ایک خاص مہارت حاصل تھی جس کا ذکر نظام الملک نے کیا ہے۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کو مختلف علوم وفنون سے واقفیت تھی بلکہ ان میں مہارت تامہ بھی حاصل تھی اور یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ نجوم، ہیئت اور یونانی فلسفہ میں منہمک ہونے کے باوجود آپ علوم قرآنی سے غافل نہیں رہے۔

11.2.5 ۔ دربار شاہی سے مراسم

بادشاہ اور امراء آپ کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے۔ مثلاً خواجہ نظام الملک نے آپ کو نیشا پور میں ایک مستقل جاگیر دے رکھی تھی۔ سلطان ملک شاہ بھی آپ پر بہت مہربانی کرتا تھا۔ وزیر عبدالرازاق کے ساتھ بھی آپ کے مراسم ہمیشہ اچھے رہے ہیں۔ آپ جب کبھی شہر مرو تشریف لے جاتے تو صدر الدین محمد بن مظفر کے مہمان ہوتے۔ دولت شاہ سمرقندی کا بیان ہے کہ'' سلاطین عصر اس کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سلطان سنجر اس کو اپنے تخت پر اپنے پاس بٹھایا کرتا تھا'' لیکن شہروزی کی '' تاریخ الحکماء'' سے معلوم ہوتا ہے کہ سنجر بلکہ شمس الملوک خاقان بخاری آپ کو اپنے تخت پر اپنے ساتھ بٹھاتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے سلاطین، وزراء اور امراء آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ نہ صرف امراء بلکہ فضلاء بھی آپ کو عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ درس و تدریس اور مطالعۂ کتب میں مصروف رہے۔ سیاسیات میں دخل نہیں دیتے تھے۔ دنیا کی دولت کی حرص نہیں تھی۔ نظام الملک سے خطاب یا منصب طلب نہیں کیے بس اتنا کہا کہ " آپ مجھے اپنی دولت اور نعمت کے سایہ تلے ایک چھوٹا سا جھونپڑا عنایت کریں جس میں رہ کر ملک کی روشنی پھیلاؤں اور اس کے شکریہ میں ہمیشہ آپ کے جان وما ل کو دعائیں دیا کروں گا" اس طرح نظام الملک کی عطا کی ہوئی جاگیر پر قناعت کر کے بیٹھ گئے اور عملی مشاغل میں عمر بسر کر دی۔ ہر قسم کے علوم میں عموماً اور علم ہیئت میں خصوصاً مشہور ہوے۔

اپنی معلومات کی جانچ :۔ نمونۂ جوابات

سوال ۱ :۔ نیشاپور کی اہمیت کے اسباب بیان کیجئے۔

سوال ۲ :۔ حسن بن صباح کے کردار پر روشنی ڈالیے

جواب ۱ اور ۲ ان سوالوں کے جواب 11.2.2 اور 11.3 میں دیکھیے۔

11.2.6 :۔ اولاد

آپ کی زندگی کے مفصل حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ کسی مؤرخ نے آپ کی ازدواجی زندگی، اولاد وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ تاہم دولت شاہ سمرقندی اور حاجی لطف علی بیگ آذر نے اپنے تذکروں میں لکھا ہے کہ۔ " ملک الکلام شاہفور بن محمد نیشا پوری، تخلص اشہری آپ کی اولاد میں سے تھا۔ وہ ظہیر الدین فاریابی کا شاگرد تھا، سلطان محمد کے زمانے منصبِ انشا اس کے سپرد تھا ۶۰۰ھ میں تبریز میں وفات پائی۔

11.2.7 :۔ وفات

آپ نے طویل عمر پائی۔ (قریباً ایک سو نو سال کی عمر میں) آپ کی وفات غالباً

۱۱۷ء میں واقع ہوئی مجمع الفصحا میں ہے کہ ۱۱۷ء میں وفات پائی۔ اور قبرستان حیرہ میں مدفون ہوئے۔

''چہار مقالہ'' کے مصنف نظامی عروضی سمرقندی نے اپنی تصنیف میں آپ کے کچھ دلچسپ حالات لکھے ہیں۔ وہ آپ کے ہم جماعت تھے اور آپ سے کافی اکتسابِ فیض کیا تھا۔ انہوں نے آپ کی وفات اور قبر کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بلخ میں، میں عمر خیام سے ملا تو انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ میری قبر ایسے مقام پر بنے گی جہاں درخت سال بھر میں دوبار پھول برسائیں گے۔

جب ۵۳۰ء میں نیشاپور گیا تو اس سے چند سال پہلے ان کی وفات ہو چکی تھی۔ میں دریافت کر کے ان کی قبر پر گیا جو حیرہ میں واقع تھی۔ دیکھا کہ ان کی قبر باغ کی دیوار سے لگی ہوئی ہے اور سرہانے امرود اور زرد آلو کے درخت ہیں جن سے اتنی کلیاں قبر پر گری ہیں کہ قبر ڈھک گئی ہے۔ مجھے آپ کا قول یاد آ گیا اور میں رو پڑا ''خیام کو اپنی موت کی خبر ہو گئی تھی، چنانچہ آپ نے وضو بنایا اور ذکر و نماز میں لگ گئے۔ دن بھر کچھ نہ کھایا، رات عشاء کے بعد سب کو رخصت کر دیا۔ اور سجدے میں سر رکھ کر مناجات کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اسی حالات میں انتقال ہو گیا۔''

نزہت الارواح اور فردوس التواریخ میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ بوعلی سینا کی ''کتاب الشفاء'' کا مطالعہ کر رہے تھے۔ جب وحدت و کثرت کی بحث پر پہونچے تو کتاب ہاتھ سے چھوڑ دی، نماز پڑھی اور یہ کہتے ہوئے جان دیدی کہ ''اے خداوند تعالے! میں نے اپنی طاقت کے مطابق تجھ کو پہچاننے کی کوشش کی۔ تو مجھے بخشدے کیونکہ تیرے متعلق میرا جتنا علم ہے میری طاقت کے مطابق صرف اتنا ہی ہو سکتا تھا۔''

11.2.8 شہرت

حکیم عمر خیام ایران اور فارسی میں سب سے زیادہ مشہور بلکہ شہرۂ آفاق شاعر ہیں۔ آپ کی شاعری اور فلسفہ کی ساری دنیا میں دھوم ہے۔ فردوسی، سعدی حافظ اور رومی سے بھی زیادہ شہرت چار دانگ عالم میں آپ کی ہوئی۔ جو لوگ فارسی میں یا ترجموں کے ذریعے

آپ کی رباعیات کے مزے لیتے ہیں ان کو ایک طرف رہنے دیجئے۔ ان کے علاوہ بھی دنیا والوں نے جنہوں نے کبھی رباعیات یا ان کے مضمون سے اور تصویروں کی شکل میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح آپ ایک بین الاقوامی اور آفاقی فکر اور تصور بن چکے ہیں۔ یہ مرتبہ دنیا کے بہت کم ادیبوں، شاعروں اور مفکروں کو نصیب ہوا ہے۔ آپ نے نہ قصائد و غزلیات کا کوئی دیوان یا دفتر لکھا نہ کوئی مربوط اور منضبط فلسفہ ہی پیش کیا۔ صرف چند سو رباعیاں چھوڑیں اور ان میں چند خیالات پیش کئے، ان رباعیوں اور ان کے خیالات کا سکہ سارے جہاں میں چل نکلا۔

شبلی شعرالعجم میں لکھتے ہیں کہ ''عجیب بات یہ ہے۔ خیام فلسفہ میں، نجوم میں، فقہ میں، ادب میں، تاریخ میں کمال رکھتا تھا، لیکن اتنے ستاروں کے ساتھ اس کا افق شہرت بالکل تاریک ہے۔ جس چیز نے آٹھ سو برس تک اس کے نام کو زندہ رکھا وہ چند فارسی رباعیاں ہیں اور یہی اس کی شہرت کے بال پرواز ہیں، ان رباعیوں کے ساتھ مسلمانوں نے جس قدر اعتنا کیا اُس سے ہزاروں درجہ بڑھ کر یورپ نے کیا۔ آپ مشرقی شاعر اور مشرقی حکیم تھے لیکن مشرق سے زیادہ مغرب نے آپ کی قدر کی کیونکہ آپ کا فلسفۂ زندگی ایشیائی فلسفہ نہیں بلکہ یوروپین فلسفہ ہے۔ جو مقبولیت آپ کو یورپ میں نصیب ہوئی وہ اور کسی ایشیائی شاعر کو نہیں ملی سب سے پہلے فٹز جیرلڈ نے آپ کی پچھتر رباعیوں کا ترجمہ انگریزی میں کیا اور ۱۸۵۸ء میں اُسے شائع کیا۔ انگریزی زبان میں اور کئی ترجمے بھی چھپ چکے ہیں۔ لیکن مقبولیت فٹز جیرلڈ کے ترجمہ ہی کو حاصل ہے۔ یہ ترجمہ باقی ترجموں سے اچھا ہے۔ وہ آپ کو انگلستان کے سامنے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر نہ کر سکا ان ہی غلط ترجموں کی وجہ سے یورپ والے آپ کو شرابی، فاسق اور فاجر خیال کرتے ہیں۔

یقیناً آپ کو اس بات کا علم نہیں ہوگا۔ ایک رباعی اس سلسلے میں پیش کی جارہی ہے تا کہ آپ بھی اندازہ لگالیں۔ اور یہ جان لیں کہ یورپ نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا، بلکہ ظلم کیا ہے۔ آپ کی شخصیت ان ترجموں کی وجہ سے مسخ ہوگئی رباعی ملاحظہ ہو۔

تابتوانی خدمت رنداں میکن ÷ بینا دفساد دہرویراں میکن

بشنو سخن راست زعمر خیام ÷ مئے میخور ورہ میزن واحساں میکن

ترجمہ :۔ صوفیوں کی بات مانو۔ نماز اور روزہ کو چھوڑ و۔عمر کی بات سنو۔

شراب پیولوٹ مار کرو۔مگر نرمی سے (جان پالن)

اس رباعی کا انگریزی ترجمہ ہے راہ زدن کا ترجمہ ''ڈاکہ ڈالنا'' کیا ہے۔

ترجمہ :۔ جہاں تک ہو سکے رندوں کی خدمت کر۔زمانے سے فساد کی بنیاد اکھاڑ ڈال۔عمر خیام سے سیدھی بات سن کر شراب پی۔اور سرود و سماع میں مصروف رہ لیکن احسان کر مطلب یہ کہ اس رباعی میں احسان کی ترغیب ہے اور کچھ مراد نہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر تو خلق خدا سے احسان کرے گا یعنی مخلوق پر احسان کرے گا تو تیرے کئی گناہ بخشے جائیں گے شراب و سرود حرام اور ممنوع ہیں لیکن ان کے ارتکاب کے باوجود بھی اگر تو لوگوں سے نیکی کا سلوک کرے گا تو انجام بخیر ہوگا۔

راہ زدن۔سرور گفتن یعنی گانا بجانا ہے،

11.2.9 :۔ مذہبی عقائد

آپ کے مذہبی عقائد صحیح اسلامی عقائد تھے۔شاعر کے عقیدے یا مذہب کا پتہ اس کی شاعری سے لگانا مناسب نہیں۔شاعر کا دیوان اس کے مذہبی اصول کا آئینہ نہیں ہوسکتا۔وہ آپ بیتی میں جگ بیتی کہتا ہے۔شعراء قرآن۔حدیث اور فقہ کو منظوم نہیں کرتے بلکہ متفرق و متضاد خیالات کو رنگین الفاظ اور ترکیبوں کا جامہ پہنا کر دلفریبی اور سمع نوازی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔

رباعیات کے علاوہ دوسرے رسالے دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عقائد بالکل قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔

یہاں رسالہ تکلیف الناس بالعبادات) سے ایک اقتباس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ آپ بھی خیام کے عقاید کے بارے میں جان سکیں۔

''یہ ظاہر ہے کہ لوگ خیر وشر اور رزائل وفضائل کے قبول کرنے میں اپنے اپنے مزاج بدنی اور ہیئتِ نفسی کے مطابق ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر ان کا کسی دوسرے پر کچھ حق ہو تو اس کو واجب الادا سمجھتے ہیں اور اس کو پورا کرانے میں بہت مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ لیکن اگر کسی دوسرے شخص کا اُن پر کچھ حق ہو تو اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے ہر ایک آدمی اپنے آپ کو دوسروں سے افضل جانتا ہے۔ اور نفس کو سب سے زیادہ راست اور جاہ وجلال کا مستحق سمجھتا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ شارع دین طاقت ور ہوتا کہ لوگوں میں حکم شریعت کے جاری کرنے سے عاجز نہ رہے۔ بعض لوگوں کو پند ونصیحت سے بعض کو دلیل و برہان سے' بعض کو ڈرانے سے' بعض کو زجر و توبیخ سے' بعض کو قتال و جہاد سے...... احکام شریعت پر کار بند کرے۔ چونکہ ایسا نبی ہر زمانے میں موجود نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ ضروری ہوا کہ اس نبی کی سنت باقی رہے...... لوگ اس صاحبِ شریعت کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ اس لیے صاحب شریعت کی مسنون عبادت لوگوں پر فرض کی گئی اور اس یاد کو ہر وقت تازہ رکھنے کے لیے عبادات میں تواتر اور تکرار لازم کیا گیا......

آپ کے مذہب اور عقائد کے متعلق بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور آپ پر بے دینی کا الزام عائد کیا۔ مجبوراً آپ نے زبان وقلم کو کچھ عرصہ کے لیے تھام لیا۔ باطینہ فرقے والے آپ کے سخت مخالف تھے اور ان کی طرف سے آپ پر حملے ہوتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ عوام میں بھی آپ کی مخالفت پیدا ہو گئی تھی کیونکہ آپ یونانی فلسفے کا درس دیا کرتے تھے اور آپ کے خیالات بھی اسی قسم کے تھے یعنی آپ کے خیالات پر بھی یونانی فلسفہ کا اثر تھا بعض اوقات آپ کی جان کو خطرہ لاحق ہو جاتا تھا۔ تنگ آکر حج کو چلے گئے پھر بغداد آئے وہاں کچھ دن رہے تو شائقین نے یونانی علوم سیکھنا چاہا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ کیونکہ آپ اس تعلیم کے نتائج اور خطرات سے آگاہ ہو چکے تھے پھر وطن لوٹ آئے۔ یونانی علوم کو ترک کر کے عبادات میں مصروف ہو گئے' اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔

اپنی معلومات کی جانچ :۔ نمونۂ جوابات

سوال ۳ :۔ خیام کی علمی فضیلت پر روشنی ڈالیے

سوال ۴ :۔ خیام کے مذہبی عقائد کا جائزہ لیجئے

جواب ۳ ، ۴ ان سوالوں کے جواب 11.2.6 اور 11.2.4 میں دیکھیے۔

11.3 چند اہم نکات:

:۔ نظام الملک کے بارے میں آپ تو جانتے ہی ہیں۔ حضرت امام موفق حسن بن صباح کا حال بھی سن لیجئے

حضرت امام موفق نیشاپوری :۔ آپ خراساں کے مشہور عالموں میں سے تھے۔ آپ کی ذات بہت معزز اور متبرک تھی۔ عام لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ آپ کی تعلیم بہت مبارک ہے اور جو لڑکا آپ کے پاس قرآن وحدیث پڑھتا ہے۔ وہ ضرور صاحب دولت وثروت بن جاتا ہے۔ نظام الملک، عمر خیام اور حسن بن صباح آپ کی بابرکت تعلیم اور مؤثر بیعت سے مستفیض ہوئے۔

حسن بن صباح :۔ حسن بن صباح نہایت چالباز، فریبی اور خطرناک آدمی تھا نظام الملک کی توسط سے شاہی عہدہ حاصل کیا۔ جب ملک شاہ کو اس کی بدنیتی کا علم ہوگیا تو وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ اور مصر میں خلیفہ مستنصر علوی کا ملازم ہوگیا۔ مکروفریب سے دربار میں تقرب حاصل کرلیا۔ بدظنی کی وجہ سے مصر کو چھوڑنا پڑا۔ مدت تک چھپ چھپ کر لوگوں کو مذہب اسماعیلیہ کی دعوت دیتا رہا۔ آخر کار ۴۸۳ھ میں قلعۂ الموت پر بڑی چالاکی اور فریبی سے قبضہ کرلیا۔ صلیبی مجاہدین میں بہت مشہور ہوا شیخ الجبب کا خطاب پایا۔ اور اسلامی دنیا کو سخت خطرہ میں ڈال دیا۔ وہ احمق اور جاہل لوگوں کو اپنے دام فریب میں لاکر بادام، شہد اور کلونجی کھلا تا۔ جب ان کے دماغ میں گرمی پیدا ہوجاتی تو ان کو فدائی بنا کر اکابر اسلام کے قتل پر مامور کرتا تھا۔ وہ اپنے فدائیوں کو حشیش (بھنگ) پلا کر مست کردیتا۔ یہ وہی فرقہ ہے جو حشیشین کے نام سے نامزد ہے

باطینہ فرقہ کس کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی چھلکے کے برابر ہیں

۔باطنی معنے اصلی مغز ہیں۔علامہ ابن جوزی نے اس فرقہ کے مختلف نام بتائے ہیں وہ یہ ہیں اسماعیلیہ۔سبعیہ۔بابکیہ۔محمرہ۔قرامطہ جبرمیہ۔تعلیمیہ۔

اسماعیلیہ اس لیے کہ امامت کا دورہ اسماعیل بن جعفر پر ختم ہوا۔سبعیہ امامت کا دورہ سات سات پر ہے اور ساتویں دور کے خاتمہ پر قیامت ہوتی ہے۔ ہر سات کے خاتمہ پر قیامتیں ہوتی رہیں گی۔

جرمیہ ۔ ہر قسم کی لذت حاصل کریں

تعلیمیہ ۔ امام کی پیروی کریں

اس فرقہ نے حسن بن صباح کی رہنمائی اور مستقل مزاجی سے بڑی ترقی کی ۔ باقاعدہ حکومت کی۔ہلاکوخاں کے زمانہ میں تمام قلعے ہاتھ سے نکل گئے اور اس فرقہ کا اقتدار ختم ہوگیا۔

<u>نظام الملک طوسی</u> :۔ نظام ملک انتیس سال سلجوقی خاندان کا وزیر رہا۔چودہ سال سلطان الپ ارسلاں اور پندرہ سال سلطان ملک شاہ کی وزارت کی شہرت کے لیے کافی ہے۔حسن بن صباح نے ایک فدائی کو نظام الملک کے قتل پر مامور کیا۔وہ صوفیوں کا لباس پہن کر ایک چٹھی لایا۔جب نظام الملک چھٹی پڑھنے لگا تو اس نے وار کر دیا۔ایسا کاری زخم لگایا کہ نظام املک جانبر نہ ہوسکا۔

11.4 خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے حکیم عمر خیام کی حیات کے مختلف اور اہم گوشوں سے روشناس کروایا۔اور ساتھ ساتھ ان کی ادبی اور علمی سرگرمیوں کا جائزہ بھی لیا اغراض ؛مقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔اس اکائی کے ذریعے حکیم عمر خیام کے علمی فضائل اور مذہبی عقائد سے بھی آپ کو واقف کروایا۔اپنے معلومات کی آپ نے جانچ کی۔آخر میں نمونۂ امتحانی سوالات

دیے گئے اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی ۔اور سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا۔ہمیں امید ہے کہ آپ ان سب سے ضرور استفادہ کریں گے

11.5 :۔نمونہ امتحانی سوالات

ا :۔ خیام کی زندگی کے چند اہم پہلوؤں کو اجاگر کیجیے۔

۲ :۔ خیام کی حیات کا ایک جامع خاکہ پیش کیجیے

۳ :۔ خیام کی تصانیف پر روشنی ڈالیے

۴ :۔ خیام کے عہد کے علما پر اظہار خیال کیجیے

11.6 :۔فرہنگ

زیچ ۔ نجومیوں کی ایک کتاب جس میں آسمانوں اور ستاروں کی حرکت نقشوں میں لکھی ہوئی ہے۔

رَصَد ۔ اونچا چبوترہ پہاڑ کی چوٹی پر بناتے ہیں۔بخومی اس پر بیٹھ کر ستاروں کا احوال دریافت کرتے ہیں

تقویم ۔ جنتری. کلینڈر

توبیخ ۔ ملامت کرنا

زجر ۔ روکنا، منع کرنا

مِقراض ۔ قینچی

طناب ۔ خیمہ کی ڈوری

کورہ ۔ آہنگروں کا آتشدان

اکابر ۔ اکبر کی جمع یعنی بہت بڑے

منصب ۔ رتبہ، عہدہ

زردآلو ۔ خوبانی (ایک مشہور میوہ جس کو خشک کرنے کے بعد خوبانی کہتے ہیں)

11.7 :۔ سفارشی کتب

۱۔ خیام ۔ سید سلیمان ندوی

۲۔ تاریخ ادبیات ایران ۔ رضازادہ شفق (ترجمہ از مبارزالدین رفعت)

۳۔ رباعیات حکیم عمر خیام ۔ جلال الدین احمد جعفری

۴۔ شعرالعجم ۔ شبلی نعمانی

۵۔ تذکرۂ حکیم عمر خیام ۔ مرتبہ ٔ ملک محمد دین

برجیس سلطانہ سینئر لکچرر شعبۂ اردو، میسور یونیورسٹی۔

مانسا گنگوتری، میسور

Unit :12 Block:3

اکائی ۱۲ عمر خیام کا اسلوب

ساخت

12.0 اغراض ومقاصد

12.1 تمہید

12.2 عمر خیّام کا اسلوب

12.3 اہم نکات

12.4 خلاصہ

12.5 نمونۂ امتحانی سوالات

12.6 فرہنگ

12.7 سفارشی کتب

12.0 اغراض ومقاصد

اس اکائی کو مکمل کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

- رباعی کی خصوصیات بیان کر سکیں
- عمر خیام کی رباعیوں کی اہمیت
- فلسفہ
- اخلاقی تعلیم
- شوخی وظرافت
- دنیا کی بے ثباتی اور
- خمریات سے متعلق رباعیوں سے واقف ہوسکیں اور انہیں اپنے طور پر بیان کر سکیں۔

12.1 تمہید

گذشتہ اکائی میں آپ نے حکیم عمر خیام کی حیات اور ادبی خدمات کا خصوصی

مطالعہ کیا آپ حکیم عمر خیام کا وطن، ابتدائی تعلیم، علمی فضائل اور تصانیف، مذہبی عقاید وغیرہ سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ اب اس اکائی میں ہم آپ کو صنف رباعی کا تعارف کراتے ہوئے خیام کے اسلوب سے واقف کرائیں گے۔ شبلی لکھتے ہیں کہ ''خیام کے خیالات، یورپ سے اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ آج اگر موجود ہوتا تو شاید یورپین بن جاتا'' یوسف حسین خاں نے لکھا ہے کہ'' خیام کے یہاں تشکیک اور لاادریت نمایاں ہے اس کے برعکس حافظ کا خدا پر ایمان مستحکم ہے۔'' ''تذکرۂ حکیم عمر خیام'' میں محمد الدین نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ'' عمر خیام علوم حکمیہ میں اپنے زمانہ کا یکتا اور لاثانی مانا گیا ہے آپ کے کلام سے سامعین کا دماغ مثل گلشن معطر ہوتا ہے۔ رباعی کے فن میں وہ ایسا استاد کامل ہے کہ اپنا آپ ہی ثانی ہے۔ بندش الفاظ، سادگی، کلام۔ اور نرالے فلسفہ کے ساتھ ہی اس کی ایک ایک رباعی میں دنیا بھر کے ہزاروں تجربے اور مشاہدے بھرے پڑے ہیں۔ اس کی بعض رباعیات قرآن مجید کی آیات کا ایک طرح سے ترجمہ معلوم ہوتا ہے جو پند ونصائح کے پیرایہ میں ادا کی گئی ہیں'' کسی نے لکھا ہے کہ'' خدا کی ہستی کے دریافت سے ناکامیاب ہو کر اس نے قسمت کو ہی خالق جانا اور آخرت سے انکار کر کے دنیا پر ہی یقین کیا۔ صوفی آپ سے سخت نفرت کرتے تھے کیونکہ آپ ان کے طریقہ کی تضحیک کرتے تھے ان متضاد اور متفرق بیانات کی روشنی میں آپ کی رباعیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

12.2 عمر خیام کا اسلوب

حکیم عمر خیام نے باقاعدہ شاعری نہیں کی اور رباعی کے سوا نہ کسی اور صنف میں کچھ کہا۔ کہا جاتا ہے کہ جب طبیعت تھک جاتی تو تفنن طبع اور تفریح کی خاطر رباعیاں کہہ لیتے تھے۔ لیکن یہی چند رباعیوں نے آپ کو دنیائے ادب وشعر میں اتنا بلند مرتبہ بخشا جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

شعر العجم میں شبلی اسلوب بیان کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ'' شاعری کی بڑی ضروری شرط اسلوب بیان کی جدت اور دل آویزی ہے، شاعر ایک معمولی بات کو لیتا ہے

اور ایسے دلکش اور ندرت آمیز اسلوب سے ادا کرتا ہے کہ سب وجد کرنے لگتے ہیں۔ اسلوب بیان کی دل آویزی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، کبھی صرف زبان کی بے تکلفی، روانی اور شستگی یہ کام دیتی ہے، کبھی عام طریقہ ادا کے بدل دینے سے یہ بات پیدا ہوتی ہے، کبھی شاعرانہ طرز استدلال سے، کبھی شوخی وظرافت سے، کبھی استعارہ وتشبیہ کی ندرت سے، اور سچ یہ ہے کہ اس کی تمام ادائیں متعین اور مشخص نہیں ہوسکتیں، سننے والے کو اتنا محسوس ہوتا ہے کہ کسی چیز نے دل میں چٹکی لے لی۔ کس نے لی، کیوں لی، یہ کچھ نہیں معلوم۔"

جس طرح مدح سرائی کے لئے قصیدہ اور عاشقانہ شاعری کے لیے غزل مخصوص ہے۔ اسی طرح حکیمانہ مضامین کے بیان کرنے کے لئے سب سے بہتر صنف رباعی ہے۔ خیام نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے رباعی کو اختیار کیا۔

12.2.1 رباعی

رباعی وہ صنف نظم ہے جس میں چار مصرعے ہوتے ہیں۔ یہ نظم کی سب سے چھوٹی صنف ہے۔ پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرعہ، مقفیٰ ہونا لازمی ہے۔ بعض اوقات تیسرے مصرعہ میں بھی قافیہ آتا ہے یعنی رباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں بعض اوقات تیسرے مصرعہ میں بھی قافیہ آتا ہے۔ جس رباعی میں چاروں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ اس رباعی کو ترانہ بھی کہتے ہیں۔ رباعی کی ایک خاص تکنیک ہے۔ دوسرا شعر اور خصوصاً چوتھا مصرعہ نہایت بلند ہونا چاہیئے۔ چوتھے مصرعہ میں گویا شاعر کے تخیل کی تان ٹوٹتی ہے۔ اسے بہت جاندار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں رباعی کے تمام مضمون کا خلاصہ یا نچوڑ ہوتا ہے ایجاز اور اختصار رباعی کا خصوصی وصف ہوتا ہے۔ ہر شاعر رباعی میں اپنے جوہر دکھا نہیں سکتا۔

رباعی کی بحر مخصوص ہے اور جو بھی مضمون بیان کیا جائے وہ، لطیف اور بلند ہونا چاہئے۔ الفاظ کا انتخاب، ترتیب اور بیان بھی سنجیدہ ہونا چاہئے۔

رباعی ایران کی ایجاد ہے اور عربی زبان اس سے ناآشنا ہے دولت شاہ سمرقندی کا بیان ہے کہ "فارسی شاعری کی ابتداء ہی رباعی سے ہوئی ہے۔" جبکہ قصیدہ غزل اور مثنوی

فارسی میں عربی سے آئیں۔

یوں فارسی میں اکثر شعراء نے رباعیاں کہی ہیں۔لیکن چار شاعروں نے اس صنف میں کمال دکھایا ہے۔حضرت عبداللہ انصاری۔باباطاہر ہمدانی،ابوسعید ابوالخیر اور عمر خیام۔یہ چاروں اپنی رباعیوں کے لیے مشہور ہیں۔

رباعی بحر ہزج کے چوبیس وزنوں میں کہی جاتی ہے جن میں زحافات سے تبدیلی واقع ہوتی ہے۔بارہ اوزان مفعول سے نکلتے ہیں اور بارہ مفعولن سے بعض شعراء نے رباعی کے وزنوں میں غزلیں اور قصیدے بھی کہے ہیں مگر شاذ و نادر۔

چوبیس اوزان میں سے ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' بھی ایک وزن ہے۔رباعی میں قافیہ کے علاوہ ردیف بھی آسکتی ہے۔

منشی سید غلام حسنین قدر بلگرامی نے ''قواعد العروض'' میں رباعی کے چوبیس وزنوں کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کی مثال لکھی ہے۔جیسے

(۱)	دانش مکن اعتماد بر عمر دراز	مفعول۔مفاعلن۔مفاعیل۔فعول
(۲)	تو حافظِ قرآن و خدا حافظِ تو	مفعول۔مفاعیل۔مفاعیل۔فعل
(۳)	محی الدّین و مصطفیٰؐ حافظ تو	مفعولن۔فاعلن۔مفاعیل۔فعل
(۴)	آدم معلوم و قدرِ آدم معلوم	مفعولن۔مفاعلن۔،فاعیلن۔فاع

رباعی کے بارے میں ''عود ہندی'' میں غالب یوں رقمطراز ہیں کہ ''رباعی کا ایک وزن معین ہے۔عرب میں دستور نہ تھا سوائے عجم کے۔یہ بحر ہزج میں سے نکالا ہے ....مفعول۔مفاعلن۔فعولن۔فعلن۔زحافات اس میں بعض کے نزدیک اٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس ہیں۔اور وہ سب جائز اور روا ہیں۔اس بحر کا نام بحر رباعی ہے ....قدما ہر مصرعہ میں قافیہ رکھتے تھے۔خاقانی برعایت صنعت ذوقافتین کہتا ہے ....''

غالب کے اس اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ رباعی کی بحر مخصوص ہے۔قدما چار مصرعوں میں بھی قافیہ رکھتے تھے۔خاقانی اس کو صنعت ذوقافتیں کہتا ہے صنف رباعی کے بارے

میں آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ حکیم عمر خیام نے اپنی رباعیوں میں کن مضامین کو پیش کیا ہے۔ شعرالعجم میں شبلی لکھتے ہیں کہ "خیام کی رباعیوں میں قدر مشترک صرف چند مضامین ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی، خوش دلی کی ترغیب، شراب کی تعریف، مسئلہ جبر، توبہ واستغفار، ان میں سے ایک ایک مضمون کہ وہ سو سو دفعہ کہتا ہے، لیکن ہر دفعہ اس طرح بدل کر کہتا ہے کہ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ کوئی نئی چیز ہے

دنیا کی بے ثباتی اور اس سے عبرت کا مضمون نہایت پامال مضمون ہے۔ لیکن خیام ہر بار ایک ایسا نیا اسلوب ڈھونڈ لاتا ہے کہ نیا اثر پیدا ہوتا ہے

توبہ استغفار بھی ایک فرسودہ مضمون ہے، لیکن جس طرح خیام اس کو ادا کرتا ہے سننے والے کی آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں، بعض جگہ رقت انگیز طریقہ کو چھوڑ کر استدلال طریقہ اختیار کرتا ہے، اور وہ بظاہر ایسا قوی ہوتا ہے کہ گویا اس کا جواب نہیں ہوسکتا"

12.2.2 رباعیوں کی خصوصیات

آپ کی رباعیوں کا بنیادی وصف اختصار ہے۔ آپ نے مختصر عبارتوں اور محدود الفاظ میں گویا معانی ومطالب کے سمندر سمودئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کو عقل اور فلسفے کے ذریعے حیات اور وجود کے مسائل کا حل نہیں ملا تو بے اختیار اپنے احساسات کو رباعیات کی شکل میں ظاہر کر دیا۔ آپ کی زبان نہایت سادہ اور عبارت بہت بے تکلف ہے، اس میں سلاست، روانی کے علاوہ ترنم اور تاثیر کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ قاری اور سامع اس کو سنتے ہی بے اختیار واہ واہ کہہ اٹھتا ہے۔ باریک بینی اور نزاکت خیال سونے پر سہاگے کا کام دیتی ہے۔ یہ آپ کی رباعیوں کی ظاہری خوبیاں ہیں۔ معانی اور مطالب کے لحاظ سے ان رباعیوں کا درجہ بہت اونچا اور قدر و قیمت بہت زیادہ ہے

خیام ظاہرداری اور ریاکاری کے سخت مخالفت کرتے ہیں اور رباعیوں میں فریبی اور خود پسند زاہدوں اور صوفیوں کی ریاکاری کا پردہ چاک کر دیتے ہیں۔ متعدد رباعیوں میں یہ مضمون مختلف اسلوبوں میں پیش کرتے ہیں

کہتے ہیں کہ انسان حوادثات کا اسیر ہے۔ اس کی حیثیت بس ایک بازیچہ کی ہے۔

جسے آسمان کا بازی گر کچھ دیر نچا کر نیست و نابود کر دیتا ہے۔ وہ اپنی تمام آرزوئیں اور امنگیں اپنے ساتھ لے کر زیر خاک چلا جاتا ہے۔ بے چارے کو حیات و موت کی حقیقت تک معلوم نہیں ہوتی۔

مختصر اور محدود زندگی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ جو وقت میسر ہے اس کی قدر و قیمت کو پہچانے اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائے' زیادہ سے زیادہ ارمان پورے کر لے یہی عمر خیام کا فلسفہ ہے جو آپ کی رباعیوں سے حاصل ہوتا ہے

خیام نے رباعیات میں حیات و کائنات کا ایک دلچسپ اور پر لطف فلسفہ پیش کیا ہے۔ انسان نادان اور بے خبر ہے۔ حیات و کائنات کے معمے اس کے بس کے نہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جانا ہے اسے معلوم نہیں کہ آفرینش کا راز کیا ہے۔ زندگی کی حقیقت کیا ہے۔

اس طرح زمانے کی گردش' انسان کی ناکامی اور حرماں نصیبی' زندگی کی ناپائیداری اور واعظانِ ظاہر دار پیرانِ ریاکار کی فریب کاری بیان کرنے کے ساتھ ہی ساتھ آپ جینے کا ایسا ایک ڈھنگ سکھاتے ہیں۔ وہ یہ کہ آدمی نہ رفتہ و گزشتہ کا غم کرے نہ آئندہ کی فکر بلکہ موجودہ اور حال میں خوشی خوشی بے نیازی سے جئے۔ گذشتہ کل اور آئندہ کل کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ بلکہ آج کے مزے لے اور عیش کرے موج اڑائے فرصت کو غنیمت جانے۔ موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔

خیام کی رباعیوں کی خصوصیات کو سمجھنے کے لیے خیام کی چند رباعیاں ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ خیام نے دنیا کی بے ثباتی، شراب، عشق، حکمت و اخلاق، واعظ اور ناصح سے بیزاری وغیرہ وغیرہ پر رباعیاں لکھی ہیں۔

12.2.3 جدت اسلوب

اس رباعی میں آپ نے کس دردناک طریقے سے مغفرت کی درخواست کی ہے کہتے ہیں۔

بر سینۂ غم پذیر من رحمت کن　　　بر جان و دل اسیر من رحمت کن

بر پائے خرابات رَومن بخشائے　　　　بردست پیالہ گیرمن رحمت کن

ترجمہ:۔ میرے غمگین سینہ پر رحم کر۔ میرے اسیر دل اور میری اسیر جان پر رحم کر میرے شراب خانہ کی طرف جانے والے پاؤں پر رحم کر اور میرے پیالہ پکڑنے والے ہاتھوں پر رحم کر۔

شبلی نعمانی نے اس رباعی کی تشریح یوں کی ہے کہ مغفرت کی دعا مانگتا ہے لیکن اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں یعنی ہاتھ اور پاؤں کے لئے (گووہ اسی کے ہاتھ پاؤں ہیں) اس طریقہ سے دعا کا اثر بڑھتا ہے، کیونکہ اپنے لئے دعا مانگنا پھر بھی ایک قسم کی ذاتی غرض ہے۔ اس کے ساتھ نکتہ یہ ہے کہ ان کی برات آسانی سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا کیا قصور ہے وہ اپنے اختیار سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔

ہاتھ اور پاؤں کے مقابلہ صنعت طباق ہے اور اس سے بھی ایک لطف پیدا ہو گیا ہے۔

صنعت طباق کیا ہے:۔ شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال ایک ساتھ کیا جائے جس میں معنی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے۔ اس صنعت کو صنعت تضاد بھی کہتے ہیں اور کہتے ہیں

من بندۂ عاصیم رضائے تو کجا است　　　　تاریک دلم نور صفائی تو کجا است
مارا تو بہشت اگر بہ طاعت بخشی　　　　آں بیع بود لطف وعطائے تو کجا است

ترجمہ:۔ میں گناہ گار بندہ ہوں تیری رضا کہاں ہے۔ میں سیاہ دل ہوں تیرا نورِ صفا کہاں ہے اگر تو ہم کو بہشت عبادت کے بدل دیتا ہے تو یہ گویا بیع ہوئی تیرا لطف و کرم کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ کس شاعرانہ انداز سے مغفرت کرنے پر مجبور کرنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے کہ اے خدا اگر تو بہشت طاعت کے معاوضہ دے گا تو یہ تو خرید وفروخت ٹھہری جو سوداگروں کا کام ہے نہ کہ شاہوں اور شہنشاہوں کا) وہ لطف وعطا جس کے قصے سنا کرتے تھے، وہ کہاں ہے۔

طلب مغفرت کا مضمون اکثر شعرا نے باندھا ہے لیکن خیام کا طرز استدلال سب سے اچھوتا، وہ شاعرانہ استدلال سے سزا پانے کی حالت میں مجرم اور آقا کی مساوات

ثابت کرتا ہے۔اور پھر اس کو جملہ خبریہ کے ذریعہ سے نہیں استفہام کے طریقہ سے ادا کرتا ہے جو نہایت موثر اور لاجواب کر دینے والا ہوتا ہے۔

12.2.4 اخلاقی تعلیم

آپ کا فلسفۂ اخلاق نہایت جامع ۔اس مختصر سی دنیا کے لیے کافی ہے۔آپ نے رباعیات میں جہاں بعض رندانہ مضامین لکھے ہیں وہاں حکمت واخلاق کے نایاب موتی بھی منظوم کئے ہیں۔رباعیات عمر خیام صرف جام وخم اور شراب ناب کی تعریف وتوصیف کے لیے ہی وقف نہیں بلکہ حکیمانہ پند ونصائح کا ایک ایسا گنجینہ ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔کہتے ہیں

گر باخردی تو حرص رابندہ مشو　　　در پائے طمع خام سرافگندہ مشو

چوں آتش تیز باش وچوں آب رواں　　　چوں خاک بہر باد پراگندہ مشو

ترجمہ:۔ اگر تو عقلمند ہے تو حرص کا غلام نہ بن اور بیہودہ طمع کا پامال نہ ہو۔تیز آگ کی طرح اور رواں پانی کی طرح ہو۔اور خاک کی طرح ہر ہوا کے ساتھ پراگندہ نہ ہو۔مطلب یہ کہ آگ کی طرح حرص وہوا کے خس وخاشاک کو جلادے اور رواں پانی کی طرح ہر قسم کی آلودگی سے پاک رہ۔گرد کی طرح اپنے آپ کو ایسا ذلیل نہ کر کہ موافق ومخالف ہوا کے ساتھ اڑتا پھرے۔کہتے ہیں

درراہ چناں رو کہ سلامت نہ کنند　　　باخلق چناں زی کہ قیامت نکنند

درمسجد اگر روی چناں رو کہ ترا　　　درپیش نخوانند وامامت نکنند

ترجمہ:۔ رستہ اس طرح چلو کہ کوئی تم کو سلام نہ کرے،لوگوں کے ساتھ اس طرح بسر کرو کہ لوگ تمہاری تعظیم کے لئے قیام نہ کریں،مسجد میں جاؤ تو اس طرح کہ لوگ تم سے امام بننے کی خواہش ظاہر نہ کریں

مطلب یہ کہ ایسی سادگی بے تکلفی،خاموش سے زندگی بسر کرو کہ لوگ تم کو مقدس خیال نہ کریں یہ ظاہر ہے کہ انسان جب لوگوں کی نظر میں مقدس ہو جاتا ہے تو اس کو سینکڑوں باتیں ایسی کرنی پڑتی ہیں جن سے اس کا تقدس قائم رہے۔حالانکہ وہ باتیں بہ

تکلف کرتا ہے۔ اگر اس منصب پر وہ نہ پہنچتا تو اس خودداری اور حفظ مراتب کی اس کو کیا ضرورت تھی۔

آپ نے نہایت عمدہ دستور العمل بیان کیا ہے۔ کاش دنیا والے اس پر عمل کرتے، ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ تمام دنیا اس کی عزت کرے۔ خواہ قابل عزت ہو یا نہ ہو۔ حضرت رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس بات کا خواہاں ہو کہ لوگ اُٹھ اُٹھ کر اس کی تعظیم کریں۔ وہ اپنی جگہ جہنم میں بناتا ہے۔

آپ کی اخلاقی تعلیم میں، ریاکاری سب سے بڑا جرم ہے۔ آپ نے اس بات پر بھی خوب غور کیا تھا، کہ کن کن اسباب سے انسان کو خواہ مخواہ ہی ریا میں گرفتار ہونا پڑتا ہے اس لیے وہ ان موقعوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ خیام کا فلسفۂ اخلاق زاہدوں اور علماء کے فلسفۂ اخلاق سے نہایت بلند ہے۔ اس لیے کہ وہ کسی کام کو ثواب کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں جبکہ آپ کسی کام کے کرنے کے وقت صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کام کیسا ہے۔ اگر وہ کام برا ہے تو تسلی نہیں ہوتی، کہ خدا اس کام کو بخشدے گا۔ آپ کے نزدیک یہی بڑا عذاب ہے کہ خدا دیکھ رہا تھا اور میں نے جرم کا ارتکاب کیا۔

اپنی معلومات کی جانچ: نمونۂ جوابات

سوال ۱ صنف رباعی کی اہمیت بیان کیجئے

۲ خیام کے فلسفہ پر اظہارِ خیال کیجئے

جواب ۱ اور ۲ ان سوالوں کے جواب 12.2.1 اور 12.2.2 میں دیکھئے

12.2.5 خمریات

مشرقی شاعری کا بیشتر حصہ شراب کی تعریف کے لیے وقف رہا ہے۔ ادبیات مشرق میں کوئی ایسا مضمون نہیں جس میں شراب کا ذکر نہ ہو۔ یہ شراب، شراب محبت ہے یا بادۂ معرفت، شراب طہور ہے یا مے انگور مگر شاعر اس شراب کا اپنے کلام میں ذکر ضرور

کرے گا۔خیام کی رباعیات کی ایک کثیر تعداد بھی ایسی ہے، جن میں سوائے شراب کے اور کچھ نہیں۔ لکھتے ہیں۔

قرآں کہ بہیں کلام خوانند اورا　　　گہ گاہ نہ بر دوام خوانند اورا

در خطِ پیالہ آیتے روشن است　　　کاندر ہمہ جا مدام خوانند اورا

ترجمہ:۔ قرآن جسے تمام کلاموں سے بہتر سمجھتے ہیں۔اسے کبھی کبھی پڑھتے ہیں نہ کہ ہمیشہ یعنی ہر وقت۔ پیالہ کے خط میں ایسی روشن آیت (نشانی) ہے کہ اُسے ہر مقام پر ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں

مطلب یہ کہ (ظاہری معنوں کو اگر لیں) قرآن مجید کی تلاوت روزانہ نہیں کرتے کبھی کبھی پڑھتے ہیں۔ جبکہ شراب ایک روشن آیت کی مانند ہے۔اس آیت کو پڑھنے کے لیے مقام اور وقت کی پابندی نہیں ہے۔قرآن مجید کے مقابلہ میں شراب کی اہمتز یادہ ہے۔قرآن کی رعایت سے آیت کا ذکر ہوا ہے

اس رباعی کے دو مصرعے مسلمانوں کے حسب حال ہیں۔نادان مسلمان قرآن کو پڑھنے کے بجائے طاق کی زینت بناتے ہیں۔کبھی کبھار پڑھتے ہیں اس نکتہ کو لے کر خیام نے شراب کی ہیشگی کی طرف اشارہ کیا ہے ابلیس (شیطان) نے حضرت آدمؑ کے آگے سجدہ تکبر کی وجہ سے نہیں کیا تھا۔قرآن مجید کی یہ آیت (**آبیٰ وَاستکبَرَ وَکانَ مِن الکافِرِینَ**) شیطان کے تکبر کی دلالت کرتی ہے۔

ترجمہ:۔اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔

خیام کہتے ہیں

از بادہ شود تکبر از سر ہا کم　　　واز بادہ شود کشادہ بند محکم

ابلیس اگر ز بادہ خوردی یکدم　　　کردی دو ہزار سجدہ پیش آدم

ترجمہ:۔ شراب سر سے تکبر کو نکال دیتی ہے۔اور شراب سے مضبوط بند کھل جاتے ہیں اگر شیطان ایک گھونٹ شراب پی لیتا تو حضرت آدمؑ کے آگے ایک چھوڑ ہزار سجدے کر دیتا۔

مطلب یہ کہ ابلیس نے سجدے سے انکار کیا اور راندۂ درگاہ ہو گیا۔اس نے حسد

اور تکبر کی بناء پر سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ گویا حسد اور تکبر وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیا ئے انسانیت میں سب سے پہلے ابلیس نے کیا۔

خیام نے اس رباعی میں صرف تکبر کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ کے ذریعے یہ بتاتے ہیں کہ شراب پینے سے آدمی مغرور نہیں ہوتا۔ انکساری سے کام لیتا ہے۔

12.2.6 دنیا کی بے ثباتی اور عبرت انگیزی

دنیا کی بے ثباتی بلند پایہ شعرا کا اہم موضوع رہا ہے۔ آپ کی شاعری اسی حقیقت کا آئینہ ہے کہ دنیا ناپائیدار ہے۔ اس حقیقت کو سب دیکھتے ہیں لیکن شاعر کو یہ حقیقت زیادہ روشن دکھائی دیتی ہے اور فلسفی شاعر سے بھی زیادہ باریک بین ہوتا ہے۔ اتفاق سے آپ شاعر بھی تھے اور فلسفی بھی۔ شاعری اور حکمت کے امتزاج سے آپ نے دنیا کو ایک خواب کی صورت میں پیش کیا کہ دنیا ایک افسانہ ہے اور یہ سحر ٹوٹ جانے والا ہے۔

یہ فارسی شاعری کا ایک پامال مضمون ہے لیکن آپ کا طرز بیان ایسا دل پذیر ہے کہ ایک ایک لفظ دل میں گھر کر لیتا ہے۔ شبلی کہتے ہیں کہ "اس مضمون کی ابتداء در حقیقت خیام نے کی اور اس درجہ تک اس کو پہنچا دیا" کہ سعدی اور حافظ جیسے بلند پایہ شاعر گویا اُسی کی سکھا ئی ہوئی چالیں چلتے ہیں، نصیحت سے قطع نظر خیام کی زور شاعری کا بھی اس سے اندازہ ہو سکتا ہے، اس نے سو سو دفعہ اس مضمون کو باندھا ہے، لیکن قوت تخیئل سے ہر دفعہ ایک نیا پیرایہ پیدا کر دیتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اور خنجر ہے جو دل پر چر کے لگا رہا ہے۔ کہتے ہیں

خاکے کہ بزیر پائے ہر حیوانے است　　زلف صنمے و ابروے جانانے است
ہر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے است　　انگشت وزیرے و سرِ سلطانے است

ترجمہ:۔ وہ خاک جسے اب حیوانات پامال کرر ہے ہیں۔ کسی صنم (معشوق) کی زلف اور کسی محبوب کے گال ہیں۔ اور وہ اینٹ جو اب کنگرۂ ایوان پر لگی ہوئی ہے۔ کسی وزیر کی انگلی اور کسی بادشاہ کے سر کی مٹی سے بنی ہے۔

شیخ سعدی نے اس مضمون کو نہایت درد انگیز طریقہ سے ادا کیا ہے۔ کہا ہے

زدم تیشہ یک روز برتلِ خال　　　　بگوش آ مدم نالۂ دردناک

کہ زنہار اگر مردے آہستہ تر　　　　کہ چشم وبنا گوش ودوے است وسر

ترجمہ:۔ میں نے ایک دن مٹی کے ایک تودے پر پھاوڑا مارا میرے کان میں یہ دردناک آواز آئی کہ میاں ذرا آہستہ، یہاں آنکھیں ہیں، کان ہیں، چہرہ ہے، سر ہے۔ ان کو چوٹ نہ لگ جائے۔ لیکن سعدی کی یہ تمام نقش آرائیاں خیام ہی کے مرقع کا عکس ملاحظہ ہو

دی کوزہ گرے بدیدم اندر بازار　　　　برتازہ گلے لکد ہمے زد بسیار

واں گلِ بزبانِ حال بااو میگفت　　　　مَن ہمچوتو بودہ ام مرا نیکو دار

ترجمہ:۔ کل میں نے ایک کوزہ گر کو بازار میں دیکھا۔ کہ مٹی میں لاتیں مار رہا ہے (یعنی گوندھ رہا ہے) اور وہ مٹی اُسے زبانِ حال سے کہتی ہے کہ کسی وقت میں بھی تیری طرح انسان تھی میری عزت کر۔

سعدی کے شعر میں اگر چہ ''آہستہ تر'' اور اعضا کے مفرد ناموں نے ایک خاص اثر پیدا کیا ہے۔ لیکن طلب رحم کی علت خیام کے ہاں زیادہ قوی ہے۔ یعنی یہ کہ میں بھی تمہاری ہی طرح تھا۔ اس لئے مجھ سے یہ سلوک نہ کرو۔ اس سے بھی زیادہ موثر طریقہ میں اسی مضمون کو ادا کیا ہے۔ مثلاً

پیش از من وتو لیل ونہارے بودہ است　　　　گردندہ فلک برائے کارے بوداست

زنہار قدم بخاک آہستہ نہی　　　　کاں مردمکِ چشم نگارے بوداست

اور

این کہنہ رباط را کہ عالم نام است　　　　آرامگہ ابلق صبح وشام است

بزمے است کہ واماندۂ صد جمشید است　　　　قصریست کہ تکیہ گاہ صد بہرام است

(ان رباعیوں کا ترجمہ اگلی اکائی میں دیکھئے)

خیام کے دل پر دنیا کی بے ثباتی کا بہت گہرا اثر تھا۔ آپ کی دیدۂ عبرت نگاہ ہمیشہ وا رہی ہے۔ اور دنیائے فانی کے چندروزہ قیام نے کبھی آپ کو غافل نہیں کیا۔ ہستی مستعار کا یہ تاریک پہلو ہمیشہ آپ کے مدنظر رہا۔ اس مضمون پر آپ نے کثرت سے رباعیاں لکھی

ہیں۔ غافل انسان کی طرح پندارِ ہستی کے نشہ نے آپ کو کبھی مست نہیں کیا۔ دیکھئے اس ایک مضمون کو کتنی مختلف اور موثر طرزوں میں ادا کیا ہے۔ لکھتے ہیں

اے چرخ فلک خرابی از کینۂ تست — بیدادگری عادت دیرینۂ تست
اے خاک اگر سینۂ تو بشگافند — بس گوہر قیمتی کہ در سینۂ تست

ایں کوزہ چو من عاشق زارے بودست — در بند سر زلف نگارے بودست
ایں دستہ کہ در گردن اومی بینی — دستے ست کہ در گردن یارے بودست

(ان رباعیوں کا ترجمہ اگلی اکائی میں ملاحظہ کیجئے۔)

12.2.7 شوخی وظرافت

آپ نہایت شوخ اور ظریف الطبع تھے۔ اکثر مضامین کو ظرافت اور شوخی کے پیرایہ میں ادا کرتے ہیں مثلاً

گویند بہشت وحوض کوثر باشد — وآں جائے ناب وشہد وشکر باشد
پر کن قدح بادہ وبر دستم نہ — نقد ز ہزار نسیہ خوشتر باشد

ترجمہ:۔ کہتے ہیں کہ بہشت ہوگا اور حوضِ کوثر ہوگا۔ اس جگہ شرابِ خالص ہوگی۔ شہد ہوگا اور شکر ہوگی۔ شراب کا پیالہ بھر کر میرے ہاتھ رکھ کیونکہ ایک نقد ہزار اُدھار سے بہتر ہے۔

جو لوگ ظاہری نماز روزہ ادا کرتے ہیں۔ ان کہ عبادت میں خشوع وخضوع نہیں ہوتا۔ اس رباعی میں ظرافت کے ساتھ ساتھ۔ اس بات کا بھی اشارہ ہے کہتے ہیں

طبعم بہ نماز وروزہ چوں مائل شد — گفتم کہ مرادِ کُلیم حاصل شد
افسوس کہ ایں وضو ببادے شکست — واں روزہ بہ نیم جرعہ باطل شد

ترجمہ:۔ میری طبعیت جب نماز اور روزہ کی طرف مائل ہوئی تو میں نے کہا کہ میری ساری مرادیں پوری ہوگئیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ وضو پانی (یعنی شراب سے) سے ٹوٹ گیا اور وہ روزہ شراب کے آدھے گھونٹ سے باطل ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ ''آب آمد وتیمّم برخاست'' آپ کا وضو شاید وضو نہیں تیمّم ہے جو پانی سے ٹوٹ جاتا ہے۔

آپ کا خیال یہ ہے کہ بہشت چٹیل میدان کی طرح خالی پڑی ہوگی جب اس بہشت میں عاشق اور مست نہ جانے پائیں گے۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بہشت میں عیش و آرام ہوگا۔شراب اور حوریں ملیں گی۔آپ نے ظریفانہ انداز میں ان کا رد کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اگر وہاں بھی یہی سب ہوگا تو اگر ہم نے دنیا ہی میں ان چیزوں کو پیشگی اختیار کر لیا تو کیا برا کیا۔کہا ہے

گویند بہشت و حور عین خواہد بود　　　واں جامئے ناب وانگبیں خواہد بود

گر ماے و معشوق پر سریم رواست　　　چوں عاقبتِ کار ہمیں خواہد بود

12.3 اہم نکات

جیسا کہ تمہید میں خیام کے بارے میں کہا گیا ہے۔اس کے پیش نظر چندر باعیات اور ان کا ترجمہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ ان کے فلسفہ اور افکار سے واقفیت حاصل کریں۔ یہ نکات آپ کی معلومات میں مزید اضافہ کا باعث ہونگے شبلی نے یہ کہا کہ خیام نے دنیا کی بے ثباتی کو اپنی رباعیات کا موضوع بنایا اور اس کو اتنی بلندی پر پہنچادیا کہ سعدی اور حافظ جیسے شعراء نے اس کی پیروی کی۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ ملک محمد دین خیام کی رباعیوں کے متعلق کیا کہتے ہیں

''جن خیالات کا خیام اپنے زمانہ میں موجد تھا۔ان کے سمجھنے والے لوگ شاذ و نادر ہی تھے اس لیے کہ وہ سرسبز دماغ اور عالی خیال شخص تھا اور سطحی خیالات کے انسانوں کا یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص اُن سے بڑھکر قدم رکھے۔فوراً اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔حافظ شیرازی کی شہرت کا یہ باعث ہوا کہ عمر خیام کے خیالات کو اس نے مذہبی رنگ اور تصوف کے لباس میں رنگ دیا اور بقول فٹز جیرالڈ یہ بات عمر خیام کو نصیب نہ ہوئی

ملک محمد دین نے عمر خیام کی بعض رباعیوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ یہ رباعیات قرآن مجید کی آیات کا ایک طرح سے ترجمہ معلوم ہوتا ہے...........

چند رباعیاں اس ضمن میں نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں

بادشمن و دوست فعل نیکو نیکوست — بد کئے کند آنکہ نیکی اش عادت اوست

بادوست چو بد کنی شود دشمن تو — بادشمن اگر نیک کنی گردد دوست

ترجمہ اگلی اکائی میں دیکھئے۔

قرآن مجید میں مذکور ھے کہ "اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن فَاِذا الَّذِی بَیْنَکَ وَ بَیْنَہٗ عَداوۃٌ کَاَنَہ وَلِی حَمیم (سورہ حم سجدہ آیت نمبر 34')

ترجمہ:۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو۔ پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔

اس مضمون کو ایک اور رباعی میں اس طرح اظہار کرتے ہیں

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است — ور خویش جفا کند بد اندیش من است

گر زہر موافقت کند تریاق است — ور نوش مخالفت کند نیش من است

ترجمہ:۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر کوئی بیگانہ وفاداری کرے تو وہ میرا یگانہ ہے، یعنی دوست ہے اور اگر کوئی اپنا جفا کاری کرے تو وہ میرا دشمن ہے۔ اگر زہر طبیعت کے موافق ہو تو وہ تریاق ہے۔اور اگر تریاق مزاج کے مخالف ہو تو وہ زہر ہے۔

نفس امارہ کو منا لینا ہی فوز عظیم ہے۔ اسی کی سرکشی کی وجہ سے دنیا میں خون خرابہ جھگڑے اور فساد ہوتے رہتے ہیں۔ تمام تصوف کا نچوڑ قرآن مجید کی صرف ایک آیت میں آ گیا ہے۔یعنی **قداَفلَحَ مَنْ زَکّٰھَا** ۔سورہ الشّمس آیت نمبر۹

ترجمہ:۔جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔یعنی جس نے اپنے نفس کو شرک سے' معصیت سے اور اخلاقی آلائشوں سے پاک کیا۔ وہ اُخروی فوز وفلاح سے ہمکنار ہوگا نفس کے بارے میں قرآن مجید کی ایک اور آیت یہ ہے۔

وَمَا اُبَرِیُٔ نَفْسِی اِنَّ النَّفْس الاَمّارَۃَ بالسُّوءِ اِلّاَ مَا رَحِمَ رَبّی اِنَّ رَبّی غَفُورٌ رَّحِیم

ترجمہ:۔ میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا' بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے۔ مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے' یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے۔

اگر یہ قول حضرت یوسفؑ کا ہے تو کسرِ نفسی ہے (اگر یہ امراۃ العزیز کا قول ہے تو حقیقت پر مبنی ہے۔ ابن کثیرؒ کا خیال یہ ہے کہ قول عزیزۂ مصر کا ہے) آیئے دیکھتے ہیں کہ خیام نفس کے بارے میں کیا کہتے ہیں

نفست بسگِ خانہ ہمی ماندراست جز بانگ میاں تہی از و ہیچ نخاست

رُوبہ صفت است وخوابِ خرگوش دہد آشوب پلنگ دارد وگرگ دغاست

ترجمہ:۔ کہتے ہیں کہ تیرا نفس گھر کے کُتے کی مانند ہے۔ یعنی نفس پالتو کتے کی طرح ہے سوائے خالی آواز کے اس سے اور کچھ نہیں نکلتا۔ یہ روباہ صفت ہے یعنی روباہ کی طرح مکّار اور حیلہ گر ہے۔ اور غفلت پیدا کرتا ہے۔ یہ چیتے کی طرح خطرناک اور بھیڑئے کی طرح دغا باز ہے۔ (خیام نے نفس کو کتے سے تشبیہ دی ہے۔ روباہ' خرگوش چیتا اور بھیڑیا سے بھی مشابہت ثابت کردی ہے۔

گل گفت بہ ازلقائے من روئے نیست چندیں ستم گلاب گر بارے چیست

بلبل بزبان حال بااو می گفت یک روز کہ خندید کہ سالے نگریست

ترجمہ:۔ پھول کہتا تھا کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ خوب صورت چہرہ کسی کا نہیں۔ پھر گلاب ساز کس لیے مجھ پر اتنا ظلم کرتا ہے۔ بلبل نے زبانِ حال سے جواب دیا کہ دنیا میں کون ایسا ہے جو ایک دن ہنسا ہو اور سال بھر اُسے رونا نہ پڑا ہو۔ مطلب یہ کہ خوشی عارضی ہے اور غم دائمی۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّ لْيَبْكُوا كَثِيرًا (سورۃ توبہ آیت نمبر ۸۲)

ترجمہ:۔ پس انھیں چاہیے کہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں مندرجہ بالا رباعی میں خیام نے اس قرآنی آیت کا مطلب گل وبلبل کے مکالمہ میں ادا کیا ہے

12.3.1 فلسفہ جبر

جبر سے مراد انسان کا مجبور ہونا۔ اگر انسان مجبور محض ہے تو پھر حساب کتاب' سزا جزا اور دوزخ و بہشت کس لیے ہیں۔ جو انسان کو مجبور مانتے ہیں وہ جبریہ ہیں

قدر۔ یعنی انسان کا ارادہ اس کے اختیار میں ہے۔ اس لیے انسان مختار ہے۔ جو انسان کو مختار کہتے ہیں وہ قدریہ ہیں

اب تک فلسفی مسئلہ جبر و اختیار پر بحث کرتے رہے ہیں مگر یہ عقدہ حل نہیں ہوا یہ ایک نہایت دقیق مسئلہ ہے۔ جبر صحیح ہے یا غلط یہ کہنا مشکل ہے۔ انسان مجبور محض بھی نہیں اور نہ مختار مطلق۔ ان دو حالتوں کے درمیان ہے۔

خیام جبر کے قائل اور معتقد تھے۔ آپ نے بھی اس مسئلہ کے متعلق کو کچھ کہا ہے۔ محض شاعرانہ رنگ میں کہا ہے۔ فلسفیانہ بحث نہیں کی۔ بعض رباعیاں رندانہ کہی ہیں اور بعض حکیمانہ کہتے ہیں

گر آمدنم بمن بدے نا مدے — وار نیز شدن بمن بدے کے شدے

بہ زیں چہ بدے کہ اندریں دیر خراب — ند آمدے نہ شرے نہ بدے

تا کے ز چراغِ مسجد و دودِ کنشت — تا کے ز زیانِ دوزخ و سود بہشت

رو بر سر لوح بیں کہ استادِ قضا — اندر ازل آنچہ بود بے بود نوشت

ترجمہ:۔ مسجد کے نور اور دیر کی تاریکی کا کب تک ذکر کرو گے۔ دوزخ کے نقصان اور بہشت کے فائدے کب تک بیان کرو گے۔ جا کر لوحِ محفوظ کو دیکھو کہ ازل کے دن استادِ قضا نے جو کچھ ہونا تھا ہونے سے پہلے ہی لکھ دیا۔

مطلب یہ کہ خدا قادر مطلق ہے۔ جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں کاتب تقدیر نے لوحِ محفوظ میں تمام باتیں پہلے ہی سے لکھ دی ہیں۔ انسان مجبور ہے۔ عمر خیام پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا جاتا ہے کہ آپ کو خدا کی ذات پر یقین و اعتماد نہیں ہے شک ہے۔ بقول شخصے "خدا کی ہستی کے دریافت سے ناکامیاب ہو کر اس نے قسمت کو ہی خالق جانا اور آخرت سے انکار کر کے دنیا پر ہی یقین کیا۔

یہ بات سچ نہیں ہے کہ آپ خدا کی ہستی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ آپ خداوند تعالیٰ کو ہی اپنا مالکِ حقیقی جانتے تھے اور اگر آپ ایسا نہ کرتے تو ایسی دردانگیز مناجاتیں جن کے پڑھنے، سننے سے انسان عالم وجد میں آجاتا ہے۔ آپ کے دل ودماغ اور زبانِ قلم سے نہ نکلتیں ہم اس بیان کی تائید میں چند مناجاتی رباعیاں معہ ترجمہ کے لکھتے ہیں تاکہ ان رباعیوں کے مفہوم سے آپ بھی آگہی حاصل کرسکیں کہتے ہیں

ردیدۂ تنگ مور نور است از تو　　　در پائے ضعیف پشہ زور است از تو

ذات تو سزاست مر خداوندی را　　　کہ ناسزاست دور است از تو

ترجمہ:۔ چیونٹی کی تنگ آنکھوں کو تیری طرف سے ہی نور عطا ہوا ہے۔ پھر کے کمزور پاؤں میں تیرا ہی دیا ہوا زور ہے۔ تیری ذات خدائی کے لائق ہے۔ جو ایسا وصف جو اچھا نہیں تجھ میں نہیں ہے۔ یعنی خدا کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔

یک یک ہنرم بین وگنہ دہ دہ بخش　　　ہر جرم کہ رفت حسبۃً للہ بخش

از بادِ ہوا آتش کین را مفروز　　　مارا بدرِ خاکِ رَسُولؐ اللہ بخش

ترجمہ:۔ میری ایک ایک نیکی دیکھ، اور گناہ دس دس کر کے بخشدے۔ جو جرم میں نے کیا اُسے اللہ کے لئے بخش۔ غصہ کی ہوا سے کینہ کی آگ کو تیز نہ کر۔ ہم کو رسولؐ کی در کی خاک کے صدقے میں بخش دے۔

مطلب یہ کہ خدائے تعالیٰ سے شاعر یہ التجا کرتا ہے کہ اے اللہ میری نیکیوں میں سے ہر ایک نیکی کا اجر دے اور گناہوں کو معاف کردے۔ میرے اعمال کو نہ دیکھ مجھے حضورؐ کے وسیلے سے بخش دے۔ حضورؐ سے عقیدت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

اس رباعی میں اربعہ عناصر میں سے تین کا ذکر ہوا ہے۔ یعنی باد۔ آتش، خاک اور پانی کا ذکر نہیں ہے۔ چوتھے مصرعے کے لفظ مآ پانی کی یاد دلاتا ہے (عربی میں مآء پانی کو کہتے ہیں)

شرمت نایدا زیں تباہی کردن　　　زیں ترک اوامر و نواہی کردن

گیرم کہ سراسر ایں جہاں ملک تو شد　　　جز آنکہ رہا کنی چہ خواہی کردن

ترجمہ:۔ تجھے اس تباہ حالی سے اور اوامر ونواہی کے ترک سے شرم نہیں آتی ۔فرض کیا کہ تو ساری دنیا کا مالک ہوگیا۔لیکن آخر کار تو اُسے چھوڑ جانے کے سوا اور کیا کرے گا۔

مطلب یہ کہ آپ اپنی گذشتہ زندگی پر شرمندہ ہیں ۔ قیامت کا یقین ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنے افعال اور کردار کی جوابدہی کرتا ہے۔

آنکس کہ گناہ بنزد اوسہل بود   ایں نکتہ بگویدرا کہ او اہل بود

علمِ ازلی علتِ عصیاں کردن   نزدیک حکیم غائتِ جہل بود

ترجمہ:۔ جو شخص گناہ کو جائز قرار دے ۔ اگر اس میں ذرا بھی عقل ہے تو یہ نکتہ سمجھ لے گا کہ گناہ کے عذر میں علم ازلی کا بہانہ کرنا دانا آدمی کے نزدیک حد درجہ کی جہالت ہے۔

اس رباعی میں آپ نے ان تمام رباعیات کا جوابِ خود ہی دے دیا ہے یعنی کہ انسان مجبور محض ہے اور اسکے گناہ بھی اس کے اختیار میں نہیں

سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے یہ کہنا کہ فلاں ستارے کے اثر سے یہ ہوا۔آسمان کی گردش نے یہ کیا وغیرہ وغیرہ یہ بیہودہ باتیں ہیں ۔اس قسم کے عقائد انسان کو مشرک وکافر بنادیتے ہیں ۔ فارسی شاعری نے تو تمام دنیا کے انتظام کی باگ ڈور آسمان کے ہاتھ میں تھمادی ہے ۔لیکن شاعری میں سب کچھ روا ہے۔شاعر ایسا کہتے تو ہیں مگر ان کا عقیدہ ایسا نہیں ہوتا۔

<u>فلسفہ کیا ہے</u>۔ ''حقایق اشیا کا ادراک''،یعنی جب ہم اپنے اطراف واکناف دیکھتے ہیں تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ چیزیں کیوں کر وجود میں آئیں ، کس چیز سے حاصل ہوئیں ۔ یہ اور اس قسم کے جتنے بھی سوالات ہیں ۔ان کا جواب دینا فلسفہ کا فرض ہے ۔لیکن یہ مسئلہ اب تک حل نہیں ہوا۔ کسی چیز کی حقیقت معلوم نہیں ہوسکتی ۔ کچھ باتیں معلوم ہوتی ہیں پھر وہی لا علمی پیش آتی ہے بقول ہر برٹ اسپنسر ''تمام اشیاء کی دو قسمیں ہیں ایک وہ چیزیں جو فوق الا دراک ہیں ۔ یہ انسان کے دائرہ علم میں نہیں آسکتیں یعنی انسان ان کو سمجھ نہیں سکتا۔ دوسری وہ چیزیں جو تحت ادراک ہیں۔''

پہلی قسم کے بارے میں ہر برٹ نے یہ کہا کہ ان کے متعلق کسی قسم کی تحقیقات کی کوشش

نہیں کرنی چاہیے۔ شوپنہار (جرمن فلسفی) نے صاف انکار کر دیا کہ کسی چیز کی حقیقت معلوم نہیں ہوسکتی۔ یہ مسئلہ اب تک حل نہیں ہوا۔ کسی بھی فلسفی نے اس معمہ کے تعلق سے تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ کچھ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پھر لاعلمی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ بات جہاں سے چلی تھی وہیں آکر رک جاتی ہے۔ ایک راز پر سے پردہ اٹھاتے ہیں تو دوسرا راز پیدا ہوتا ہے۔ ایک گرہ کھلی بھی نہیں کہ دوسری گرہیں پڑ جاتی ہیں۔ غرض لاعلمی ہی خیام کا فلسفہ ہے۔ آپ کو اس لاعلمی پر ناز ہے اور کہتے ہیں کہ ہر شخص اس لاعلمی کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہم جس قدر جانتے ہیں نہ جاننے کے برابر ہے۔ آپ نہ صرف اس فلسفہ کو سکھاتے ہیں کہ ''تم کو کچھ معلوم نہیں'' بلکہ معلوم کرنے کی ترغیب بھی دلاتے ہیں۔ کہتے ہیں

دریاب کہ از روح جدا خواہی شد	در پردۂ اسرارِ فنا خواہی شد
خوش باش نذانی زکجا آمدہ ای	...اذش چہ دانی کہ کجا خواہی شد
ہر چند دلم زعشق محروم نہ شد	کم ماند ز اسرار کہ مفہوم نہ شد
اکنوں کہ بردے کار در می نگرم	معلومم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

ترجمہ اگلی اکائی میں دیکھیے۔

ہم کیا ہیں' کیوں ہیں' کہاں سے آئے ہیں۔ کہاں جانا ہے۔ آپ ان سوالوں کی تحقیقات کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ غور کرو اور خوب غور کرو۔ یہی آپ کا فلسفہ ہے۔ تمام عمر یہی سوچا کیئے کہ میں کیا ہوں میری ابتداء کیا ہے اور انتہا کیا۔

تمام کائنات کا یہی عالم ہے۔ ایک ذرّہ تک کی حقیقت معلوم نہ ہوسکی ''لاعلمی کا فلسفہ ہمارے لیے شمع راہ ہے' وہ ہم کو ہر قدم پر آگے بڑھاتا ہے ہم جس قدر جانتے جاتے ہیں۔ اُس کو نہ جاننا کہتے ہیں اور آگے بڑھتے ہیں'' آپ کے فلسفہ پر آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے یہ بحر ذخار ہے۔ اس کی گہرائی کو ناپنا مشکل ہے''۔ معلومم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد''

اپنی معلومات کی جانچ: نمونۂ جوابات

سوال ۳۔ خیام نے اخلاقی تعلیم کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔

۴۔ مندرجہ ذیل رباعی کا مطلب بیان کیجئے۔

من بندۂ عاصیم رضائے تو کجاست تاریک دلم نور صفائی تو کجاست

ما را تو بہشت اگر بہ طاعت بخشی آں بیع بود لطف وعطائے تو کجاست

جواب ۳ اور ۴ ۔ان سوالوں کے جواب 12.2.4 اور 12.2.3 میں دیکھئے

12.4 خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے صنف رباعی کا تعارف اور اس کی اہمیت سے آپ کو روشناس کروایا۔ اغراض ومقاصد اور تمہید کے تحت آپ نے اس اکائی کے خاکہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اس اکائی کے ذریعہ خیام کی رباعیوں کی فارسی ادب میں انفرادیت سے بھی آپ کو واقف کروایا۔ اپنے معلومات کی آپ نے جانچ بھی کی۔ آخر میں نمونۂ امتحانی سوالات دیئے گئے اور فرہنگ کے تحت نئے الفاظ کے معنی اور سفارشی کتب کا حوالہ بھی دیا گیا۔ یقین ہے کہ آپ ان سب سے ضرور استفادہ کریں گے

12.5 نمونۂ امتحانی سوالات

سوال ۱۔ رباعی گو شعراء میں خیام کا مقام متعین کیجئے۔

۲۔ خیام کے فلسفہ پر اظہار خیال کیجئے۔

۳۔ خیام کی رباعیوں کے موضوعات کا احاطہ کیجئے

۴۔ خیام کی رباعیوں کی اہم خصوصیات تحریر کیجئے

12.6 فرہنگ

الفاظ	معنی
بازیچہ	کھلونا

بیع	بیچنا، مول لینا (خرید وفروخت)
بنا گوش	کان کی لو
تل خاک	خاک کا تودہ، بالو کا ٹیلہ
نوش	شہد ، شیریں ، پینا
تریاق	زہر کی دوا
نیش	نوکدار دانت، بچھو اور زنبور (بھڑ) کا ڈنک
خوابِ خرگوش	غفلت ، فریب
رُوبہ	لومڑی
لکد	لات
خشت	اینٹ
نسیہ	قرض۔اُدھار
جُرعہ	ایک گھونٹ
ادراک	پانا ، معلوم کرنا۔
دود	دھواں ، غم

12.7 سفارشی کتب

۱۔ رباعیات حکیم عمر خیام — از جلال الدین احمد جعفری

۲۔ خیام — از سید سلیمان ندوی

۳۔ شعرالعجم — از مولانا شبلی نعمانی

۴۔ تاریخ ادبیاتِ ایران — از رضازادہ شفق (مترجم مبارز الدین رفعت)

۵۔ تذکرۂ حکیم عمر خیام — از مرتبۂ ملک محمد دین

۶۔ رباعیات خیام — از سید رغیب حسین

۷۔ عمر خیام — از میر ولی اللہ

برجیس سلطانہ

سینیر لکچرر شعبۂ اردو، میسور یونیورسٹی

مانسا گنگوتری، میسور

NOTES

ಆದೇಶ ಸಂಖ್ಯೆ : ಕರಾಮುವಿ/ಅಸಾವಿ/4–202/2014–2015 ದಿನಾಂಕ : 26–06–2014
ಒಳಪುಟ : 60 GSM ವೆಸ್ಟ್‌ಕೋಸ್ಟ್ ಪೇಪರ್ ಮತ್ತು ಹೊರಪುಟ : 220 GSM ಫಾರಿನ್ ಮ್ಯಾಟ್ ಆರ್ಟ್ ಕಾರ್ಡ್
ಮುದ್ರಕರು : ಪೂರ್ಣಿಮಾ ಪ್ರಿಂಟರ್ಸ್, ಬೆಂಗಳೂರು. ಪ್ರತಿಗಳು : 200

KSOU NATIONAL INTERNATIONAL RECOGNITION

Karnataka State Open University (KSOU) was established on 1st June 1996 with the assent of H.E. Governor of Karnataka as a full fledged University in the Academic year 1996 vide Government notification No./EDI/UOV/dated 12th February 1996 (Karnataka State Open University Act – 1992). The Act was promulgated with the object to incorporate an Open University at the State Level for the introduction and promotion of Open University and Distance Education Systems in the education pattern of the State and the Country for the Co-ordination and determination of standard of such systems.

- With the virtue of KSOU Act of 1992, Karnataka State Open University is empowered to establish, maintain or recognize Institutions, Colleges, Regional Centres and Study Centres at such places in Karnataka and also open outside Karnataka at such places as it deems fit.
- All Academic Programmes offered by Karnataka State Open University are recognized by the Distance Education Council (DEC), Ministry of Human Resource Development (MHRD), New Delhi.
- Karnataka State Open University is a regular member of the Association of Indian Universities (AIU), New Delhi, since 1999.
- Karnataka State Open University is a permanent member of Association of Commonwealth Universities (ACU), London, United Kingdom since 1999. Its member code number: ZKASOPENUINI.
- Karnataka State Open University is a permanent member of Asian Association of Open Universities (AAOU), Beijing, CHINA, since 1999.
- Karnataka State Open University has association with Commonwealth of Learning (COL), Vancouver, CANADA, since 2003. COL is an intergovernmental organization created by commonwealth Heads of Government to encourage the development and sharing of open learning distance education knowledge, resources and technologies.

Higher Education To Everyone Everywhere

KSOU

Higher Education to everyone everywhere
ಉನ್ನತ ಶಿಕ್ಷಣ ಎಲ್ಲರಿಗೂ ಎಲ್ಲೆಡೆ

ಕರ್ನಾಟಕ ರಾಜ್ಯ ಮುಕ್ತ ವಿಶ್ವವಿದ್ಯಾನಿಲಯ

ಮುಕ್ತಗಂಗೋತ್ರಿ, ಮೈಸೂರು – 570 006

Karnataka State Open University

Mukthagangothri, Mysore - 570 006. Website : www.ksoumysore.edu.in